ماہنامہ
ون اُردو

جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ
جون ۲۰۱۱ء

اُردو ادب
اُردو شاعری
انٹرٹینمنٹ
گوشئہ خواتین
سائنس و ٹیکنالوجی

معروف مصنفہ قانتہ رابعہ کا
ماہنامہ ون اردو کے لئے خصوصی افسانہ
"کچھ غم اس طرح کے"

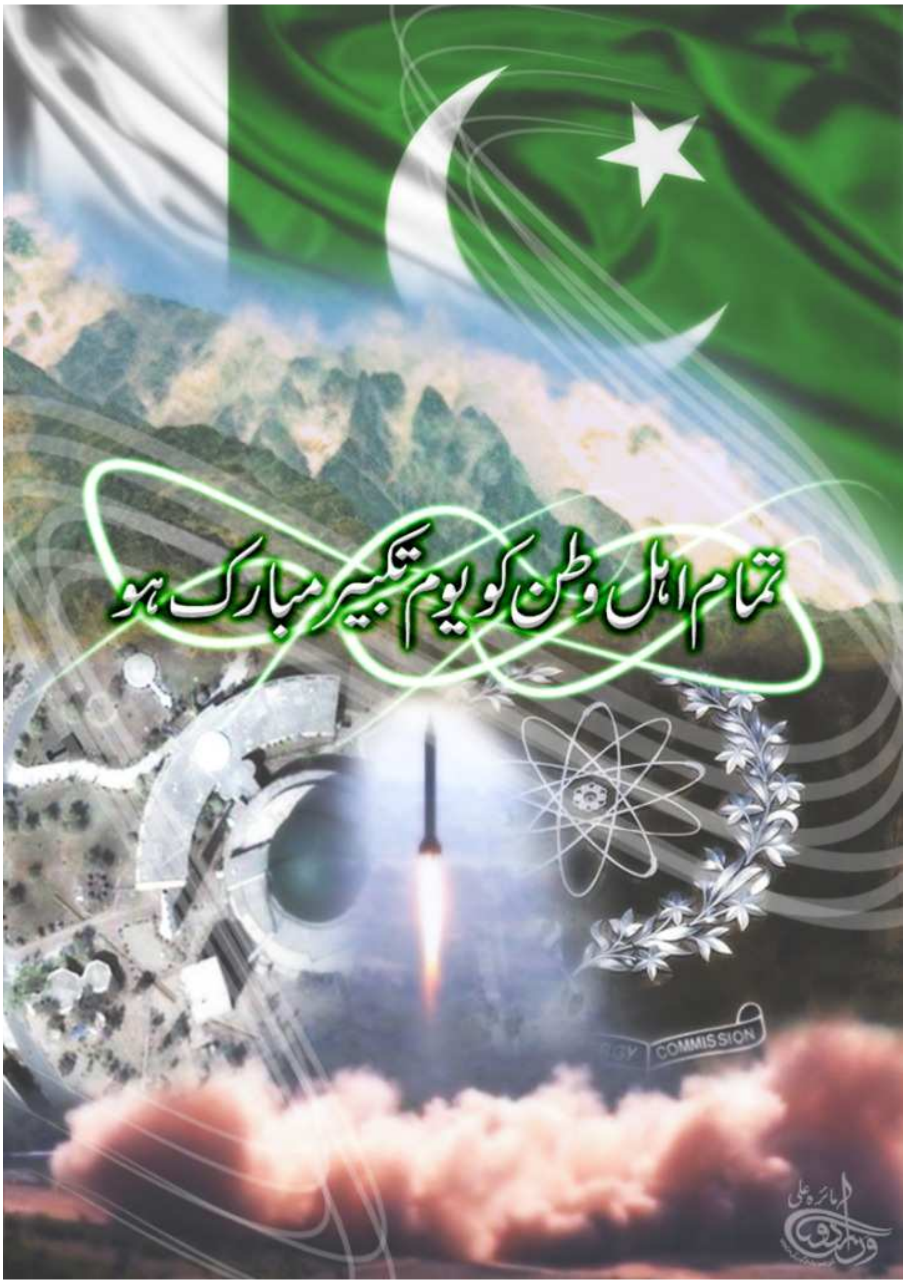

سرپرست اعلیٰ: سائٹ ایڈمن

مدیران اعلیٰ: یاز غل، سمارا

معاون مدیران: عمران نئیر خان، صدیقی، نوما، امان، حفیظ توقیر

میگزین ڈیزائنرز: حرفِ دُعا، ھوشربا، فائزہ صدف، اسمائلنگ آئیز، سمارا، حفیظ توقیر

کوآرڈینیشن مینیجر: سعدیہ محمد

اکاؤنٹ مینیجر: محسنہ

اس شمارے میں

ابتدائی صفحات

عرضِ حال	سمارا	3
آیتِ مبارکہ، حدیثِ نبوی	محسنہ	4
حمدِ باری تعالٰی	فرید ندوی	5
نعت: شریکِ بزم ہوں	حسن آتس چاپدانوی	5
نعت: یارسول اللہ	کشتاج	5

تبصرہ جات

تبصرہ	فارس	6
تبصرہ	کائنات	6
تبصرہ	سلمان سلو	7
تبصرہ	مریم سمیر	7
تبصرہ	سدرہ	8

اسلام

اِسراء اور معراج: ایک عظیم معجزہ	احمد غزنوی	9
واقعہ معراج شریف	سلمان سلو	13
انتخاب: یہ جہاں چیز ہے کیا؟	فرید ندوی	18

اردو ادب

پہچان	ارم نزیر	20
تعلیم: آگاہی کا سرچشمہ	آمنہ احمد	21
بنیاد پرست	ندیم اختر	22
جن گزشت	موناسید	25
کچھ غم اس طرح کے	قانتہ رابعہ	29
بند دروازہ	بنتِ احمد	31
فائدہ	سحر آزاد	32
بلاعنوان	رمیصہ	33
بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کی اہمیت	سمارا	34

مزاحیہ تحاریر

ہم نے "ان" کو خط لکھا	محمد اجمل انجم	35
محاوراتی دنیا۔۔۔ فرضی داستاں	کشتاج	35

ون اردو نمائندگانِ خصوصی

کتاب میلہ پنجاب یونیورسٹی 2011	عامر جہاں	37
مکتوب ورجینیا، امریکی پارک	نور العین ساحرہ	39

اردو شاعری

غزلیات

جن کو ہم زیست کا ایمان بنا لیتے ہیں	ندا سلیمان	40
دل میں اندوہِ نہاں، دیکھیے کب تک رہے	ندا سلیمان	40
میرے لفظوں سے اسے نکھرا دیکھو	سحر آزاد	41
بہت سے ویران گھر بسائیں گے	فرید ندوی	41
زندگی میں پہلی بار یہ دل میرا یوں دھڑکا ہے	اعجاز احمد لودھی	41
وقتِ رخصت نقاب تھی باقی	حسن آتش چاپدانوی	42

منظومات

سرما کا چاند	کائنات بشیر	43
میں ایک جھوٹ جیتی ہوں	رافعہ خان	43
یہ تُو نہیں ہے	رافعہ خان	43

مزاحیہ شاعری

آج اور کل	سلمان سلو	44
مزاحیہ کلام	نوید ظفر کیانی	44
مزاحیہ انتخاب	احمد علوی	45
اس ماہ کی شاعرہ: نزہت عباسی	نزہت عباسی	46

سائنس و آئی ٹی

ٹپس اینڈ ٹرکس	ابن توقیر	47
ٹیکنالوجی کے میدان سے	ابن توقیر	48
چیونٹیوں کی اجتماعی جدوجہد	ادارہ	49

خواتین سیکشن

ترکیب فیٹا ئرپائی	وجیہہ	50
ترکیب ٹمپورا	نور العین ساحرہ	50
گرمیوں کی ٹپس	وجیہہ	51
سردیوں کی افادیت	ہما جاوید	51

انٹرٹینمنٹ سیکشن

جھرنا	دلپسند سیال	52

اسپورٹس سیکشن

پاکستان ہاکی اعداد و شمار	ابن توقیر	54
ڈیگو میراڈونا	یاز غل	55

عرضِ حال

السلام علیکم محترم قارئین!

جون کی تپتی دھوپ میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے یعنی ماہنامہ ون اردو کے نئے شمارے کے ساتھ حاضر ہیں۔ امید کرتے ہیں شمارے میں شامل آپ کے اپنے قلم سے نکلنے والی تحاریر موسم کی سختی کو کم کرنے میں مدد دیں گی۔

ہر طرف ملک بھر کے تیزی سے خراب ہونے والے حالات کا ذکر ہے۔ اس صورتحال کو کوئی بین الاقوامی سازشوں کے تناظر میں دیکھتا ہے اور کوئی اپنے حکمرانوں، اداروں اور ایجنسیوں کو ان مسائل کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ کہیں بجلی کی کمی سے پریشانی ہے تو کہیں تعلیم کی کمی کا رونا ہے۔ کسی کو حکمرانوں کی نااہلی سے شکایت ہے تو کوئی ملک میں موجود بدعنوانی کا شکار ہے۔

بلاشبہ مملکت پاکستان اس وقت انتہائی مشکل اور کٹھن صورتحال سے گزر رہی ہے۔ کہتے ہیں ایسے لمحات ہی قوموں کی آزمائش ہوتے ہیں۔ سونے کو جب تک بھٹی میں نہ پکایا جائے وہ کندن نہیں بنتا۔ اگرچہ ساٹھ سال قوموں کی تاریخ میں کوئی لمبا عرصہ نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر صرف خرابیوں کا رونا رویا جائے اور بہتری لانے کے لئے خود کوئی عمل نہ کیا جائے تو تبدیلی لانے کے لئے قیامت تک کا عرصہ بھی کم ہے۔

ارشادِ ربانی ہے،

"انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔"

علامہ اقبال فرماتے ہیں

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

آیئے مل کر سوچتے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل کس چیز میں ہے۔ پریشانیوں کا ذکر کرتے رہنے میں، دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنے میں یا اسے دور کرنے کے لئے کوشش کرنے میں۔

یاد رکھیں عمل کا ایک لمحہ رات بھر کے وعظ پر بھاری ہے۔

والسلام

سمارا

مدیرِ اعلٰی

ماہنامہ ون اردو

آیت مبارکہ:

ٱللَّهُ يَبسُطُ ٱلرِّزقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقدِرُ وَفَرِحُواْ بِٱلحَيَوٰةِ ٱلدُّنيَا وَمَا ٱلحَيَوٰةُ ٱلدُّنيَا فِى ٱلأَخِرَةِ إِلَّا مَتَـٰعٌ (سورہ رعد: آیت ۲۶)

ترجمہ: اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے (رحمت اور غضب کا یہ معیار نہیں ہے) یہ لوگ دُنیاوی زندگی پر خوش ہوتے ہیں۔(اور اُس کے عیش و عشرت راحت وآرام پر اتراتے ہیں) حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دُنیاوی زندگی ایک متاع قلیل ہے (کچھ بھی نہیں ہے چند روزہ زندگی کے دن کاٹنے ہیں جس طرح بھی گزر جائیں)۔

حدیث نبوی ﷺ:

حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابورزین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس سے اس چیز پر قدرت ہو جائے جو دارین کی خیر کا سبب ہو اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلس اختیار کر اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جس قدر بھی تُو کر سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دیتا رہا کر اور اللہ کے لئے دوستی کر اور اسی کے لئے دُشمنی کر۔(یعنی جس سے دوستی یا دشمنی ہو وہ اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو اپنے نفس کے واسطے نہ ہو۔)(مشکوٰۃ)

(مراسلہ: محسنہ)

حمدِ باری تعالیٰ

خدا کا ذکر جو کیف و سرور دیتا ہے
کہاں سرور وہ جامِ طہور دیتا ہے
جو صدق دل سے کرے جستجو ہدایت کی
اسے خدا بھی ہدایت ضرور دیتا ہے
خوشا سرورِ رہِ عشقِ رب، کہ ہر لمحہ
مشاہداتِ تجلّیٔ طور دیتا ہے
اُسی کے سامنے ہر عجز، ہر تذلل ہے
"جو بندگی کو ہدایت کا نور دیتا ہے"
کسی کو صبر و رضا سے نوازتا ہے خدا
کسی کو فتنۂ حور و قصور دیتا ہے
کسی کو دیتا ہے شانِ عصائے موسیٰ بھی
اگر کسی کو سرِ پُر غرور دیتا ہے
کسی کو نعمتِ اولاد سے کرے محروم
جسے وہ چاہے اناث و ذکور دیتا ہے
اُسی کا مظہرِ قدرت ہے حسنِ ارض و سماء
جو خود حجابی کو رنگِ ظہور دیتا ہے
تمام خلق اُسی کی ثنا میں ہے مصروف
ہمیں پیام یہ لحنِ طیور دیتا ہے
وہی عدم کو لباسِ وجود پہنا کر
صفائے قلب و جلائے شعور دیتا ہے
وہ اُس نے دی ہمیں نورِ بصیرت و دانش
کہ ہر قدم پہ مرا قلب نور دیتا ہے
ہر ایک فیصلہ اُس کا ہے عدل پر مبنی
سزا بھی عدل سے ربِّ غفور دیتا ہے
غنیٰ میں بھی وہ بہکنے ہمیں نہیں دیتا
ہو فقر و فاقہ تو فقرِ غیور دیتا ہے
یہ ذکرِ رب کی حلاوت کا ہے اثر کہ مجھے
کہیں بھی جاؤں تو کیفِ حضور دیتا ہے
ہزار بار میں کعبے سے آؤں، پھر جاؤں
صدا ہمیشہ دلِ ناصبور دیتا ہے
وہ ایک ہے کوئی اس کا شریکِ کار نہیں
وہ کب کسی کو جہاں پر عبور دیتا ہے
وہ اپنے فضل سے ہو جائے مہرباں جس پر
اسے ورائے حدود و ثغور دیتا ہے
کبھی وہ نشّہ ہرن کر کے کج کلاہوں کے
ضعیف ہاتھوں میں نظمِ امور دیتا ہے
عطائے عام سے وہ اپنے سارے بندوں کو
قریب اس سے رہیں یا کہ دور، دیتا ہے
(فرید ندوی)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شریکِ بزم ہوں ایمان کی جلا کے لیے
"سجی ہے محفلِ کونین مصطفیٰ کے لیے
نہیں ہے خوف اگر ظلمتوں کے ڈیرے ہوں
تمہارا نام ہی کافی ہمیں ضیا کے لیے
اسیرِ کرب و بلا ہوں ابھی زمانے میں
نظر ٹکی ہے ترے در پہ آسرا کے لیے
ہے شوقِ دید نہاں قلب میں مرے مولا
کبھی مدینے بلالیجئے خدا کے لیے
تلاش میں کوئی نکلا جو کبھی خالق کی
گزرتا ہے تری منزل سے راستہ کے لیے
نظر کے سامنے ہو میری گنبدِ خضریٰ
دعا بدست ہوں آقا تری رضا کے لیے
خدا ہی جانے مکمل وجود کا عالم
فقط اشارہ ہی کافی ہے معجزہ کے لیے
حسن بھی مداح سراؤں میں ہو گیا شامل
زباں ہے میری فقط آپ کی ثنا کے لیے
(حسن آتش چاپدانوی)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یارسول اللہ ہر دم آپ ہی حق کی صدا
ہے سبھی پیغمبروں میں آپ کا منصب جدا

گرتے سجدوں میں حجر چلتے اشاروں پر شجر
یا محمّد (ص) آپ پر ہوتی ہے ہر ایک شے فدا

ماہ کے ٹکڑے کیئے جب آپ کی انگلی اٹھی
معجزہ یہ بھول ہی سکتی نہیں خلقِ خدا

میں بھنور میں تو پھنسا ہوں ڈر نہیں لیکن مجھے
ہیں محمّد مصطفیٰ کشتی کے میری ناخدا

آپ کے کردار کی عظمت و خوبی دیکھئے
آئے جو دشمن اگر تو بھی بچھا دیتے ردا

ہیں کریمِ کشورِ کُل آپ آقا، اس لئے
بھیک لینے آگیا ہے آپ کے در پر گدا
(کشاج)

تبصرہ جات

تبصرہ: فارس

السلام علیکم

میگزین کھولا اور پہلی نگاہ پڑی پھولوں سے آراستہ سرورق پر۔ ڈیزائننگ ٹیم کی کاوش اس بار بھی بہت عمدہ رہی۔

سادہ سے رنگوں سے سجا سرورق بہت عمدہ لگا۔ سرورق سے پھسلے تو جا کر کے فہرست پر۔ ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ بہت سے پرانے ناموں کے ساتھ کچھ نئے نام (میری حد تک) دیکھ کر کافی اچھا محسوس ہوا۔

فہرست سے بھاگے تو پہلا سٹاپ سمارا آپی کی عرض حال پر لگا۔ مختصر مگر جامع انداز میں لکھا عرض حال بہت ہی پروفیشنل لگا۔ محسنہ سس کی دی گئی آیت اور حدیث بہت ہی ایمان افروز اور حسب حال لگیں۔ حمد اور نعت میں فرید بھائی نے ہمیشہ کی طرح بہت ہی اعلٰی کلام پیش کیا۔

خاص کر ان کا شعر

ہے شانِ نبی ﷺ اس سے کہیں برتر و بالا
الفاظ میں دنیا نے جو اظہار کیا ہے

بہت ہی پسند آیا۔

تبصروں میں حنا آپی کا تبصرہ اچھا لگا انیلا اور امیرہ سس نے بھی عمدگی سے خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کیا۔

(اگرچہ میں نے صرف میگ پر تبصرہ کرنا تھا لیکن تبصروں پر تبصرہ خود ہی کر دیا۔)۔

اردو ادب سیکشن میں احسان بھائی کی اجارہ داری رہی۔ اور ان کی تحریر بے جی کی تتلیاں بہت پسند آئی۔

آمنہ آپا، رافعہ سس اور مون سس کی تحریریں بھی بہت عمدہ رہیں۔

نایاب سس کا سفر نامہ ہمیشہ کی طرح بہت مزیدار رہا۔

جبکہ ندیم بھائی کا ترجمہ شدہ ناول تو پسند نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مزاحیہ سیکشن میں کش سس کی تحریر اچھی رہی۔

ادب کے بعد ہم شاعری سیکشن میں جا کر رکے۔ جسے نہ جانے کیوں خارج از ادب کر دیا گیا تھا۔ اور یہ بے چارہ سیکشن اس پر کافی آزردہ نظر آتا تھا۔

فرید بھائی اور ندا سس حسب توقع شاعری سیکشن کی جان رہے۔ اور مزاحیہ شاعری تو تھی ہی نوید ظفر بھائی کی خوب۔ نوید بھائی دعا کریں وہ وقت نہ آئے کہ جانگیہ قومی لباس ہو۔ اب تو فوڈ سٹریٹ میں بھی نیکر پہن کر جانے پر پابندی ہے۔

خواتین سیکشن میں لالہ رخ سس نے بیننگن کو مزیدار کرنے کی ناکام کوشش نہایت عمدگی اور نیک نیتی سے کی۔

انٹرٹینمنٹ سیکشن میں مون سس کی تحریر پڑھ کر اچھا لگا۔

سوال جواب کا سلسلہ بھی نہایت دلچسپ رہا۔

سالگرہ سیکشن میں سب سے اچھی چیز وہاں لگی تصویر لگی۔۔۔ غباروں والی نہیں وہ جو بچے نیچے بیٹھے تھے وہ بہت پسند آئے۔ ایک بار پھر ڈیزائننگ ٹیم کو مبارکباد۔

ہما آپی نے گزرے سال کی کارکردگی کو بہت ہی عمدگی سے الفاظ میں ڈھالا۔

رافعہ سس نے بہت عمدگی سے رائٹرز سوسائٹی کا جائزہ پیش کیا۔ جبکہ کائنات سس کی ڈائیریاں پڑھ کر بہت ہی مزہ آیا۔

مجموعی طور پر یہ شمارہ بہت ہی عمدہ اور مزیدار رہا۔

اگرچہ میں کم کم ہی پڑھتا ہوں لیکن یہ شمارہ تمام پڑھا۔

اس شاندار کاوش پر بلاشبہ تمام میگزین ٹیم اور ڈریزائننگ ٹیم مبارکباد اور ستائش کی مستحق ہے۔

تفنن برطرف۔ ون اردو میگزین نے ایک لمبا اور مشکلات سے بھرا سفر طے کیا ہے۔ اور آج یہ جس مقام پر ہے اس کے کرتا دھرتا یقیناً اس پر فخر کرتے ہوں گے۔

اور وہ تمام لوگ جو اس پر اپنا قیمتی وقت لگاتے ہیں بنا کسی لالچ یا فائدے کے لائق صد تحسین ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ کریم اس سفر کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وعلیکم السلام

کم کم پڑھنے کے باوجود تفصیلی تبصرے، پسندیدگی اور نیک تمناؤں کے لئے بہت شکریہ۔ مصنفین اور ڈیزائننگ ٹیم تک آپ کی ستائش ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ آئندہ بھی آپ کے تبصرے کا انتظار رہے گا۔

☆---☆---☆

تبصرہ: کائنات

السلام علیکم،

بہار کے دلفریب رنگوں سے مزین ون اردو میگ ایک خوشگوار گھڑی کی طرح آیا۔ عرض حال بھی ہمارے حسب حال رہا۔ چار سال پہلے زندگی ایک اور ہی ڈگر پر رواں دواں تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ زندگی کا ایک اہم موڑ آنے والا ہے۔ اور وہ موڑ ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ جس نے دنیا بھر سے ہم مزاج، ہم ذوق مہربانوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ آج کسی کو ون اردو گھر کی طرح لگتا ہے، تو کسی کو یونیورسٹی کی طرح، کسی کو وقت کا بہترین مصرف،

گو یہ میگ کا آٹھواں شمارا ہے۔ مگر ابھی تک اس نے اپنا اچھوتا اور نیا پن نہیں کھویا۔ اس کی آمد سے چند روز قبل ہی اسکا انتظار اسکی کامیابی کی دلیل ہے۔ ورنہ نیٹ کی دنیا میں اب نہ تو میگزین کی کمی ہے اور نہ ہی کتابوں کی۔ اور ہر بار اسمیں کچھ نیا ملنے اور پانے کی امید بھی اسکی اہمیت اجاگر کرتی ہے۔ دعا ہے کہ ون اردو میگ یکسانیت کا شکار نہ ہو۔ اور اللہ کے فضل سے دن بدن ترقی کی جانب گامزن رہے۔ آمین

میگ کی خوبصورتی میں یقیناً ڈیزائننگ ٹیم کی بہت محنت شامل ہے۔ اور ہر بار کچھ نیا کرنے کی کاوش بہت عمدہ۔ انھیں بہت مبارک ہو، انکی محنت کے بعد ایک خوبصورتی کا احساس دیتا میگ جب اپنے سامنے پاتی ہوں تو یہ کسی بھی پروفیشنل میگ سے کم نہیں لگتا۔

اے عمرِ رواں آہستہ چل۔۔۔ بہت ہی عمدہ نظم لگی۔ یہ ابھی ون اردو پر ہوئے حالیہ سالگرہ مشاعرے میں شامل ہوئی تھی۔ شومئ قسمت میں ہی اس مشاعرے کی میزبان تھی۔ مجھے یاد ہے رافعہ خان، خسرو بھائی، ماظق بھائی، احسان سحر، جویاں، صبیح، کشور کے بعد یہ شاعرہ کچھ جھجھکتی ہوئی آئی تھیں۔ اور کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے اتنی خوبصورت نظم پیش کی۔ تو ندا سلیمان نہ صرف ایک اچھی شاعرہ ہیں، بلکہ نثر بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ ان کا مضمون۔۔۔ "انسان ہمیشہ ناخوش کیوں رہتا ہے"۔۔۔ یہ جاننا بھی آج کے دور کی اہم ضرورت ہے۔ جو انھوں نے اس طرف خوب توجہ دلوائی۔ "میری جنت کا راستہ" ایک معاشرتی اور مذہبی نکتے کو واضح کرتی تحریر تھی جو کمال عمدگی سے لکھی گئی اور احسان سحر بھائی کی تحریر "بے جی کی تتلیاں" دیکھ کر بہت خوشی محسوس ہوئی۔ رائیٹر کا مشاہدہ اس تحریر سے واضح ہے۔ اور "بابا ینگ ملنگ" تحریر دیکھ کر انکی مزاح کی حس کو بھی داد دینی پڑے گی۔

نوید ظفر کیانی بھائی نے بھی اردو میگ کے پیج پر خوب رونق دی۔

آپکے سوال ہمارے جواب میں صنوبر کے سوالات بہت اچھے تھے۔

اس بار شمارے میں مجھے دو چیزوں کی کمی سی محسوس ہوئی۔ ایک تو فلمی مواد کی۔ جو سرے سے غائب تھا۔ کیونکہ اب عادت سی پڑ گئی ہے ہر بار اس نگری کے مکینوں کے بارے میں جاننے کی۔۔۔

اور دوسری کمی لگی کچن میں۔۔۔ جب بہار آتی ہے تو ہر طرف آتی ہے۔ اس کی خوشنمائی اور رنگینی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے لیکن کچن کا حال دیکھ کر پہلی نظر تو لگا کہ مہنگائی مار گئی یا کچھ ڈائٹ کا سماں دکھائی دیا۔ ورنہ بہار میں تو موتیوں والی بریانی، شعلہ کباب، خوشبو دار تکے، حلیم لکھنوی، اچار چکن، راجستھانی سیخ کباب، روغنی نان،

دو تین طرح کی سلاد، رائتہ، دو تین میٹھی ڈش فرنی، زردہ کوئی کیک تو ہونے چاہیے تھے۔ آخر پڑھنے والوں کی بھی اتنی نظر مممم محنت لگتی ہے اور ان کے دل اور زبان کو بھی طاقت چاہیے ہوتی ہے۔ بندہ سوچے اگر بجٹ کا ہی موڈ تھا یا گوشت کا ناغہ تھا تو کوئی نورتن ہانڈی ہی پکا لیتے۔ ملکہ مسور یا دال مکھنی بنا لیتے، روغنی روٹی بنا لیتے۔ ایک ہی ڈش بنی اور وہ بھی بینگن جو بہتوں کو پسند ہی نہیں۔ چلیں میرا کیا ہے، میں تو والد صاحب کے بتائے صبر شکر کے مطابق آنکھیں بند کر کے اسے بینگن کا بھرتہ سمجھ کر کھا لوں گی۔ پر تیرا کیا ہو گا سانبھا؟

اس بار رائیٹر سوسائیٹی والوں نے بھی میگ میں اپنا جلوہ دکھایا۔۔ اچھا لگا ان کی طرف سے سب جان کر،

اجازت چاہوں گی ملوں گی پھر اسی جگہ اسی مقام پر اگلے کسی میگ میں تبصرے کے ساتھ۔

وعلیکم السلام

آپ کی آمد کے لئے بے حد شکریہ۔ یہ ہماری بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے قدر دان میگزین کے قاری ہیں۔ آپ کی داد و تحسین شعراء اور مصنفین تک پہنچ جائے گی۔ فوڈ کارنر کے بارے میں آپ کے دلچسپ تبصرے نے تو ہمیں بھی اس بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی بہتری پائیں گی۔ انٹرٹینمنٹ سیکشن والے کچھ مصروفیت کی بنا پر وقت نہیں دے پائے۔

☆---☆---☆

تبصرہ: سلمان سلو

السلام علیکم

سب سے پہلے سرورق و اندرونی صفحات کا بغور جائزہ لیا۔ لے آؤٹ، ٹیکسٹ و تصویروں کو خوبصورتی سے سیٹ کیا گیا ہے۔۔ بہت خوب، ڈیزائننگ ٹیم حرف دعا اینڈ کمپنی مبارکباد کی مستحق ہیں۔۔۔ اک گذارش ہے سرورق کو اندرونی صفحات کے مقابلے میں ذرا شوخ ڈیزائن کیا کیجیے۔۔۔ عرض حال میں سارا سسٹر گذشتہ چار سالوں کے احوال بیان کرتیں نظر آئیں۔ آخری جملہ کافی اچھا لگا کہ ون اردو ممبران نے ون اردو سائٹ کو "ون اردو" بنایا۔۔۔ محسنہ بہن کی شیئر کی گئی آیت مبارکہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خسرو بھائی کی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہونے کے بعد تبصرہ جات پر اک نظر دوڑائی۔۔ پھر اپنے پسندیدہ شعبہ "اسلام" کا رخ کیا۔۔ جہاں ندا سلیمان اسلامی مضمون "انسان ہمیشہ ناخوش کیوں رہتا ہے؟" اور سمیر "اسلام دشمن فرقے" کے ساتھ موجود تھے۔۔۔ دونوں مضامین خوب تھے۔۔۔ خصوصاً ندا سلیمان کا مضمون کافی پسند آیا۔ اک گذارش ہے براہ مہربانی مضمون میں قرآن پاک اور حدیث شریف کے حوالے بھی دیا کیجیے۔ جو بات کہی جا رہی ہو اس بات کی مناسبت سے قرآن شریف و حدیث شریف سے دلائل دیا کیجیے۔۔۔ انشائیے میں سحر آزاد بھائی کی "اللہ کے دوستوں کے ساتھ ایک دن" میں محنت کشوں کے بارے میں اچھا لکھا معلومات سے بھرپور تحریر تھی ویل ڈن۔۔۔ جنگ ستمبر کے حوالے سے لالا رخ کی تحریر کردہ واقعہ واقعی ناقابل یقین رہا۔۔ ویل ڈن۔۔۔

افسانوں میں فوزان سسٹر کا افسانہ "میری جنت کا راستہ" سپر ہٹ رہا۔ ان عورتوں کے لئے بطور خاص جو بیٹیوں کو بوجھ سمجھتی ہیں اور ان کی پیدائش پر آنسو بہاتی ہیں۔ جس حدیث کا حوالہ دیا گیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جس میں دو بیٹیوں، دو بہنیں ہوں، دو پھوپھیاں ہوں یا دو خالائیں ہوں، کی کفالت کا بھی ذکر ہے۔۔ سحر آزاد بھائی کا افسانہ "کسی نے کچھ کر رکھا ہے" بھی دلچسپ رہا۔ کریکٹرز کے درمیان مکالمے خاصے دلچسپ لگے۔۔ گو انجام سے میں کچھ اتفاق نہ کر پایا بہر حال اچھی کوشش تھی۔۔۔ رافعہ خان بہن نے اپنی روایت برقرار رکھی اور اس بار بھی ایسا افسانہ تحریر کیا جو ہمارے سر کے اوپر سے ہی گزر گیا۔ اب معلوم نہیں قصور ہمارے سر کا ہے یا افسانے کا، بہر حال گزارش ہے افسانہ ایسا تحریر کیا کریں کہ سب خاص و عام کی بدھیوں میں بآسانی سما سکے۔

مون نے ایرن لی رالسٹن کی آپ بیتی لکھی۔ 127 آورز مووی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا سو یہ آپ بیتی اچھی لگی۔۔ ویل ڈن مون، اک گزارش ہے، "اب میں باقی کا اینڈ لکھنے لگی ہوں مختصر ترین الفاظ میں کہ تفصیل سے لکھنے کا حوصلہ نہیں مجھ میں" ریویو میں اسطرح کے جملے لکھنے سے گریز کیا کیجیے۔۔۔ در نایاب نے سفر نامے میں کراچی اور قاہرہ کا موزانہ کیا۔ قاہرہ، کراچی کی خاک پا بھی نہیں، وہاں نیل تو یہاں سمندر، وہاں اہرام میں فرعونوں کی ممیاں ہیں تو یہاں زندہ فرعون پھرتے ہیں۔۔ اچھا سفر نامہ تھا۔۔ ڈیزائننگ ٹیم متوجہ ہوں سفر نامے میں ٹیکسٹ کے اوپر تصویر چسپاں کی گئی ہے جس سے ٹیکسٹ چھپ گئی ہے۔۔ بابا بنگ ملنگ از احسان اللہ اور "انوکھی استادکیاء" از کشتاج دلچسپ تحریریں تھیں۔۔ شعر و شاعری میں ندا سلیمان، فرید ندوی، حسن آتش چاپدانوی اور نوید ظفر کیانی بھائی کی شاعری پسند آئی، خاص طور پر کیانی بھائی کی مزاحیہ شاعری بہت زبردست تھی۔۔۔ لالا رخ نے "مزیدار بیگن" بنا کر ثابت کر دیا کہ سبزیاں سب مزیدار ہوتی ہیں فقط ریسپی اچھی ہونی چاہیے۔

"سوال آپ کے جواب ہمارے میں" جوابات بہت دلچسپ لگے۔۔ ون اردو سالگرہ تحریروں میں کائنات بشیر بہن کی "ایک ڈائری" بے حد خوبصورت و دلچسپ تحریر رہی۔ ویری ویل ڈن کائنات بہن۔۔۔ ہما جاوید آپی نے یہ اطلاع بہم پہنچا کر حیران کر دیا کہ کمپوزنگ مشن میں 1400 ناولوں کی کمپوزنگ ہوئیں۔۔ رافعہ خان بہن نے ون اردو رائٹرز سوسائٹی کی اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالیں تو دوسری طرف فوزان بہن نے سال بھر کی رپورٹ پیش کی۔۔۔ ویل ڈن۔۔ اوور آل شمارہ کافی اچھا تھا۔

آخر میں چند گزارشات و تجاویز۔۔۔۔۔ ندیم اختر بھائی سے معذرت کے ساتھ، بنیاد پرست کو اک خوبصورت موڑ دے کر ختم کیا جائے اس کی جگہ کوئی اور مفید سلسلہ شروع کیا جائے جو دلچسپ بھی ہو۔۔۔ میگزین میں سائنسی تحریروں کی بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔۔ سارا سسٹر اس طرف توجہ دیجیے پلیز۔۔۔ سیکھو اور سکھاؤ کا کوئی سلسلہ شروع کیا جائے جہاں اردو گرامر یا شاعری یا ون اردو یونیورسٹی میں سے کوئی بھی کورس شروع کیا جائے۔۔۔ فلمی ہیروز کے بجائے قومی ہیروز پر تحریریں لکھی جائیں۔ ون اردو ممبرز کے اپنے تحریر کردہ انٹرویوز "مجھ سے ملیں" وغیرہ کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

وعلیکم السلام

اتنے تفصیلی اور ناقدانہ تجزیے کے لئے بہت شکریہ کہ انہی تجاویز سے آگے بڑھنے میں مدد ملتی ہے۔ آپ کی رائے ان سطور کے ذریعے میگزین ٹیم، ڈیزائننگ ٹیم، اور مصنفین تک پہنچ جائے گی۔ بنیاد پرست، محسن حامد کے مشہور انگریزی ناول کا اردو ترجمہ ہے اور قارئین میں بہت مقبول ہے۔ سائنس سیکشن کے بارے میں آپ کی شکایت کا اس دفعہ ازالہ ہو جائے گا۔ آپ کی تجاویز اچھی ہیں۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کی طرف سے فیڈبیک موصول ہوتی رہے گی۔

☆---☆---☆

تبصرہ: مریم سمیر

السلام علیکم۔۔ کیسی ہیں آپ اور میگ کی پوری ٹیم۔۔۔ میرے سامنے ون اردو کا نواں شمارہ ہے۔۔۔۔ سچ تو یہ ہے کہ پی سی پر بیٹھ کر مطالعہ مشکل کام ہے۔۔ اور میں سرسری طور پر ہی دیکھتی ہوں۔۔ اس دفعہ پہلی بار سارے میگ کو دیکھا اور پڑھا۔۔ آئم سرپرائزڈ۔۔ اور فیل ساری کہ اتنا عرصہ خود کو لکھنے سے محروم رکھا۔۔۔

سب سے پہلے تو ڈھیروں مبارک۔۔ اور نیک خواہشات۔۔۔۔۔ میگ اور اس کی محنتی ٹیم کے لئے۔۔ میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ سائٹ اور یہ میگ سب سے منفرد ہے۔۔ اور کوئی مقابلہ نہیں۔۔ اتنا زبردست فونٹ، ڈیزائننگ۔ رائٹنگ۔۔۔ سب کچھ فیبیلس۔۔۔

ندا کی تحاریر۔۔۔۔ مون کا تبصرہ۔۔۔۔ مجھے وہ شوبز کی کوئی اینلائزر لگی۔۔۔۔ سمیر کی تحریر بھی زبردست تھی۔۔۔ پوئٹری تو اچھی تھی لیکن۔۔۔ اس کے علاوہ اشعار کا صفحہ ہوتا تو اچھا تھا۔۔ آمنہ آپی کی تحریر اور عنوان دونوں منفرد تھے۔۔

بس جتنا پڑھا، اسی پر لکھ رہی ہوں۔۔۔ اور ان شاءاللہ لکھتی رہوں گی۔۔۔ ایک بار پھر سب لکھنے والوں کو مبارک۔۔۔ اور ون اردو میگ کی منیجمنٹ ٹیم کا شکریہ۔۔۔ اتنا اچھا میگ نکالنے پر۔۔۔۔

والسلام۔۔۔۔ مریم سمیر

وعلیکم السلام

الحمدللہ، پوری میگزین ٹیم بخیریت ہے اور بہتر سے بہتر شمارہ پیش کرنے کے لئے پُر عزم ہے۔ خوشی ہوئی کہ آپ نے پہلی مرتبہ میگزین پڑھا اور آپ کو پسند آیا۔ مصنفین تک آپ کی پسندیدگی پہنچ جائے گی۔ آپ تو خود بہت اچھی مصنفہ ہیں۔ ہم اس وقت کا انتظار کریں گے جب آپ کی کوئی تحریر ہمارے میگزین کی زینت بنے۔ تشریف آوری کے لئے بے حد شکریہ۔

☆---☆---☆

تبصرہ: سدرہ

السلام علیکم،

اس بار اپریل کے شمارے کا ٹائٹل موجودہ حالات کے مطابق لگا۔ عرض حال سے ہوتے ہوئے محسنہ سس کی شیئر کی ہوئی آیت مبارکہ اور احادیث پڑھ کے ایمان تازہ کیا۔ اسلامی تحاریر میں ندا سلیمان اور سمیر بھائی کی تحریں اچھی تھیں۔ ایک گذارش ہے کہ جب بھی اسلامی تاریخ کے اوپر جو بہن بھائی بھی لکھیں پلیز تحریر کے آخر میں حوالہ جات ضرور لکھیں، اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو یہ کہ اگر قاری اس موضوع پہ مزید تحقیق کرنا چاہے تو حوالہ سامنے ہو گا، دوسرا اس سے یہ بھی پتا چلے گا کہ لکھنے والے نے واقعی اس پہ تحقیق کی ہے اور تحریر کے مستند ہونے کا ثبوت بھی ہو سکتا ہے۔

انشائیہ میں آزاد بھائی کی تحریر کافی اچھی اور معلوماتی تھی۔ بنیاد پرست اچھا جا رہا ہے۔ آمنہ جی اور رافعہ سس کی تحاریر ہمیشہ کی طرح بہترین لگیں۔ سحر آزاد بھائی کی بے جی کی تتلیاں ایک اچھی تحریر تھی۔

اس کے بعد متفرق تحاریر میں مون کی تحریر ایرن لی رالسٹن پڑھ کے ایرن کی بے بسی کو محسوس کرتے ہوئے احساسات بیان سے باہر تھے۔ درنایاب کا لکھا ہوا سفرنامہ ہمیشہ کی طرح دلچسپ لگا۔ کشمش کی تحریر اور کارٹون دونوں ہی مذیدار لگے۔ اسکے بعد ہم نے شاعری سیکشن کے اوپر سے ایک لمبی چھلانگ لگاتے ہوئے کچن سیکشن میں لینڈ کیا اور لالارخ کے بیگنوں کی ترکیب سے مستفید ہوئے۔ سوال آپ کے اور اسکے چٹپٹے جوابات پڑھ کے بہت مزہ آیا۔ ون اردو سالگرہ تحاریر بہت اچھی اور حوصلہ افزا تھیں۔ جبکہ کائنات بشیر کی اک ڈائری ایک دلچسپ تحریر لگی۔ پورے میگزین میں شیئر کیے گے اقتباسات، آیات اور احادیث مبارکہ پڑھ کے بہت اچھا لگا۔ آخر میں ڈیزائنگ ٹیم، میگ کی ٹیم اور تمام لکھنے والوں کو اتنا اچھا شمارہ پیش کرنے کے لیے میری طرف سے بہت بہت مبارکباد۔ خدا سے دعا ہے کہ ایک دن ون اردو میگ کا شمار چوٹی کے میگزینز میں ہو۔ (آمین)۔

وعلیکم السلام

آپ کی آمد اور ماہنامے کی پسندیدگی کے لئے بہت شکریہ۔ اسلامی تحاریر کے بارے میں آپ کا پیش کردہ نقطہ اہم ہے۔ اس کی طرف آئندہ توجہ دی جائے گی۔ نیک تمناؤں کے لئے شکریہ۔

☆---☆---☆

آبِ گم از مشتاق احمد یوسفی سے اقتباس

پانچویں جماعت میں، میں نے ایک دفعہ شاہ جہاں کے باپ کا نام ہمایوں بتا دیا تھا اور ماسٹر فاخر حسین نے مرغا بنا دیا تھا۔ وہ سمجھے میں مذاق کر رہا ہوں یہ غلطی نہ بھی کرتا تو اور کسی بات پر مرغا بنا دیتے۔

اپنا تو طالب علمی کا زمانہ اسی پوز میں گزرا۔ بینچ پر آنا تو اس وقت نصیب ہوتا تھا جب ماسٹر کہتا کہ، "اب بینچ پر کھڑے ہو جاؤ،" اب بھی کبھی کبھی طالب علمی کے زمانے کے خواب آتے ہیں تو یا تو خود کو مرغا بنے دیکھتا ہوں یا اخبار پڑھتا ہوا دیکھتا ہوں، جس میں میرا رول نمبر نہیں ہوتا تھا۔ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن حال ہی میں یورپ اور امریکہ کا دورہ کر کے آئے ہیں۔ سنا ہے انہوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ دنیا کے کسی اور ملک نے مرغا بنانے کا پوز "ڈسکور" ہی نہیں کیا۔

میں نے تو عاجز آ کر اپنی ترکی ٹوپی پہننا ہی چھوڑ دی تھی۔ مرغا بنتا تو اس کا پھندنا آنکھوں سے ایک انچ کے فاصلے پر تمام وقت پنڈولم کی طرح جھولتا رہتا دائیں بائیں۔ پیریڈ کے آخر میں ٹانگیں بری طرح کانپنے لگتیں تو پھندنا آگے پیچھے جھولتا رہتا۔ اس میں ترکوں کی توہین کا پہلو بھی نکلتا تھا جسے میری قومی غیرت نے گوارہ نہ کیا۔

(مرسلہ: عبداللہ)۔

مرزا ادیب کی کتاب "مٹی کا دیا" سے اقتباس

ابا جی مجھے مارتے تھے تو امی بچا لیتی تھیں۔ ایک دن میں نے سوچا کہ اگر امی پٹائی کریں گی تو ابا جی کیا کریں گے اور یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا ہوتا ہے میں نے امی کا کہنا نہ مانا۔ انھوں نے کہا کہ بازار سے دہی لا دو، میں نہ لایا۔ انھوں نے سالن کم دیا، میں نے زیادہ پر اصرار کیا۔ انھوں نے کہا پیڑھی کے اوپر بیٹھ کر روٹی کھاؤ۔ میں نے زمین پر دری بچھائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ کپڑے میلے کر لیے۔ میرا لہجہ بھی گستاخانہ تھا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ امی ضرور ماریں گی، مگر انھوں نے کیا یہ کہ مجھے سینے سے لگا کر کہا "کیوں دلور (دلاور) پتر: میں صدقے، بیمار تو نہیں ہے تو؟" اس وقت میرے آنسو تھے کہ رکتے ہی نہیں تھے۔

(مرسلہ: سمارا)۔

اِسراء اور معراج: ایک عظیم معجزہ

تحریر: احمد غزنوی

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

تمام تعریف اُس اللہ کی ہے جس کی صفت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کُچھ ہے، سب اُسی کا ہے اور آخرت میں بھی تعریف اُسی کی ہے۔ اور اُس کی سلامتی و برکات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اُن کے اہلِ بیت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نازل ہوں۔ اما بعد۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا کیے، اُن میں سے ایک عظیم الشان معجزہ واقعۂ اِسراء ومعراج بھی ہے۔ عام طور پر ہم اسے واقعۂ معراج کے نام سے ہی ذکر کرتے ہیں اور اس سے مراد وہ واقعہ ہے جب ایک رات کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام حکمِ الٰہی سے مکہ مکرمہ سے بُراق نامی سواری پر مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے اور پھر وہاں سے اُنہیں آسمانوں پر لے جایا گیا۔ تاہم اِس سفر کے دو حصے ہیں، پہلے حصے کو "اِسراء" کہا جاتا ہے اور اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر ہے جبکہ دوسرے حصے کو معراج کہا جاتا ہے اور اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں کا سفر اور وہاں کے مشاہدات ہیں۔ دونوں کا تذکرہ قرآن مجید میں دو سورتوں میں کیا گیا ہے۔ اسراء کا تذکرہ سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل) میں ہے جبکہ معراج کا سورۃ النجم میں ہے۔

سورۃ الاسراء کی پہلی آیت میں سفر معراج کے پہلے حصے یعنی "اسراء" کا تذکرہ ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز جاننے والی ذات ہے۔"

(سورۃ الاِسراء: 1)

جبکہ سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں دوسرے حصے "معراج" کا ذکر کیا گیا ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى (1) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى (2) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى (3) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (4) عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى (5) ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى (6) وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى (7) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى (8) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (9) فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى (10) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (11) أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى (12) وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (13) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى (14) عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى (15) إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى (16) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (17) لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى (18) ترجمہ: "قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔ (اے مکے کے باشندو!) یہ تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب نہ راستہ بھولے ہیں، نہ بھٹکے ہیں، اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے، انہیں ایک ایسے مضبوط طاقت والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے جو قوت کا حامل ہے۔ چنانچہ وہ سامنے آگیا، جبکہ وہ بلند اُفق پر تھا۔ پھر وہ قریب آیا، اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آگیا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ نزدیک۔ اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا، دل نے اُس میں کوئی غلطی نہیں کی۔ کیا پھر بھی تم اِن سے اُس چیز کے بارے میں جھگڑتے ہو جسے وہ دیکھتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اُس (فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام) کو ایک اور مرتبہ (بھی اصلی صورت میں) دیکھا ہے۔ اُس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اُسی کے پاس جنت المأویٰ ہے۔ اُس وقت اُس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اُس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (پیغمبر کی) آنکھ نہ تو چکرائی، نہ حد سے آگے بڑھی"

(سورۃ النجم: آیات 1 تا 17)

اسراء ومعراج کے معنی:

عربی لغت میں اسراء کے معنی رات میں سفر کرانے کے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ رات میں مکہ مکرمہ سے مسجدِ اقصیٰ لے جایا گیا تھا، اس لیے یہ عظیم الشان سفر اسراء کہلایا۔ جبکہ معراج کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس سے ملاءِ اعلیٰ تک کے منازل بتدریج طے فرمائے تو سفر کے اِس حصے کو معراج کہا جاتا ہے۔

تحقیقِ تاریخ:

جہاں تک تعینِ تاریخ وسنہ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اختلاف رہا ہے۔ البتہ یہ بات تمام محققین تسلیم کرتے ہیں کہ واقعۂ معراج ہجرت سے قبل، اور مومنین کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد پیش آیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی، لہٰذا یہ واقعہ انہی تین سالوں کے دوران پیش آیا ہے۔

(فتح الباری ج 7 ص 179)

مہینے اور تاریخ کے تعین میں بھی متعدد اقوال ہیں۔ بعض مشہور ائمہ جیسے ابنِ عبد البر، امام نووی اور عبد الغنی مقدسی رحمہم اللہ کا رجحان اسی طرف ہے کہ یہ واقعہ رجب کے مہینے میں پیش آیا ہے۔ مگر دوسری جانب نظر کی جائے تو اس کے مخالف اقوال بھی ملتے ہیں مثلاً علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "معراج والی روایت قاسم بن محمد سے ایسی سند سے مروی ہے جو صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ستائیس رجب کو معراج ہوئی تھی۔ ابراہیم حربی وغیرہ نے اس بات کا انکار کیا ہے"

(تبیین العجب فیما ورد فی فضل رجب)

جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"معراج کے مہینہ، عشرہ اور دن کے بارے میں کوئی قطعی دلیل ثابت نہیں ہے، بلکہ اس سلسلہ میں نقول منقطع و متضاد ہیں جن سے کسی تاریخ کی قطعیت ثابت نہیں ہو سکتی"۔

(لطائف المعارف)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، 242/7-243 میں معراج کے وقت کے بارے اختلاف ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ معراج ماہ رجب میں ہوئی تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں اور تیسرا قول یہ کہ ماہ رمضان یا شوال میں ہوئی تھی، صحیح بات وہی ہے جو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

ان اختلافات سے ایک بات کی بہت اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے کہ واقعۂ اسراء ومعراج کی عظمت اور شان اپنی جگہ، تاہم یہ جس رات کو واقع ہوا، اُس رات کی لیلۃ القدر کی طرح کوئی مخصوص فضیلت نہیں ہے نہ ہی اِس رات کی کوئی مخصوص عبادت ہے جیسا کہ بعض حضرات اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور سبب واضح ہے کہ اس شب کی تاریخ کے تعین ہی میں اختلاف ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس شب میں کوئی مخصوص عبادت کیسے منقول ہو سکتی ہے؟

احادیثِ مبارکہ اور واقعۂ معراج:

واقعۂ معراج کی زیادہ تفصیلات صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں بیان ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نہ صرف مہاجرین بلکہ انصاری صحابہ بھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج اور اس کے مشاہدات کی تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت انصاری صحابہ کرام کو بھی بتائیں۔ معراج سے متعلق احادیث مختلف صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور مشہور محدث علامہ زرقانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پینتالیس صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معراج کا واقعہ منقول ہے اور اس کے بعد انہوں نے ان سب صحابہ کے نام بھی گنوائے ہیں۔

(فتح الباری ج2ص16)

واقعۂ اسراء و معراج چونکہ بہت طویل ہے، لہٰذا کسی ایک روایت میں اس کی پوری تفصیل موجود نہیں ہے۔ ایک طویل واقعہ جب مختلف راوی نقل کرتے ہیں تو بربنائے بشریت واقعات کی ترتیب میں فروع اختلاف آسکتا ہے البتہ اس سے نفسِ واقعہ کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔

البتہ روایات میں اس اختلاف کی بناء پر بعض علمائے کرام نے یہ استدلال کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سے زائد بار معراج ہوئی ہے جبکہ محققین علماء جن میں محدثین، مفسرین اور فقہاء کی بڑی تعداد شامل ہے، نے اس رائے کو خطا پر مبنی قرار دیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ واقعۂ معراج ایک ہی بار پیش آیا۔

سب روایات کو الگ الگ نقل کرنے کے بجائے یہ مناسب تصور کیا گیا کہ مختلف روایات کو یکجا کرکے تسلسل کے ساتھ یہ واقعہ قارئین کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ زیادہ آسانی رہے۔ لہٰذا بیچ میں جو بات دوسری روایات کا حصہ ہے، اُسے قوسین میں رکھا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، فرمایا:

"میں خانۂ کعبہ کے پاس تھا اور میری حالت (یہ تھی کہ میں) خواب اور بیداری کے بیچ میں تھا، اتنے میں میں نے ایک شخص کو سنا جو کہتا تھا وہ ان دو کے مابین کے تیسرے ہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس رات دوسرے دو حضرات حضرت حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما تھے) چنانچہ وہ میرے پاس آئے اور مجھے لے گئے (میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے لبریز تھا، پھر سینے سے لے کر پیٹ کے نیچے تک چیر گیا اور آبِ زمزم سے دھو کر (سینۂ مبارک کو) ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا) پھر ایک جانور کو لایا گیا جس کا رنگ سفید تھا، اسے براق کہتے تھے، وہ گدھے سے اونچا اور خچر سے پست قامت کا تھا، (رفتار کا یہ عالم تھا کہ) جہاں اُس کی نگاہ پہنچتی تھی وہاں اپنے قدم رکھتا تھا۔ مجھے اُس پر سوار کرایا گیا۔ (میں اُس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا جس حلقہ سے انبیائے کرام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے، میں بھی اُس سے باندھ کر اندر گیا، پھر دو رکعت پڑھ کر باہر آیا، جبرئیل علیہ السلام ایک برتن میں شراب اور ایک میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ کو پسند کرلیا، جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔ پھر مجھے چڑھا کر آسمان تک لے گئے اور دروازہ کھلوانا چاہا، دریافت کیا گیا کون ہو؟ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے اپنا نام بتایا۔ پھر درفیات کیا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دریافت کیا گیا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں وہ بلائے گئے ہیں، تو دروازہ کھول دیا گیا (جب ہم آسمان پر گئے) تو ایک شخص کو دیکھا جس کے داہنی طرف بھی روحوں کے جھنڈ تھے اور بائیں طرف بھی، جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو روتے، انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا مرحبا اے صالح بیٹے اور صالح نبی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ آدم ہیں اور یہ لوگوں کے گروہ جو ان کے دائیں اور بائیں ہیں یہ ان کی اولاد ہیں۔ دائیں جانب وہ لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور بائیں طرف والے دوزخ میں داخل ہوں گے اس لیے جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی کی بناء پر ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب نظر کرتے ہیں تو روتے ہیں) وہاں آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر کی۔ پھر جبرئیل ہمیں دوسرے آسمان پر لے گئے، (پہلے آسمان پر پوچھے گئے سوالات کی مانند سوالات کے بعد) دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں ایک دوسرے کے خالہ زاد پیغمبروں (یعنی) حضرت یحیٰی و عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی، دونوں نے مرحبا کہا اور خیر کی دعا دی۔ پھر مجھے تیسرے آسمان تک چڑھایا گیا (وہاں بھی سوال و جواب کے بعد دروازہ کھول دیا گیا) تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے (تمام جہان کے) حُسن کا نصف انہیں عطا کیا تھا، انہوں نے بھی مرحبا کہا اور دعائے خیر کی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام چوتھے آسمان پر لے کر چڑھے اور (حسبِ سابق سوال و جواب کے بعد) دروازہ کھولا گیا تو میں نے ادریس علیہ السلام کو دیکھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے (قرآن مجید میں) کہ "ہم نے اُسے (ادریس علیہ السلام کو) مقامِ عالی کے ساتھ بُلندی عطا کی ہے۔ (تو بلند مقام یہی ہے) پھر جبرئیل کے ہمراہ پانچویں آسمان پر چڑھے اور (سوال و جواب کے بعد) دروازہ کھلا تو میں نے ہارون علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے مرحبا کہا اور مجھے خیر کی دعا دی، پھر چھٹے آسمان پر چڑھے اور (بعد از سوال و جواب) دروازہ کھولا گیا تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر کی دعا دی۔ (جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، آواز آئی اے موسیٰ کیوں روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار! تو نے اس نوجوان کو میرے بعد پیغمبر بنایا اور میری امت سے زائد اس کی امتی جنت میں جائیں گے) پھر جبرئیل ہمیں ساتویں آسمان پر لے کر پہنچے اور (حسبِ سابق) دروازہ کھلوایا تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی کمر کے ساتھ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے (عبادت کیلئے) داخل ہوتے ہیں اور (فرشتوں کی عظیم تعداد جو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، کی وجہ سے) پھر اُن کی باری (تا قیامت) نہیں آتی۔ (پھر میں ایک بلند ہموار مقام پر چڑھایا گیا وہاں میں قلموں کی آواز سنتا تھا) پھر جبرئیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ (سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق مختلف روایات کا حاصل یہ ہے کہ یہ بیری کا ایک انتہائی عظیم الشان درخت ہے جس کی جڑ چھٹے آسمان پر ہے اور اس کی شاخیں ساتویں آسمان سے بھی اوپر نکل گئی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے چیزیں زمین پر اترتی اور زمین سے اوپر چڑھ کر وہاں تک پہنچتی ہیں۔ گویا نزول و عروج کا مقام اتصال ہے۔ اس مقام سے آگے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ نہ جبریل اور دوسرے ملائکہ کا گذر ہوا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کا۔ (بحوالہ: قصص القرآن) پر لے گئے جس کے پتے اتنے بڑے بڑے تھے کہ جیسے ہاتھی کے کان اور پھل (بیر) بڑے مٹکوں کی طرح تھے۔ (میں نے چار نہریں دیکھیں جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکلتی تھیں، دو بیرونی اور دو اندرونی۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا اندرونی نہریں جنت میں جا رہی ہیں اور بیرونی نیل اور فرات ہیں) چنانچہ جب اس درخت کو اللہ کے حکم نے گھیر لیا تو اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اُس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا۔ (پھر میرے سامنے دو برتن لائے گئے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کو پالیا اور اللہ نے تمہارے ذریعے تمہاری امت کو فطرت پر رکھنے کا ارادہ فرمایا ہے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو جو کچھ مجھے القاء فرمانا تھا، فرمایا اور ہر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں وہاں سے اُترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے جواب دیا،

پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جاؤ اور اس میں تخفیف کراؤ کیونکہ تمہاری امت اتنی طاقت نہ رکھے گی اور میں بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں۔ چنانچہ میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ گیا اور عرض کیا اے الہٰ العالمین میری امت پر تخفیف کر، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں گھٹا دیں، میں لوٹ کر موسیٰ کے پاس آیا اور کہا پانچ نمازیں اللہ نے مجھے معاف کر دیں، انہوں نے کہا تمہاری امت کو اتنی طاقت نہ ہو گی۔ تم اپنے پروردگار کے پاس پھر جا کر تخفیف کراؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں برابر اسی طرح اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے فرمادیا اے محمد! وہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن اور رات میں اور ہر ایک نماز پر دس نمازوں کا ثواب ہے تو وہی پچاس نمازیں ہو گئیں، اور جو شخص نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور پھر اُسے نہ کرے تو اس کیلئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو اسے کرے تو اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، اور جو شخص برائی کی نیت کرے اور پھر اس کا ارتکاب نہ کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر کرے تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر میں اترا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا اپنے پروردگار کے پاس پھر جا کر تخفیف کراؤ، اس پر آپ نے فرمایا میں اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہی رہا حتیٰ کہ مجھے شرم محسوس ہونے لگی۔

(اس بیان میں شامل تمام تر روایات صحیح مسلم سے لی گئی ہیں، بندۂ عاجز سے تسلسل میں کمی بیشی ہو گئی ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عفو و درگزر کا خواستگار

ایک بڑی حد تک تو اُن واقعات کا مندرجہ بالا بیان میں ہو گیا ہے جو اسراء و معراج کی شب پیش آئے تاہم پوری طرح تمام واقعات و مشاہدات کا احاطہ نہیں ہوا۔ چنانچہ بعض دیگر روایات اس تسلسل سے ہٹ کر پیشِ خدمت ہیں۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں حطیم میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے میری معراج کے واقعات دریافت کر رہے تھے اور انہوں نے بیت المقدس کی کچھ ایسی چیزیں دریافت کی تھیں جو مجھے محفوظ نہ تھیں اس لیے میں اتنا پریشان ہوا کہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو کر دیا اور میں اپنی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اب قریش جو بھی مجھ سے دریافت کرتے تھے میں انہیں بتلا دیتا تھا۔ اور میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں بھی دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، چھریرے بدن اور گھنگھریالے بالوں والے آدمی ہیں معلوم ہوتا ہے قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں۔ میں نے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو بھی کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ان کی شکل عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ عنہ) سے بہت ملتی جلتی تھی۔ ابراہیم (علیہ السلام) بھی نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے ان کی صورت سے بہت زیادہ مشابہہ تمہارا صاحب (یعنی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا میں نے سب کی امامت کی۔ جب نماز سے فارغ ہو گیا تو کسی نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مالک داروغۂ جہنم ہیں انہیں سلام کیجیے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے خود ہی مجھے سلام کر لیا۔"

(صحیح مسلم)

جنت کا مشاہدہ:

سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے اور وہاں بہت سے عجائبات کے مشاہدے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

"پھر مجھے جنت لے جایا گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ موتیوں کے قبے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے"

(صحیح مسلم)

نہر کوثر کا مشاہدہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں ایک نہر پر آیا اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے قبے تھے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ کوثر ہے"

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر)

یہ اور اس موضوع کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوثر نہر جنت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدانِ حشر میں بھی ایک حوض عطا کیا جائے گا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ، اس میں رکھے گئے آبخورے آسمان کے تاروں کی طرح بے شمار ہوں، جو اس سے پانی پی لے گا، کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔

(صحیح البخاری)

مذکورہ حوض کو حوضِ کوثر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک تو یہ جنت سے متصل ہو گا اور اس میں پانی جنت سے نہر کوثر سے آئے گا۔

(فتح الباری)

فرعون کی بیٹی کا بناؤ سنگھار کرنے والی مومنہ کا حسنِ انجام:

فرعون نے اپنے اہل خانہ کیلئے مشاطہ (بالوں کو بنانے سنوارنے، ان میں کنگھی پھیرنے والی) رکھی ہوئی تھی جو فرعون کو نہیں بلکہ اللہ کو رب ماننے والی مومنہ تھی۔ شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حسنِ انجام بھی دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام سے اس واقعہ کی تفصیل معلوم کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"شبِ معراج ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کے اولاد کے محل کی خوشبو ہے۔ (اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ) فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرتے ہوئے اس مومنہ خاتون کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ اس پر شہزادی نے کہا کہ اللہ تو (نعوذباللہ) میرا باپ ہی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مجھے، تجھے اور خود فرعون کو رزق دیتا ہے۔ اس نے کہا اچھا تو کیا تم میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ "ہاں! میرا، تمہارا اور تمہارے باپ، سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔" فرعون کی بیٹی نے اپنے باپ کو اس واقعہ کی خبر کر دی۔ وہ سخت غضبناک ہوا اور اسی وقت ان خاتون کو اپنے دربار میں بلا لیا اور پوچھا کیا تم میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہو؟ اس نے کہا "ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے"۔ فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوئی ہے اُسے خوب تپایا جائے، جب وہ بالکل آگ کی طرح گرم ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس کے سامنے اس میں ڈال دیا جائے، آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرم کی گئی، جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کر دو۔ اس نے کہا بادشاہ میری ایک درخواست منظور کرو۔ وہ یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا۔ اس نے کہا اچھا، تمہارے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں اس لیے یہ بات منظور ہے۔ جب اور سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا دودھ پی رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے جب اسے گھسیٹا تو اس نیک بندی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس بچے کو اُسی وقت قوتِ گویائی عطا فرما دی اور اس نے یہ آوازِ بلند کہا: "اے ماں! افسوس نہ کرو، ذرا سی بھی پس و پیش مت کرو، حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔ چنانچہ انہیں صبر آ گیا۔ اس بچے کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا اور آخر میں ان خاتون کو

بھی۔ یہ خوشبو کی لپٹیں اسی کے جنت میں واقع محل سے آرہی ہیں۔

(مسندِ امام احمد)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی پیغام امتِ محمدیہ کیلئے:

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"معراج کی شب میری ملاقات ابراہیم (علیہ السلام) سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے اور انہیں بتائیے کہ جنت کی مٹی بڑی عمدہ ہے، پانی میٹھا ہے لیکن وہ چٹیل میدان ہے (اس میں کاشت کرنے کی ضرورت ہے اور) اس کی کاشتکاری "سبحان اللہِ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" ہے۔

(جامع الترمذی)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: "اپنی امت سے کہیں کہ وہ جنت میں خوب کاشت کاری کریں، اس لیے کہ اس کی مٹی بڑی عمدہ ہے اور اس کی زمین فراخ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "جنت کی کاشت کاری کیا ہے؟" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" (جنت کی کاشت کاری ہے)

(مسند امام احمد)

غیبت پر عذاب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، فرمایا:

"معراج کے موقع پر میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن پیتل کے تھے، وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: "جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: "یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی بے عزتی کرتے تھے۔"

(سنن ابی داود)

بے عمل خطباء کا انجام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے منہ آگ کی قینچیوں سے چیرے جارہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: "یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو تو بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود ان پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہیں۔ پس کیا وہ نہیں سمجھتے؟

(شرح السنۃ، للبغوی)

اسراء اور معراج ایک خواب؟

آخر میں ایک انتہائی اہم بات پر تنبیہ اور وضاحت ضروری ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک واقعۂ اسراء و معراج خواب کی حالت میں پیش آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر کہیں تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اردو میں اس پر نہایت مفصل اور عمدہ بحث مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے اپنی بے مثل تصنیف "قصص القرآن" میں کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ واقعۂ اسراء و معراج بحالتِ بیداری و بجسدِ عنصری پیش آیا ہے اور یہ بات حقیقت سے بعید ہے کہ اسراء و معراج ایک خواب یا پھر روحانی سفر تھا۔ یہ بحث چونکہ بہت طویل ہے اور ہمارا یہ مختصر مضمون اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے یہاں صرف حافظ ابنِ حجر اور قاضی عیاض رحمہما اللہ جیسے جلیل القدر علماء کے اس بارے میں مؤقف کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس ان علماء میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ بلا شبہ واقعات اسراء و معراج دونوں ایک ہی رات میں بحالتِ بیداری جسم اور روح کے ساتھ بعثت کے بعد پیش آئے، تمام محدثین، فقہاء اور متکلمین کا یہی مذہب ہے اور صحیح احادیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور اس سے تجاوز کرنا یعنی اس کا انکار کرنا، مناسب نہیں ہے اس لیے کہ ایسا ہونا عقل کے نزدیک محال نہیں ہے کہ اس کی تاویل کرنے کی حاجت پیش آئے۔"

(فتح الباری ج7 ص156)

جبکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں لکھتے ہیں:

جلیل القدر سلف صالحین اور بزرگ ترین مسلمان اس بات کے حق میں ہیں کہ اسراء بجسدِ عنصری اور بیداری کی حالت میں پیش آیا اور یہی مذہب حق ہے اور یہی ابنِ عباس، جابر، حذیفہ، عمر، ابو ہریرہ، مالک بن صعصعہ، ابو حبہ بدری، ابنِ مسعود، ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم نخعی، مسروق، مجاہد، عکرمہ، ابن جریج رحمہم اللہ کا قول ہے اور یہی دلیل ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی اور طبرانی کا بھی یہی قول ہے اور ابنِ حنبل اور مسلمانوں کی جماعتِ عظیم کا بھی۔ متاخرین میں سے بھی اکثر فقہاء، محدثین، مفسرین اور متکلمین کا یہی قول ہے۔"

واللہ اعلم، وصلی اللہ وسلم وبارک علیٰ نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

ماخذ:

کتبِ احادیث وتفاسیر

قصص القرآن

واقعۂ معراج اور اس کے مشاہدات

فی مدرسۃ الاسراء والمعراج

الاسراء والمعراج۔ الروایۃ المتکاملۃ الصحیحۃ

البدایۃ والنہایۃ

---اختتام---

حدیث میں ہے

"لوگوں کی تحقیر کرنے اور مذاق اڑانے والے ہر شخص کے لئے قیامت کے دن جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا "تشریف لائیے۔" وہ اپنی رزالتوں اور عیوب کے ساتھ آگے بڑھے گا لیکن جیسے دروازے تک پہنچے گا، دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر اس کے لئے دوسرا دروازہ کھولا جائے گا لیکن جوں ہی قریب پہنچے گا یہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ جب اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولا جائے گا اور حسب معمول بلایا جائے گا تو وہ انتہائی دل شکستگی اور مایوسی کی وجہ سے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔

(الترغیب والترہیب، حوالہ بیقہی شریف)

مرسلہ: سارا

اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے آداب

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر صرف زبان سے ادا کیا، اس کا شکر کم ہے، کیوں کہ آنکھ کا شکر یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی اچھی چیز دیکھے تو یاد رکھے، ورنہ پردہ پوشی کرے۔ کان کا شکر یہ ہے کہ اگر نیک بات سنے تو یاد رکھے، ورنہ بھول جائے۔ ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ان سے جو دے پالے وہ حق ہو۔ پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اسے علم وحلم اور اکل حلال سے پر کرے۔ شرمگاہ کا شکر یہ ہے کہ اسے مباح کی جگہ استعمال کرے اور پاؤں کا شکر یہ ہے نیک کام ہی کی طرف چلے، جس نے ایسا کیا وہ پورا شاکر ہے۔ (مرسلہ: سارا)

واقعہ معراج شریف

تحریر: سلمان سلو

اسراء اور معراج کی شب اللہ عزوجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے جو نبي کریم صلي اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اللہ کے نزدیک آپ کے عظیم مقام ومرتبہ پر دلالت کرتي ہے، نیز اس سے اللہ عزوجل کی حیرت کن قدرت اور اس کے اپني تمام مخلوقات پر عالی وبلند ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔۔۔ قرآن مجید کے بعد واقعہ معراج شریف آقا دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ شمار کیا جاتا ہے۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی سفر کا آغاز شہر مکہ معظمہ، ماہ رجب (اور بعض کے نزدیک 27 رجب) کی اک رات حضرت جبریل علیہ السلام کی ہمراہی میں ام ہانی رضی اللہ عنہا (جو ابو طالب کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن تھی) کے گھر سے شروع فرمایا تھا۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم البراق نامی سفید رنگے کے پروں والے گھوڑے پر تشریف فرما ہو کر پہلے مرحلے میں بیت المقدس (مسجد اقصی) پہنچے جو اس وقت ملک شام میں واقع تھا۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی مختلف حصوں کی سیر فرمائی۔ خصوصا" بیت الحم نامی جگہ کی جہاں پر حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء علہم السلام کے گھر و مکانات دیکھے اور بعض جگہوں پر نوافل ادا کیں۔۔ اور پھر وہاں مسجد اقطی میں موجود انبیاء کرام علہم السلام کی نماز کی امامت فرمائی۔۔۔

اپنے سفر کے دوسرے مرحلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصی سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔۔۔ رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر لے جایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولے گئے۔۔ پچھلے انبیاء کرام علہم السلام کی ارواح و فرشتوں سے ملاقاتیں کیں۔۔ جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان سے آگے گزر گئے، وہاں پر آپ کے رب نے اپنے ارادہ کے مطابق آپ سے گفتگو فرمائي ۔۔ اور پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں۔ واپسی کے سفر میں بھی پہلے بیت المقدس، اور وہاں سے پھر اپنے شہر مکہ معظہ تشریف لائے۔۔۔

واقعہ معراج شریف کا زکر اللہ پاک نے قرآن پاک کی سورہ اسراہ پارہ 17 آیت 1 اور سورہ النجم آیت 12 تا 18 میں کیا۔۔

علی ابن ابراھیم القومیمی رضہ اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر بن محمد الصادق رضہ اللہ عنہ سے یہ واقعہ کافی تفصیل سے نقل فرمایا ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی اس سفر معراج شریف کی سرگزشت کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔۔۔

حضرت جبرئیل، مکائیل، اور اسرافیل علہم السلام بُراق (وہ جانور جس پر تشریف فرما ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے، اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ جانور جنت سے لایا گیا تھا اس کا سر انسانی تھا بقیہ جسم گھوڑے جیسا تھا رنگ سفید تھا دو لمبے پر تھے۔ اور براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں تک نظر کی حد تھی، وہاں وہ قدم رکھتا تھا۔ براق کا سفر اس قدر تیزی کے ساتھ ہوا کہ جس تک انسان کی عقل پہنچ ہی نہیں سکتی) لیکر آ گئے تھے۔ ان تینوں فرشتوں میں اک فرشتے نے بُراق کی رکاب تھامی، دوسرے فرشتے نے لگام پکڑی اور تیسرے فرشتے نے براق کی زین کس لی۔۔۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسم بُراق پر تشریف فرما ہو گئے، تو براق کے سارے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بُراق کی گردن پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ "اے بُراق شانت ہو جاؤ۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہ کوئی پیغمر تم پر سوار ہوا نا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمر علیہ السلام کو یہ رتبہ حاصل ہو گا۔۔۔

بُراق اب شانت ہو چکا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر ہمراہ جبرئیل علیہ السلام آسمانوں کی طرف پرواز شروع کر دی جس کے ساتھ ہی پچاس ہزار فرشتوں کے سلام کی صدا سے آسمان گونج اٹھے۔۔۔۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے اپنی سرگزشت یوں بیان فرماتے ہیں۔۔۔ "ہمارا سفر جاری تھا کہ میں نے سماعت فرمایا کوئی میرا نام لیکر پکار رہا تھا۔۔۔ لیکن میں نے کوئی توجہ نہ دی۔۔ اور اپنا سفر جاری رکھا۔۔۔ کچھ دیر بعد میں نے کسی اور کی آواز سنائی جو میرا نام لیکر مجھے پکار رہا تھا، دوبارہ میں نے کوئی توجہ نہ دی۔۔ پھر میں نے اک حسین ترین عورت کو دیکھا جس کے بانہوں پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔۔۔ اس نے کہا۔۔ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکیں مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ لیکن میں نے اس عورت کیطرف بھی کوئی توجہ نہ دی۔۔ کچھ وقت کے بعد مجھے اک خوفناک آواز سنائی دی جسے سن کر میں خوفزدہ ہو گیا لیکن اس آواز کو بھی میں نے نظر انداز کیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔۔۔

کچھ وقت کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے مجھے روک دیا اور فرمایا کہ میں نماز (نفل) ادا کروں۔۔ میں بُراق سے نیچا اترا اور نماز ادا کی۔۔۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے دریافت کیا، کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں اور کس جگہ نماز ادا کی؟۔۔ میرا جواب نفی میں پا کر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یہ یثرب (مدینہ طیبہ) کی سرزمین ہے جہاں آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہجرت فرمائینگے۔۔۔

کچھ مزید سفر کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے پھر مجھے روک دیا اور فرمایا کہ میں نوافل ادا کروں۔۔۔ میں براق سے نیچا اترا اور نماز ادا کی۔۔ جبرائیل علیہ السلام نے پہلے کی طرح مجھ سے دریافت فرمایا۔ کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں کس جگہ نماز ادا کی؟۔۔۔ میرا جواب نفی میں پا کر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا۔۔ یہ طور سینا کا پہاڑ ہے وہ جگہ جہاں حضرت موسٰی علیہ السلام اللہ پاک سے کلام فرمایا کرتے تھے۔۔۔

ہم نے اپنے سفر کا دوبارہ آغاز کر دیا۔۔ کچھ دیر بعد جبرائیل علیہ السلام نے پھر مجھے روکنے و نوافل پڑھنے کا بتایا۔۔ اور حسب سابق جگہ کے بارے میں دریافت کیا اور میرا جواب نفی میں پا کر بتایا کہ یہ جگہ بیت الحم ہے۔۔ وہی جگہ جہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔۔۔ اور اب ہم بیت المقدس کے قریب ہہنچ چکے ہیں۔۔

کچھ دیر بعد ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔۔ میں نے بُراق کی باگیں اس مخصوص جگہ (کڑے) میں باندھیں جہاں مجھ سے پہلے انبیاء اکرام علہم السلام اپنی سواری کی جانوروں کی باگیں باندھا کرتے تھے۔۔ اس کے بعد میں مسجد میں داخل ہوا۔۔ وہاں ابراھیم، موسٰی، عیسٰی علہم السلام و دیگر پیغمبر موجود تھے۔۔ وہ سب ملاقات کے لئے میرے اردگرد اکٹھے ہوئے ۔۔ کچھ دیر بعد ہم نے نماز کی تیاری شروع کر دی۔ مجھے زرا بھی شک و شبہ نہیں تھا کہ نماز کی امامت حضرت جبرائیل علیہ السلام خود فرمائے نگے۔۔ لیکن جب نماز کے لئے صفیں درست کی جا رہی تھیں تو جبرائیل علیہ السلام نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے امامت کے لئے آگے کر دیا۔۔۔

دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح جبرائیل علیہ السلام نے بھی میری اقتداء میں نماز ادا کی اور یہ میں بطور فخر کے نہیں بتا رہا ہوں۔۔۔اس کے بعد مسجد کے متولی نے تین مختلف مشروبات کی برتنیں میرے سامنے رکھ دیں۔۔پہلے برتن میں دودھ،دوسرے میں پانی اور تیسرے میں شراب موجود تھی۔۔اچانک میں نے سنا کوئی غیب سے بتا رہا تھا کہ اگر یہ پانی کی برتن کو لیتا ہے تو یہ خود بھی ہلاک ہونگے اور اس کے امتی بھی ہلاک ہو جائینگے۔۔۔اور اگر یہ شراب کی برتن کو لیتا ہے تو یہ بھی اور اس کے امتی بھی صراط مستقیم سے بھٹک لیے جائینگے اور اگر یہ دودھ کی برتن لیتا ہے تو اس کی راہنمائی کی جائے گی اور اس کی امت کی رہنمائی بھی کر دی جائے گی۔۔۔پس میں نے دودھ کی برتن کو لیا اور اس میں سے کچھ دودھ نوش فرمایا۔۔جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا جان لو کہ تمہاری راہنمائی کی جا چکی اور تمہاری امت کی راہنمائی بھی کر دی گئی ہیں۔۔۔۔

پھر مجھ سے میرے سفر کے بارے میں دریافت کیا گیا۔۔۔میں نے جواب دیا۔۔دوران سفر اپنی دائیں جانب کوئی میرا نام لیکر پکار رہا تھا۔۔جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آپ نے پکارنے والے کو جواب دیا تھا؟۔۔میں نے کہا نہیں، میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ جو شخص آپکا نام لیکر پکار رہا تھا وہ یہودی تھا۔۔اگر آپ اس کے پکار کا جواب دے دیتے تو آپکے وفات کے بعد آپکی امت اسلام چھوڑ کر یہودی مذہب اختیار کر لیتی۔۔۔۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے سفر کے بارے میں مزید دریافت کیا۔۔میں نے جواب دیا۔۔۔میرے بائیں جانب بھی کوئی میرا نام لیکر پکار رہا تھا۔۔جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آپ نے پکارنے والے کو جواب دیا تھا؟۔۔میں نے کہا نہیں، میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ جو شخص آپکا نام لیکر پکار رہا تھا وہ عیسائی تھا جو لوگوں کو عیسائیت کی طرف بلا رہا تھا۔۔۔اگر آپ اس کے پکار کا جواب دے دیتے تو آپکے وفات کے بعد آپکی امت دین اسلام چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیتی۔۔۔

جبرائیل نے پوچھا۔"کسی نے آپ کو خوش آمدید کہا تھا؟۔"میں نے جواب دیا۔۔۔ہاں، میں نے اک انتہائی خوبصورت عورت کو دیکھا تھا جس کی بانہیں کھلی ہوئی تھیں۔۔کوئی کپڑا اس پر موجود نہیں تھا۔۔اس نے مجھ سے کہا تھا۔۔۔اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نزدیک آجاؤ میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں۔۔۔جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا کیا آپ نے اس سے بات کی تھی؟۔۔میں نے جواب دیا نہیں میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔جبرائیل علیہ السلام نے بتایا وہ عورت دنیا تھیں جو حسین انسانی عورت کی شکل میں آئی تھی۔۔۔اگر آپ اس کو جواب دیتے یا بات کرتے تو آپ کی وفات کے بعد آپکی امت آخرت کو بھلا کر دنیا کو ترجیح دینے لگ جاتے۔۔۔

اس کے بعد میں نے دوران سفر اس خوفناک آواز کے بارے میں پوچھا جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آواز اس پتھر کے گرنے کی تھی جس کو آج سے 70 سال پہلے جہنم کی تہہ میں پھینکا گیا تھا اور آج وہ تہہ میں پہنچ گیا۔۔۔۔

بتایا جاتا ہے کہ یہ پتھر والا واقعہ سننے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیہ زندگی میں کسی نے کبھی بھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔۔۔

ہم نے اپنا سفر جاری رکھا حاتکہ کہ ہم سب سے اوپر والے فضا میں جا پہنچے وہاں میں نے اسماعیل نامی فرشتے کو دیکھا جو "خطف" کا نگران تھا جس کا ذکر سورہ صافات 37، آیت نمبر 10 میں دس میں کیا گیا ہے۔۔۔۔

اسماعیل نامی فرشتے کی نگرانی میں 70 ہزار فرشتوں کی فوج ہیں۔۔اور ان 70 ہزار فرشتوں فوج کی نگرانی میں مزید 70 ہزار کی فوج ہیں۔۔اسماعیل نامی فرشتے نے جبرائیل علیہ السلام سے میرے بارے میں پوچھا۔۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکا ذکر بلند کیا گیا۔۔

اسماعیل فرشتے نے دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہوئے۔۔میں نے اسماعیل کو سلام کہا اور بخشش کی دعا دی۔۔اس نے سلام کا جواب دیا اور میرے لئے بھی رحمت کی دعا کی۔۔۔اور مزید کہا خوش آمدید میرے بھائی و عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔۔ فرشتوں کی اک جماعت نے بھی مجھے خوش آمدید کہا وہ سب مسکرا رہے تھے اور بہت خوش نظر آرہے تھے۔۔۔ماسوائے ایک فرشتے کے، جو بہت غمگین نظر آرہا تھا۔۔اسکا نام خازن تھا۔۔۔

جبرائیل علیہ السلام نے خازن نامی فرشتے کا تعارف کرتے ہو کہا۔۔"یہ فرشتہ جہنم کی آگ بھڑکانا والا ہے۔۔جس دن سے اللہ پاک نے اسکو اس کام پر لگا رکھا ہے اس دن سے لیکر آج تک یہ کبھی نہیں مسکرایا۔۔۔ہر گزرتے دن کیساتھ اس کا غصہ اللہ کے دشمنوں و گناہوں کے مرتکب لوگوں کے خلاف بڑھتا رہتا ہے۔۔میں نے اسکو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھے جنت کی خوشخبری سنائی۔۔۔

خازن فرشتے نے مجھ سے پوچھا"کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائینگے کہ میں آپکو جہنم کی آگ دکھاؤ۔۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔۔ہاں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم کی آگ دکھاؤ۔۔خازن نے جہنم کی آگ سے پردہ ہٹایا اور دروازہ کھول دیا۔۔آگ کے شعلے اوپر آسمان کی طرف اٹھے،شعلے جو بھڑک رہے تھے اور گزرتے لمحے کیساتھ مزید بلند ہو رہے تھے۔۔حاتکہ مجھے یہ ڈر ہوا وہ میرے نزدیک پہنچ جائے نگے۔۔۔میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ فرشتے سے کہیں کہ آگ کو ڈھانپ دیجئے۔۔فرشتے خازن نے آگ کو ڈھانپ دیا اور جہنم کا دروازہ بند کر دیا۔۔۔

ہم نے اپنا سفر جاری رکھا کہ ہمارا گزر اک بہت مضبوط و طاقتور آدمی پر ہوا، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ آپ کے باپ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام نے مجھے سلام و خوش آمدید کہا اور میرے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔۔جوابا" میں نے بھی ان کے لئے بخشش کی دعا فرمائی اور سلام کا جواب دیا۔۔آدم علیہ السلام نے اپنے بچوں کا تعارف مجھ سے کرایا اور اس خوشبو کی وجہ دریافت فرمائی جو میرے جسم (مبارک) سے اٹھ رہی تھی جوابا" میں نے سورہ مطففین کی آیت 18 تا 28 تلاوت فرمائی۔۔۔

ہم نے اپنا سفر جاری رکھا کہ ہم نے اک فرشتے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں نور کی تختی تھی جس کو وہ اداسی و تاریک چہرے کیساتھ پڑھ رہا تھا اور اپنے اس کام میں وہ اتنا مصروف تھا کہ ارد گرد کی اس کو ذرا بھی خبر نہیں تھی۔۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ موت کا فرشتہ (ملک الموت) ہے اور یہ اسوقت لوگوں کی ارواح قبض کرنے میں معروف ہیں۔۔میں نے کہا مجھے اس کے قریب لے جاؤ۔۔۔

ہم اس کے نزدیک چلے گئے جبرئیل علیہ السلام نے فرشتے سے میرا تعارف کرایا۔۔میں نے اس کو سلام کیا۔۔اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو جنت کی خوشخبری سنانا کہ نیک اعمال و صالحات صرف انکو کرتے دیکھ رہا ہوں۔۔۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ سب میرے اللہ کا احسان ہے۔۔۔ جبرئیل علیہ السلام نے ملک الموت کے بارے میں بتایا۔۔اپنے فرائض کی آدائیگی میں ملک الموت کی فرض شناسی باقی سب فرشتوں سے بڑھ کر ہیں۔۔میں نے ملک الموت سے دریافت کیا۔۔"کیا آپ دنیا کے تمام لوگوں کو دیکھ سکتے ہیں؟۔۔اس نے جواب دیا ہاں، اللہ پاک نے مجھ اجازت عطا فرما رکھی ہے کہ میں دنیا کے تمام لوگوں کی خبر رکھتا ہوں۔میرے لئے ان لوگوں کی مثال اس درہم (سکہ) کی سی ہے جو کسی شخص کے ہتھیلی پر رکھا ہو اور وہ الٹ پلٹ کر اس کو ہر طرف سے دیکھ سکتا ہو۔بالکل اس طرح اللہ پاک

نے مجھے اپنے تمام مخلوقات پر کنٹرول و اختیار دے رکھا ہے۔۔۔دنیا میں ایسا کوئی گھر نہیں جہاں میں روزانہ دن میں پانچ دفعہ جاتا نہیں ہوں۔۔جس گھر بھی میں جاتا ہوں میں گھر والوں سے کہتا ہوں اپنے مردوں کے پیچھے نہ رویا کروں، میں مسلسل تمہارے گھر آتا رہونگا اسوقت جب تک وہ وقت نہ آجائے کہ اس گھر میں کوئی بھی باقی نہ رہے۔۔

ہم نے اپناسفر جاری رکھا حاتکہ کہ ہم اک ایسے مجمع کے پاس پہنچے جن کے ہاتھوں میں خراب اور اچھے دو طرح کے کھانے کی طشتریاں تھیں۔۔لیکن وہ لوگ اچھے کھانے کو چھوڑ کر خراب کھانا کھا رہے تھے۔۔۔میں نے ان لوگوں کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ آپکے امت کے وہ لوگ ہیں جو حرام (خوراک) کھایا کرتے تھے۔۔

ہم نے اپناسفر جاری رکھا حاتکہ کہ ہم اک ایسے مجمع کے پاس پہنچے جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح جسامت میں بڑھے ہوئے تھے اور ان ہونٹوں کو قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا۔۔جو گوشت کٹ کر گر جاتا تھا اس کو اٹھا کر زبردستی ہونٹ کٹنے والوں کے منہ میں ٹھونس دیا جاتا تھا۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا۔۔"یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کیا کرتے تھے اور اپنے بھائیوں کے غیبوں کی تلاش میں لگے رہتے تھے۔۔

میں نے اک اور مجمع کو دیکھا جن کے سروں کو پتھروں سے اسطرح توڑا جارہا تھا کہ دماغ اچھل کر باہر آگرتے تھے۔۔۔میں نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے تھے۔۔۔

میں نے اک اور مجمع کو دیکھا کہ آگ انکے منہ میں ڈالی جاتی تھی اور پاخانہ کے مقام سے باہر نکالی جاتی تھی۔۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال کھا جاتے تھے۔۔

میں نے اک مجمع ایسا دیکھا کہ انکے معدے، پیٹ ایسے بڑھے ہوئے تھے کہ ان سے اٹھا بھی نہیں جارہا تھا۔۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے، جن کو شیطان نے گمراہ کیا تھا اور یہ لوگ فرعون کی راہ پر چلے۔۔صبح شام انکو آگ کھلائی جاتی ہے۔۔یہ کہتے ہیں اے اللہ کب قیامت کا دن آئے گا، کہ ہماری ان تکالیف میں کمی واقع ہو۔۔۔

اپنے سفر کے دوران ہمارا گزر ایسی عورتوں پر ہوا جن کو سینوں سے باندھ کر لٹکایا جارہا تھا۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے ان عورتوں کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں سے جھوٹ بولتی تھیں اور کسی اور مرد کی بچوں کو اپنے شوہر کی ملکیت بتاتی تھیں۔۔

ہم اس مجمع سے آگے بڑھے اور فرشتوں کے اک مجمع میں جا پہنچے۔۔جو بلند آواز سے ایک اللہ کی تعریف و بڑائی بیان کر رہے تھے اور اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے اور اپنی محبت کا اظہار کر رہے تھے اور اللہ کی خوف سے رو رہے تھے۔۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے ان فرشتوں کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبریل علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر فرشتہ دوسرے فرشتہ کے بالکل برابر میں کھڑا ہے لیکن یہ اک دوسرے سے بالکل بات چیت نہیں کر رہے ہیں۔۔ان فرشتوں کا کام صرف اللہ کی بڑائی و بزرگی بیان کرنا ہے حاتکہ یہ نہ نیچے دیکھ رہے ہیں نا اوپر۔۔۔۔میں نے ان کو سلام کیا جس کا جواب انھوں نے مجھے دیکھے بناء سر ہلا کر دیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا۔"یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔۔خاتم النبیاء و رحمتہ الغالمین، تمام پیغمبروں کا سردار و آقا۔۔آپ کیوں اس سے بات نہیں کر رہے ہیں؟۔۔جب فرشتوں نے یہ سنا تو انھوں نے مجھے خوش آمدید کیا، عزت افزائی کی اور مجھے اور میری امت کے لئے خوشخبریاں سنائیں۔۔

ہم نے اپنا سفر جاری رکھا اور ہم دوسرے آسمان پر جا پہنچے۔۔۔میں نے دو آدمیوں کو دیکھا جو ایک دوسرے کے ہم شکل لگ رہے تھے۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے ان دو آدمیوں کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ یحیٰی و عیسیٰ علیھم السلام ہیں، دو پیغمبر و اک دوسرے کے چچازاد بھائی۔۔دونوں نے مجھے سلام کہا اور میری بخشش کے لئے دعا فرمائی۔۔میں نے سلام کا جواب دیا اور جوابا" ان کے لئے بھی بخشش و مغفرت کی دعا فرمائی۔۔۔۔

ہم نے اپنا سفر اوپر کیطرف جاری رکھا اور تیسرے آسمان پر جا پہنچے۔۔۔وہاں اک آدمی کو میں نے ایسا خوبصورت و وجیہہ دیکھا کہ اس جیسا خوبصورت، حسین و وجیہہ انسان اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا تھا، وہ دسویں کی چاند کی طرح چمک رہا تھا۔۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ آپ کے بھائی یوسف علیہ السلام ہیں۔۔میں نے اس کو سلام کہا اور انکی بخشش و مغعرت کی دعا فرمائی جوابا" اس نے بھی میرے لئے بخشش کی دعا فرمائی اور سلام کا جواب دیا۔۔اور مزید کہا خوش آمدید میرے بھائی، اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) مجسم اخلاق جس کو اچھے اور درست وقت پر بھیجا گیا تھا۔۔اس جگہ بھی فرشتے اللہ کی بڑائی و تعریف میں مشغول نظر آئیں۔۔میرا اتعارف ان فرشتوں سے کرایا گیا پچھلے آسمانوں کی فرشتوں کی طرح انھوں نے مجھے عزت افزائی سے نوازا۔۔۔

اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے ہم چوتھے آسمان پر جا پہنچے۔۔وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔۔وہی جس کو اللہ بزرگ و برتر نے بلند مرتبہ عطا فرمایا۔۔۔میں نے اسکو سلام کہا اور بخشش کی دعا دی۔۔انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور میرے لئے بھی بخشش کی دعا فرمائی۔۔۔اس آسمان پر بھی فرشتے حمد و ثناء میں مصروف تھے، اور پچھلے آسمانوں کی فرشتوں کی طرح اس آسمان کی فرشتوں نے بھی مجھ کو خوشخبریاں سنائیں۔۔۔۔۔

ہم پانچویں آسمان پر جا پہنچے۔۔وہاں میں نے اک طویل اقامت شخص کو دیکھا کہ ایسا طویل قد والا انسان اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور بہت ضعیف تھا۔۔اس کی امت اس کے ارد گرد اکٹھی تھیں۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔۔جبرئیل علیہ السلام نے بتایا۔۔یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔۔عمران کا بیٹا۔۔۔میں نے انکو سلام کہا اور اللہ سے انکی بخشش کی دعا فرمائی۔۔اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور میری بخشش کے لئے بھی دعا فرمائی۔۔اس آسمان پر بھی فرشتے اللہ کی بڑائی و تعریف میں مصروف تھیں۔۔

ہم نے اپنا سفر بلندی کیطرف جاری رکھا اور چھٹے آسمان پر پہنچے۔۔میں نے اک بہت لمبے قد والے آدمی کو دیکھا جس کا سارا جسم بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔۔حاتکہ اگر اس نے کوئی قمیض پہن رکھی ہوتی تو بال اس سے بھی باہر آجاتے۔۔۔اس نے کہا۔"بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ اللہ کی نظر میں اسلامی بچوں میں، میں بہترین ہوں۔۔۔لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نظر میں مجھ سے بہت بہتر اور بڑھ کر ہے۔۔میں نے اس کو سلام کہا اور بخشش کی دعا فرمائی اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور میرے لئے بھی بخشش کی دعا فرمائی۔۔اس جگہ بھی پچھلے جگہوں کی طرح فرشتے اللہ کی حمد و ثناء میں مصروف تھیں۔۔

اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پر جا پہنچے۔۔یہاں پر جو بھی فرشتہ ہمیں ملا مجھ سے کہا کہ آپ خود بھی، اور اپنی امت کو بھی سینگی لگوانے کا بتا دیجئے۔۔تب ہم اک شخص کے پاس پہنچے جس کے سر کے بال کالے اور سفید تھے۔۔میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو "بیت المعمور" کے دروازے کے پاس بیٹھا تھا

--اللہ کے قریب--جبرئیل علیہ السلام نے بتایا یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں--اور آپکا مکان بھی یہاں ہے اور آپکے امت میں ان لوگوں کے مکانات بھی جو تقوی اختیار کرتے ہیں ----اسوقت میں نے قرآن پاک کی سورہ ال عمران کی تیسری آیت تلاوت فرمائی---میں نے ابراھیم علیہ السلام کو سلام کہا اس نے جواب دیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش آمدید--وہ پیغمر جس کو بہترین وقت کے لئے چنا گیا--اس جگہ بھی فرشتے اللہ پاک کی حمد وثناء میں مصروف تھے،انھوں نے مجھے اور میری امت کے لئے نیک تمنائیوں کا اظہار کیا--

ساتویں آسمان پر میں نے نور کے دریا دیکھے،یہ نور اتنا تیز تھا کہ آنکھوں کو اندھا کیے جارہا تھا--وہاں پر تاریکی کے دریا بھی تھے جن کو برف سے ڈھکا گیا تھا اور کڑکتی بجلیوں کی آواز ان میں سے آرہی تھیں--میں یہ دریا دیکھنے میں مشغول تھا کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا او محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ پاک کی لطف وکرم اور اس سخاوت وفیاضی کا شکریہ ادا کیجئے جس کے لئے آپکو چنا گیا---میں نے دعا کی ---اے اللہ آپکی طاقت کی سچائی اور شہرت وعزت کی قسم میرا ایمان مضبوط رکھیں--پھر میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا--یہ اک خوبصورت اور حیرت انگیز نظارہ ہے--جبریل علیہ السلام نے جواب دیا--یہ اللہ پاک کی تخلیقات کا اک حصہ ہے--وہ تخلیق کار جس نے سب کچھ بنایا ہے جس میں سے کچھ آپ دیکھ چکے ہیں اور کچھ کو ابھی نہیں دیکھا---جبریل علیہ السلام نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا-"اللہ اور اسکے تخلیقات کے درمیان 90 ہزار پردے حائل ہیں--اور سب سے قریب ترین اللہ کے میں اور اسرافیل علیہ السلام ہیں ہمارے اور اللہ کے درمیان چار پردے ہیں--روشنی،اندھیرے ،بادل اور پانی---

ہم نے اپنا سفر جاری رکھا حاتکہ ہم ساتویں آسمان کے بالکل آخری سرے پر جا پہنچے،یہاں پر ہم نے اللہ پاک کی کرسی دیکھی،اور اک ایسے فرشتے کو دیکھا جس کے بال سبز رنگ کے اور پر سفید رنگ کے تھے،یہ دونوں پر اتنے بڑے تھے اگر اس کو پورا کھولا جاتا تو مشرق سے مغرب تک اور پوری کائنات اس سے ڈھک جائے---ان پروں کی سفیدی ایسی تھی کہ میں نے ایسا سفیدی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی-- اورنہ ایسا سبز رنگ پہلے کبھی دیکھا تھا وہ فرشتہ اللہ کی تسبیح میں مشغول تھا--جب بھی یہ فرشتہ اللہ پاک کی تسبیح بیان فرماتا ہے تو زمین پر جتنے بھی مور ہیں وہ بھی اللہ پاک کی تسبیح بیان کرنے لگ جاتے ہیں اور جب یہ فرشتہ تسبیح ختم کرکے خاموش ہوتا ہے تو زمین پر مور بھی خاموش ہوجاتے ہیں---

جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں ہم بیت المعمور میں داخل ہوئے--میرے دوستوں کا اک مجمع بھی ہمارے ساتھ داخل ہوا جنھوں نے نئے کپڑے پہن رکھے تھے---ہمارے درمیان جن کے کپڑے پرانے تھے انکو داخلے کی اجازت نہیں دے گئی صرف ان کو بیت العمور میں اندر داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی جو نئے لباس میں ملبوس تھے--اس جگہ میں نے دو رکھات نفل ادا کیں--میرا گزر دو دریاؤں پر ہوا--جن میں سے ایک الکاوتار تھا اور دوسرا دریائے رحمت تھا--"الکاوتار" سے میں نے پیا اور دریائے رحمت میں غسل فرمایا--پھر میں جنت میں داخل ہوا اور اپنا اور اپنے زوجہ کا مکان دیکھا--جنت کی زمین میں سے مشک اور عنبر کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں--جنت کی نہر میں،میں نے اللہ کی اک بندی کو دیکھا جو غسل کررہی تھیں میں نے اس سے پوچھا اے اللہ کی بندی تم کون ہو؟--اس نے جواب دیا میں یہاں زید بن ہرات رضی اللہ عنہ کے لئے ہوں---جب بعد میں میں نے زید کو دیکھا تو اسے اس واقعے کی خوش خبری سنائی---جنت کے پرندے سائز میں خراسان کے اونٹوں کے برابر تھے---انار جو درختوں سے لٹک رہے تھے اتنے بڑے اور چمکدار تھے کہ میں اسکو کسی چیز سے تشبیہ ہی نہ دے سکا---وہاں میں نے اک ایسا بڑا درخت دیکھا اگر اک پرندہ اس کے ارد گرد پرواز شروع کرتا تو 700 سال تک مسلسل پرواز کے بعد بھی وہ یہ چکر مکمل نہیں کرپاتا--جنت میں کوئی ایسا مکان نہیں جہاں اس درخت کے شاخوں نے اس پر سایہ نہ کیا ہو،میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس درخت کی بابت دریافت کیا-اس نے فرمایا یہ "طوبیٰ" کا درخت ہے جس کا ذکر اللہ پاک نے قرآن پاک کی سورہ رعد آیت نمبر 29 میں کیا ہے----

ہم اس جگہ پہنچے جس کو "سدرۃ المنتہیٰ" کے نام سے جانا جاتا ہے--اک ایسا بڑا درخت جس کا اک پتہ پورے اک ملک کو ڈھانپ دے--پھر ہم اس جگہ چلے گئے جس کا ذکر قرآن پاک کی سورہ النجم آیت نمبر 9 میں کیا گیا---"پھر(جلوہ حق اور حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم ہوگیا---

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا---

ءامَنَ الرَّسولُ بِما أُنزِلَ إِلَيهِ مِن رَبِّهِ---

ترجمہ: رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے--

اپنے اور اپنی امت کیطرف سے میں نے جواب دیا---

والمُؤمِنونَ كُلٌّ ءامَنَ بِاللَّهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لا نُفَرِّقُ بَينَ أَحَدٍ مِن رُسُلِهِ

ترجمہ: اور مسلمانوں نے بھی مان لیا سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔

وَقالوا سَمِعنا وَأَطَعنا غُفرانَكَ رَبَّنا وَإِلَيكَ المَصيرُ

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ پاک نے پھر ارشاد فرمایا---

لا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفسًا إِلّا وُسعَها لَها ما كَسَبَت وَعَلَيها مَا اكتَسَبَت

ترجمہ: اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا نیکی کا فائدہ بھی اسی کو ہوگا اور برائی کی زد بھی اسی پر پڑے گی--

پھر میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا---

رَبَّنا لا تُؤاخِذنا إِن نَسينا أَو أَخطَأنا

ترجمہ: اے رب ہمارے! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑ--

اللہ پاک نے جواب ارشاد فرمایا---

لا اواخذک

ترجمہ: میں نہیں پکڑونگا (سزا نہیں دونگا)--

پھر میں نے کہا---

رَبَّنا وَلا تَحمِل عَلَينا إِصرًا كَما حَمَلتَهُ عَلَى الَّذينَ مِن قَبلِنا

ترجمہ: اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا---

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا---

لا احملک

ترجمہ: میں تم پر بھاری بوجھ نہیں رکھونگا--

پھر میں نے مزید کہا۔۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: اے رب ہمارے! اور ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف کر دے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا کارساز ہے کافروں کے مقابلہ میں تو ہماری مدد کر۔۔۔

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: بیشک میں تمہیں اور تمہاری امت پر اپنی عطاو سرفرازی فرما چکا ہوں۔۔

کچھ دیر بعد میں نے آذان کی آواز سماعت فرمائی، اک فرشتہ جنت آذان دے رہا تھا۔۔ جب موذن نے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔۔"میرے بندے نے سچ کہا، میں سب سے بڑا ہوں۔"جب فرشتے نے۔ اشھدان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ "میرے بندے نے سچ کہا، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔"جب فرشتے نے اشھد ان محمد ا"رسول اللہ اشھد ان محمد ا"رسول اللہ کہا۔ تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔۔"میرے بندے نے سچ کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں۔۔۔ حی علی الصلاہ حی علی الصلاہ۔۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔۔"میرے بندے نے سچ کہا، وہ میری عبادت کے لئے دوسروں کو دعوت دے چکا۔ اور جو کوئی بھی پوری محبت و توجہ سے نماز آدا کرے گا یہ نماز اس کے لئے اسکی پچھلی گناہوں (صغیرہ) کا کفارہ بن جائے گا۔۔۔ جب فرشتے نے حی علی الفلاح حی علی الفلاح کہا تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔"نماز میں میرے بندوں کی کامیابی ہے۔۔ نماز کامیابی نجات، اور میرے بندوں میں سے اخلاص کی چابی ہے۔۔

اذان کے بعد ہم نماز کے لئے کھڑے ہوئے، ادھر بھی میں نے جنت کی فرشتوں کی امامت فرمائی جسطرح بیت المقدس میں انبیاء کرام علیھم السلام کی امامت فرمائی تھی۔۔ جب میں سجدہ میں چلا گیا تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔۔"میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پچھلے پیغمبرعلیہ السلام پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں۔۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت پر بھی اتنی ہی نمازیں فرض ہونگیں۔۔ نماز کے بعد واپسی پر راستے میں ابراھیم علیہ السلام سے سامنا ہوا لیکن اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں پوچھا۔۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے سامنا ہوا تو انھوں نے پوچھا۔"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے کیا کیا؟۔ میں نے جواب دیا اللہ پاک نے فرمایا کہ مجھ سے پچھلے پیغمبر (علیہ السلام) پر اور انکی امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائی گئی تھیں سو مجھ پر بھی اور میرے امت پر بھی اتنی تعداد لازمی قرار پائی ہے۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپکی امت سب سے آخری امت، اور سب امتوں میں سب سے کمزور ترین امت ہے، اللہ کا حکم ضرور پورا کیا جائے گا لیکن آپکی امت دن رات میں پچاس نمازیں ادا نہیں کر پائی گی سو واپس اللہ کے پاس تشریف لے جائیں اور امت کے واسطے نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجئے۔۔۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا اور سجدے میں گر پڑا اور اللہ پاک سے درخواست کی کہ آپ نے پچاس نمازیں فرض فرمائی ہے لیکن میں، اور میری امت اتنی قوت نہیں رکھتے کہ اس کو ادا کر سکے سو نمازوں کی تعداد میں تھوڑی کمی فرما دیجئے۔۔۔

اللہ بزرگ و برتر نے نمازوں کی تعداد میں پانچ نمازوں کی کمی کر دی۔۔ میں واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس بارے میں موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کیا۔۔ انھوں نے جواب دیا دوبارہ تشریف لے جایئں آپکی امت یہ نمازیں ادا کرنے کی بھی قوت نہیں رکھتی۔۔۔ میں دوبارہ اللہ کی بارگاہ میں واپس آیا اور سجدے میں گر کر مزید کمی کی درخواست کی۔۔ اللہ پاک نے مزید 5 نمازوں کی کمی فرما دی۔۔۔ میں واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے نمازوں میں مزید کمی کا ذکر کیا۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپکی امت کے واسطے نمازیں اب بھی زیادہ ہیں جا کر مزید کمی کی درخواست کیجئے۔۔۔۔

اسی طرح نمازوں کی تعداد میں کمی کرتے کرتے آخر میں فقط پانچ نمازیں رہ گئیں۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا کر مزید کمی کی درخواست کیجئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت یہ پانچ نمازیں بھی ادا نہیں کر پائے گی۔۔۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا مجھے شرم آرہی ہے کہ اب مزید کمی کی درخواست کروں۔۔۔۔

اسوقت میں نے اک آواز سنی جو کہہ رہی تھی یہ پانچ نمازیں 50 نمازوں کے برابر شمار کی جائیں گی۔۔ ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے ثواب کے برابر ہوگا۔۔ اور آپکی امت کا کوئی شخص اگر ایک نیکی کرے گا تو بدلے میں اسکو دس نیکیوں کا اجر دیا جائے گا۔۔ اور ایک بدی کا بدلہ ایک ہی شمار کیا جائے گا۔۔۔۔

معراج شریف سے واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اک دفعہ پھر بیت المقدس تشریف لے گئے۔۔ جہاں پر بنو قریش کی اک قافلے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ یہ قافلہ اپنی گمشدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے والوں سے پانی مانگا، کچھ پانی نوش فرمایا اور بقیہ زمین پر گرا یا۔۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح قریش کو رات والے واقعہ معراج شریف، بیت المقدس، اور واپسی میں بنو قریش کے قافلے سے ملاقات، اور قافلے والوں سے پانی لیکر پینے کا واقعہ بیان کیا تو کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا یقین نہیں کیا بلکہ مذاق آڑایا۔۔ ابوجہل جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے بارے میں دریافت کیا کہ بیت المقدس میں کتنے ستون، فانوس و محراب ہیں۔۔۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور بیت المقدس کی اک تصویر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی جس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے سوالات کے جوابات دیں۔۔ جب قریش کے لوگوں نے یہ سنا تو انھوں نے کہا کہ قافلے کا انتظار کرتے ہیں تاکہ ان سے اس بارے میں پوچھا جائے۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قافلے والے سورج طلوع ہونے کے قریب مکہ معظہ پہنچ نگے۔۔۔ اور قافلہ والوں کے آگے آگے اک انتہائی خوبصورت اونٹ بھی ہوگا۔۔۔ جب صبح ہوگئی ہر کوئی بے چینی سے قافلے کا انتظار کرنے لگا۔۔ سورج تو طلوع ہو چکا لیکن قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا؟ جیسے ہی کسی نے یہ بات کہی اس وقت قافلہ نمودار ہوا، قافلے کے آگے آگے ویسا ہی خوبصورت اونٹ تھا جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔۔۔

واقعہ معراج شریف پر اعتراضات اور انکے جوابات

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ معراج شریف نیند کی حالت میں ہوا تھا، اور یہ اک روحانی معراج تھی۔۔۔۔ بعض نے کہا کہ معراج شریف کا واقعہ دو دفعہ واقع ہوا اک بار نیند کی حالت میں جبکہ دوسری بار جسم اطہر کیساتھ۔۔ معراج شریف کا وہ واقعہ جس میں امت پر نمازیں فرمائی گئیں معراج جسمانی و روحانی دونوں تھی۔۔۔

قرآن پاک کی دو سورتوں سورہ اسراء (بنی اسرائیل) آیت نمبر 1 و سورہ نجم آیت نمبر 12 تا 18 میں معراج شریف کا ذکر کیا گیا۔۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

ترجمہ: وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ

حرام سے (اس) مسجدِ اقصٰی تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ﴿۱﴾۔۔سورہ اسراء آیت نمبر 1

سورہ اسراء کی اس پہلی آیت نے اس الجھن کا خاتمہ کر دیا کہ یہ معراج شریف (جسکا مفصل ذکر اوپر بیان کیا گیا) فقط نیند کی حالت میں یا روحانی معراج تھی۔۔۔

اللہ پاک نے سورہ اسراء کی پہلی آیت میں لفظ (سبحان) سے اس واقعہ کا ذکر شروع فرمایاہے جس کا ترجمہ ہے۔۔۔"وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے"۔۔۔لیکن یہاں بات ختم نہیں کی آگلے الفاظ میں اپنی اس بڑائی کی وجہ بھی بالفظ(اُسری) بیان فرمائی۔۔یعنی اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔۔۔اگلا لفظ (بعبدہ)ہے جو جسم اور روح دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔۔۔اگر یہ معراج شریف فقط روحانی ہوتی تو "بعبدہ" کی جگہ لفظ (بروحہ) بولا یا لکھا جاتا ہے جس کے معنی ہے روح۔۔اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ معراج شریف روحانی وجسمانی دونوں تھیں۔۔۔

اگرچہ سورہ اسراء کی اس پہلی آیت سے روحانی و جسمانی معراج شریف کی تصدیق تو ہو جاتی ہے لیکن بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے صرف مسجد الحرم سے مسجد اقصی تک کے سفر کا ذکر ہے، یافقط پہلے مرحلے کے سفر کا ذکر کیا گیا ہے دوسرے مرحلے کا ذکر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے کا ذکر موجود نہیں۔۔۔۔

اس دوسرے مرحلے کا ذکر سورہ النجم آیت نمبر 12 تا 18 میں کیا گیا ہے۔۔۔

أَفَتُمٰرُونَهُ عَلٰی مَا يَرٰی ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرٰی ﴿۱۳﴾ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ﴿۱۴﴾ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰی ﴿۱۵﴾ إِذْ يَغْشَی السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَأٰی مِنْ ءَايٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴿۱۸﴾

ترجمہ: کیا تم ان سے اِس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا ﴿۱۲﴾ اور بیشک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)☆ ﴿۱۳﴾ سِدرۃ المنتہٰی کے قریب ﴿۱۴﴾ اسی کے پاس جنت الْمَاْوٰی ہے ﴿۱۵﴾ جب نورِ حق کی تجلّیات سِدرَۃ (المنتہٰی) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھیں☆ ﴿۱۶﴾ اور اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر۔۔۔﴿۱۷﴾ بیشک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں ﴿۱۸﴾۔۔۔

حوالہ جات:

http://www.rafed.net/en/index.php?option=com_content&view=article&id=3266%3Ameraj-the-night-ascension&catid=182&Itemid=966

http://www.sunnah.org/ibadaat/fasting/ascen3.htm

---اختتام---

انتخاب: خسرو

طاقت کا سرچشمہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک چرواہے سے پانی مانگا۔اس نے کہا، پانی میرے پاس نہیں ہے، البتہ دودھ ہے، وہ آپ جتنا چاہیں لے سکتے ہیں۔میں نے کہا مجھے تو پانی کی ضرورت ہے۔اس پر چرواہے نے اپنا عصا اٹھا کر ایک پتھر پر مارا اور اس سے ایک نہایت صاف اور پاکیزہ پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔میں یہ معاملہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔اس نے کہا، اس میں تعجب کی کون سی بات ہے، جب بندہ اللہ عزوجل کا فرماں بردار ہو جاتا ہے تو دنیا کی تمام چیزیں اس کی مطیع و فرمابردار ہو جاتی ہیں۔

مرسلہ: سمارا۔

یہ جہاں چیز ہے کیا......؟

علامہ ابن اثیر جزری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایرانی آتش پرستوں سے جہاد کرنے کے لئے قادسیہ پہنچے تو انہوں نے اپنے لشکر کے ایک افسر عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے میان کے مقام پر بھیجا، یہ دشمن کے ملک میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یہاں پہنچے تو رسد کا سارا ذخیرہ ختم ہو گیا۔اور ساتھیوں کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔انہوں نے آس پاس تلاش شروع کی کہ شاید کوئی گائے بکری مل جائے مگر کافی جستجو کے باوجود کوئی جانور ہاتھ نہ آیا۔اچانک انہیں بانس کے ایک چھپر کے پاس ایک شخص کھڑا نظر آیا۔انہوں نے اس سے جا کر پوچھا کہ "کیا یہاں آس پاس کوئی گائے بکری مل جائے گی؟"

اس شخص نے کہا۔"مجھے معلوم نہیں۔" حضرت عاصمؓ ابھی واپس نہیں لوٹے تھے کہ چھپر کے اندر سے ایک آواز سنائی دی۔

"یہ خدا کا دشمن جھوٹ بولتا ہے، ہم یہاں موجود ہیں۔"

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ چھپر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں کئی گائے بیل کھڑے ہیں۔مگر وہاں کوئی آدمی نہیں تھا اور یہ آواز ایک بیل کی تھی۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ وہاں سے گائے بیل لے کر آئے اور انہیں لشکر میں تقسیم کیا۔

یہ واقعہ کسی نے حجاج بن یوسف کو سنایا تو اسے یقین نہ آیا۔اس نے جنگ قادسیہ کے شرکاء کے پاس پیغام بھیج کر اس کی تصدیق کرنی چاہی تو بہت سے حضرات نے گواہی دی کہ اس واقعے کے وقت ہم موجود تھے، حجاج نے ان سے پوچھا۔

"اس زمانے میں اس واقعے کے بارے میں لوگوں کا تاثر کیا تھا؟"

انہوں نے کہا۔"اس واقعے کو اس بات کی دلیل سمجھا جاتا تھا کہ اللہ ہم سے راضی ہے اور وہ ہمیں دشمن پر فتح عطا فرمائے گا۔"

"یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے جب لوگوں کی اکثریت متقی و پرہیز گار ہو۔" حجاج نے کہا۔

"دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔" انہوں نے کہا۔"لیکن اتنا ہم بھی جانتے ہیں کہ دنیا سے اس قدر بے نیاز قوم ہم نے ان کے بعد نہیں دیکھی۔"

(کامل ابن اثیر۔ص 175 ج 2 طبع قدیم)

پھوڑے پھنسیوں کا ایک عجیب علاج

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بڑے درجے کے علماء میں سے ہیں، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میرے گھٹنے میں سات سال سے ایک پھوڑا نکلا ہوا ہے، ہر طرح کا علاج کرا چکا ہوں، بہت سے اطباء سے بھی رجوع کیا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا، جاؤ! کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں پانی کی قلت ہو اور لوگ پانی کے ضرورت مند ہوں، وہاں جا کر ایک کنواں کھودو، مجھے امید ہے کہ وہاں کوئی پانی کا چشمہ جاری ہو گا تو تمہارا خون رک جائے گا۔ اس شخص نے ان کے کہنے پر عمل کیا تو تندرست ہو گیا۔

یہ واقعہ علامہ منذریؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اسے نقل کرنے کے بعد علامہ منذریؒ فرماتے ہیں کہ اسی جیسا ایک واقعہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ حاکمؒ کا بھی ہے، ان کے چہرے پر پھنسیاں نکل آئی تھیں، بہت سے علاج کئے، مگر پھنسیاں ختم نہیں ہوئیں۔ تقریباً سال بھر اس تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد وہ جمعہ کے دن امام ابو عثمان صابونی کی مجلس میں پہنچے اور ان سے دعا کی درخواست کی، امام صابونی نے ان کے لئے دعا کی، حاضرین نے آمین کہی۔

اگلے جمعہ کو ایک عورت نے امام صابونی کی مجلس میں ایک پرچہ بھجوایا، اس میں لکھا تھا کہ پچھلے جمعہ کو شیخ ابو عبداللہ حاکمؒ کے دعائے صحت کے بعد میں گھر گئی، وہاں جا کر بھی میں نے ان کی صحت کے لئے بہت دعا کی، اسی رات مجھے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو عبداللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں کے لئے وسعت کے ساتھ پانی پہنچانے کا انتظام کریں۔

شیخ حاکم کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک سبیل بنادی جس سے لوگ خوب پانی پیتے تھے، اس واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا ہو گا کہ شیخ پر شفا کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ پھنسیاں ختم ہو گئیں۔ اور چہرہ پہلے کی طرح صاف اور خوبصورت ہو گیا، اس کے بعد وہ کئی سال تک زندہ رہے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ص 53، 54 ج 2۔ فصل فی الصدقة والحث علیہا)

ان لذتوں سے اکتاہٹ نہیں ہوتی

مامون رشید نے ایک دن حسن بن سہیل رحمتہ اللہ علیہ سے کہا۔

"میں نے دنیا کی تمام لذتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک لذت ایسی ہے جس سے انسان کسی نہ کسی وقت اکتا جاتا ہے۔ لیکن سات لذتیں ایسی ہیں جن سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔

(1) گندم کی روٹی

(2) بکری کا گوشت

(3) ٹھنڈا پانی

(4) ملائم کپڑا

(5) خوشبو

(6) گداز بستر

(7) اور ہر قسم کے حسن کو دیکھنا۔"

حسن بن سہیل رحمتہ اللہ علیہ نے کہا: "امیر المؤمنین! ایک چیز رہ گئی، اور وہ ہے لوگوں سے بات چیت!" مامون نے اس کی تصدیق کی۔

(محمد بن محمد۔ الیواقیت العصریہ ص 144 مطبوعہ مصطفی البابی۔ مصر 1349ھ)

---اختتام---

عمل کا قلعہ

تین چیزیں عمل کے لئے بمنزلہ قلعہ کے ہیں۔

۱۔ یہ خیال کرے کہ عمل کی توفیق اللہ کی جانب سے ہے۔ (تاکہ غرور اور تکبّر پیدا نہ ہو)۔

۲۔ ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے۔ (تاکہ نفس کی خواہش ٹوٹ جائے۔)

۳۔ عمل کا بدلہ اور ثواب صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ (تاکہ قلب سے ریا اور طمع نکل جائے)۔

(تنبیہ الغافلین: ابواللّیث سمرقندی)۔

مرسلہ: محسنہ

اپنی داستان لکھنے کا میرا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اپنی نوجوان نسل کو بتاں کہ مذہب سے دوری ہمیں کہاں لے آئی ہے۔ ہم بھٹکتے ہوئے کہیں اتنے دور نہ نکل جائیں کہ واپسی ممکن نہ ہو۔ آپس میں دست و گریبان ہونے کی بجائے ہمیں ان طاغوتی قوتوں کی گرفت سے نہ صرف نکلنا ہے بلکہ انھیں نیست و نابود بھی کرنا ہے۔ اور اسی میں ہماری بقا ہے۔ غیر مسلم قوتیں اپنے ہر حربے سے ہمیں اسلام سے دور لے جا رہی ہیں۔ جس طرح اسپین جہاں مسلمانوں نے 800 سال تک حکمرانی کی وہاں آج ایک بھی اسپینی مسلمان نہیں ہے۔ اسی طرح غیر مسلم قوتیں چاہتی ہیں کہ دنیا بھر سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ جائے۔ یا پھر وہ صرف نام کے مسلمان ہی رہ جائیں۔ نام کے بھی کہاں وقار سے وکی، جمیل سے جمی اور عقیل سے اکی بن جائیں۔ صرف ایک واقعہ کی تشریح کے بعد اصل موضوع پر آ رہا ہوں۔

خانۂ کعبہ میں بعثت رسول اللہ ﷺ کے وقت سینکڑوں بت رکھے ہوئے تھے۔ جن میں دو بڑے بت لات اور منات تھے۔ یہ دوسرے بتوں کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ بت پرستی ہند سے نکل کر حجاز اور مکہ تک جا پہنچی تھی۔ سو کے عدد کو فارسی میں صد، عربی میں میت اور انگریزی میں ہنڈرڈ کہتے ہیں۔ سو سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ ایک منات نامی بت خانہ کعبہ میں تھا، اس سے سو گنا طاقتور (ہندو ں کے مطابق) سومنات تھا۔ سومنات کا بت مندر کے ایک خاص کمرے میں ہوا میں معلق تھا۔ اور اس کمرے کا فرش، چھت اور دیواریں مقناطیسی لوہے کی بنی ہوئی تھیں۔ اور سومنات کے بت کو اس طرح معلق کیا گیا تھا کہ چھت اور فرش کی مقناطیسی کشش سے وہ ہوا میں بغیر کسی سہارے کے نظر آئے۔ اسی وجہ سے اسے بتوں کا سردار کہا جاتا تھا۔ ہندو مت جو طاقت کو اپنا دھرم سمجھتا ہے سومنات ان کا خدا تھا اور اسکا سواں حصہ خانۂ کعبہ میں منات نام سے تھا۔ محمود غزنوی نے جو گناہ کیے تھے، سومنات کو توڑ کر اس نے ان گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ محمود غزنوی واپسی پر سومنات کا دروازہ لے گیا تھا جو کابل کے عجائب گھر میں 1948 تک موجود تھا۔ بھارتی وزیر اعظم نہرو کی خواہش پر کابل کے اس وقت کے بادشاہ ظاہر شاہ نے وہ دروازہ بھارت کو واپس کر دیا۔ اور اس دروازے کو لگا کر بھارت نے سومنات مندر کی تعمیر شروع کی۔ جس کی بہت تشہیر کی گئی۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان شہید نے بھی ایک پریس کانفرنس میں پاکستانی قوم سے اپیل کی کہ جس تاریخ کو سومنات کی تعمیر شروع ہوئی، اس روز پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام محمود رکھا جائے۔ (غازی از ابو شجاع ابو وقار)

(مرسلہ: سمارا)۔

اردو ادب

پہچان

تحریر: ارم نذیر

پہچان۔۔۔ ایسا لفظ ہے جس کی وسعت صرف انسان اور انسانیت تک محدود نہیں بلکہ اس کی ایزادی اور دسترس کچھ ایسی ہے کہ یہ دوسرے "غیر معمولی" معاملات کو بھی اپنی پکڑ میں لے لیتی ہے ہر چیز کی اپنی اہمیت ہوتی ہے جو بالآخر اس کی پہچان بن جاتی ہے۔۔۔ ہماری نظر سے روز ایسی چیزیں گزرتی ہیں جو کہیں نہ کہیں اپنی اہمیت رکھتی ہیں اور اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے ہم ان کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں پھر چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان!

جانداروں کے زمرے میں آئیں تو ان میں انسان آتا ہے۔۔۔۔ اشرف المخلوقات۔

آج کل ہر انسان کے نزدیک اسکی پہچان کا مطلب ہے اس کا نام، اس کا کام، اس کا رتبہ اور اسکی وقعت۔۔۔ مسلمان ہونے کے ناتے ہماری پہچان اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ایک قوت جو دنیا کے ہر گوشے کے مسلمان کو ایک مضبوط رسی سے باندھے ہوئے ہے وہ "اسلام" ہے! بھائی چارے، دوستی، باہمی تعاون، ادب، محبت اور امن والا دین۔

ہر پیدا ہونے والے مسلمان بچے یا بچی کو اسلام کی تعلیمات دی جاتی ہیں، ایک ایسی اینٹ جو مضبوط ہو کر لازوال ہو جاتی ہے یا کمزور اور کھوکھلی ہو کر گر جاتی ہے۔

میں۔۔۔ ارم۔۔

میں نے بھی عام مسلمان بچیوں کی طرح اپنی طفلی کے ایام ماں کی گود میں دینی اور ادبی تعلیمات حاصل کرتے ہوئے گزارے۔۔۔ وہ دن جب میں اپنے آپ اور زندگی سے ناواقف، کھیلتی کودتی خوشیاں سمیٹتی ۔۔۔ نادانی میں گزرے وہ پل جو بڑوں کے دکھائے گئے راستے پر چلتے چلتے بیتے۔۔۔۔!

اب اسے خوش بختی کہیے یا پھر مغموم ماہیت۔۔۔ انسان گر جانوروں سے بہتر ہے تو وہ صرف اس کی سوچ کی بنا پر۔۔۔ انسان کی قوت تفکیر اس کو مختلف مرتبوں تک پہنچاتی ہے اور پھر وہ مرتبے انسان کی حقیقت کا کردار ادا کرتے ہیں اور پھر وہ انسان کی پہچان کا مرتبہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کی نعمت سے نوازا پر اسکا احساس مجھے دیر سے ہوا۔ آج بھی میرے اسکول کا پہلا دن میری آنکھوں کے سامنے رات کے سیاہ اندھیرے کی طرح گھومتا ہے۔ امی نے تیار کیا۔۔۔ لنچ دیا، جوتے پہنائے، بال بنائے اور کہا کہ بیٹی ٹیچر نے جو پوچھا اس کا کھڑے ہو کر جواب دینا، سب سے تمیز سے پیش آنا اور جھوٹ مت بولنا۔ ماں کی نصیحتوں نے مجھے کامیابی سے دوچار کروایا اور میں خود کو کامیاب سمجھنے لگی ہی تھی کہ آخر کار وہ دن آ گیا۔ وہ سوال پوچھا گیا، اس حقیقت کا مطالبہ ہوا جسے میں میٹھا سچ سمجھ کر اکثر گنگنایا کرتی۔۔۔۔ میں کون ہوں؟ میرے خیال میں اس سوال سے وابستہ جواب آسان اور بنیادی تھا۔۔۔۔ لیکن سب بھرم ٹوٹ گئے جب چھٹی کلاس کا پہلا دن تھا اور سب کا تعارف کروایا جا رہا تھا، نام پکارے گئے۔ ثمن، ثوبیہ، وردہ، زینب اور پھر میں۔۔۔۔ کلاس میں ہمیشہ اول اور سب کی چہیتی! پوچھا گیا

"آپکا نام؟"

"ارم نذیر"

"آپکے پاپا کیا کام کرتے ہیں؟"

والد کا نام سن کر میری آنکھوں میں مسرت، دل میں سکون اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی اور میں نے قناعت محسوس کرتے ہوئے کہا کہ

"میرے پاپا باربر (نائی) ہیں"

جواب دیتے ہی قہقہوں کی گونج سنائی دینے لگی۔ میرا سر جو امتیاز میں اونچا تھا شرم کے مارے جھک گیا۔۔۔ بیٹھتے ہی میں نے کانپتے ہاتھوں سے قلم اٹھائی اور سہمی سی چپ چاپ بیٹھی رہی۔ قہقہے ابھی تک جاری تھے جو میرے لیے ایک بچے کی چیخ کی مانند تھے اور جن کی تسبیح بے ہنگام سے کان کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ یہ میری ناکامی کا عرصہ تھا۔۔۔ میں ان قہقہوں کی وجہ سوچتی رہتی اور مجھ سے یہ سوال بار بار کیا جاتا۔۔۔ اب یہ میری "پہچان" تھی، ایک غریب نائی کی بیٹی! پھر میری ذات کے بارے میں بھی سوال اٹھایا گیا۔ ذات؟ میں تو اس کے مطلب تک سے انجان تھی۔۔۔۔ امی سے پتا چلنے پر میں نے جانا کہ میں "مغل" ہوں۔۔۔ اس کے بعد جو سوال میں نے امی سے کیا وہ یوں تھا جیسے کوئی اضطراب میں الجھی ہوئی بچی اب بس صحیح، غلط میں تمیز چاہتی ہے۔

امی اسکا مطلب کیا ہے؟ ہم اچھے ہیں یا بُرے؟

امی نے مجھے سمجھایا کہ ذات پات کچھ نہیں ہے بیٹا، اگر کسی چیز کی اہمیت ہے تو وہ آپکا کردار، آپکا اخلاق اور دوسروں کے ساتھ آپکا رویا۔۔۔؟ اتنا آسان ہے؟ تو پھر مجھ سے اور کچھ کا تقاضا کیوں؟

میرے دل میں آئے سوالوں کے جواب مجھے نہ ملے، دل میں بیٹھا ملال بڑھتا جا رہا تھا۔ اب میں ہر چیز میں "کیوں" کا استعمال کرنے لگی۔ کیوں میرے پاس اچھا بستہ نہیں ہے؟ کیوں میرا یونیفارم الگ ہے؟ کیوں میرے پاس لنچ باکس نہیں ہے؟ کیوں میرے پاس اچھی قلم نہیں ہے؟ کیوں میں ایسی ہوں؟ کیوں سب ویسے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ میری تعلیم کا معیار کم سے کم تر ہوتا گیا اور ذہن میں سوالوں کا ہجوم لحہ بہ لحہ بڑھتا رہا۔ اب میرے سب دوستوں کی پہچان۔۔۔ "آرائیں"، "راجپوت" اور "چودھری" تک آ کر ٹھہر جاتی۔۔۔ میری زندگی پیچیدہ ہوتی جا رہی تھی۔ کہا جاتا ہے الجھا ہوا انسان نہ آر ہوتا ہے اور نہ پار۔۔۔ میں نے جھوٹ کا سہارا لینے کا فیصلہ کیا۔۔۔ اپنے آپ کو دوسروں کے معیار پر اتارنے کے لیے یہی ایک راستہ نظر آیا۔۔۔ میں ایک لیمپ کی طرح جب تک جلتی میرے گرد ہر چیز عیش پرست لگتی اور جب بجھتی تو اکیلی اور تنہا۔ جو دوست میں نے کھوئے جھوٹ کے بل بوتے پہ پائے۔۔۔۔ لیکن جھوٹا کب تک جھوٹ بکے گا۔۔۔

میں نے ایک مضبوط ارادہ کر کے اپنے قرابت داروں کے سامنے سچ اگلا۔ کئی سر جھکائے خاموشی کے ساتھ اپنے راستے بدل گئے اور کئی نے مجھ میں اپنی جھلک دیکھ کر میری "پہچان" کو اپنایا۔

"ہم "مسلمانوں" کی زندگی اتنی ہی رہ گئی ہے؟ آرائیں، آرائیں کے ساتھ، موچی، موچی کے ساتھ؟ امیر، امیر کے ساتھ، غریب، غریب کے ساتھ۔ خدا کی رسی کو جو ایک ساتھ تھامنا تھا اس کے ٹکڑے کر کے سب نے اپنے انداز سے راستے بنا رکھے ہیں۔ دکھ کی بات ہے کہ قوموں کا زوال "انتشار" کی وجہ سے ہوتا ہے اور افراد جو قوم بناتے ہیں وہ ایک ہو کر بھی ایک نہیں۔ میں نے اپنے خیالات سے کئی سوچوں کو بدلا لیکن جب حالات بدلنے میں دیر نہیں لگتی تو انسان کا کیا بھروسہ۔ کچھ لوگوں کے لیے میں آج بھی پرانی ارم ہوں اور چند کے نزدیک میری "پہچان" میرے قیمتی کپڑے، میرا گھر، میری ذات، میری کار، میرے ابو کی جاب اور میری استطاعت تک محدود ہے۔

آج دوستوں کے ساتھ میں شفاف ہوں، اور "جان پہچان" والوں کے ساتھ شرمندگی میں لپٹی ہوئی میری ایک "پہچان" ہے اور بالآخر میں ارم ہی ہوں اور مسلمان ہونے کے علاوہ آج میری بھی "پہچان" ہے۔

تو بتائیں آپکی "پہچان" کیا ہے؟

---اختتام---

تعلیم: آگاہی کا سرچشمہ

تحریر: آمنہ احمد

بہت عرصے تک ہم تعلیم کے عمل کو جاننے تک محدود رکھتے رہے ہیں۔ مگر آج کی تحقیق کہتی ہے کہ تعلیم کا عمل اس سے کہیں زیادہ معنی رکھتا ہے۔ اب جاننے کا عمل تعلیم کا ابتدائیہ ہے---- تعلیم مکمل ہونے تک بہت سے ایسے مراحل آتے ہیں جو آگاہی کا سرچشمہ ہیں اور جن کے سمجھے بغیر علم کا صحیح مفہوم سمجھنا بھی ناممکن ہے۔

کہتے ہیں کہ سفر کی منزل کا پتا ہو تو راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک معلم کو پتا ہو کہ وہ اپنے طالبعلم کو کیا سکھانا چاہتا ہے اور کہاں دیکھنا چاہتا ہے تو تعلیم دینا آسان ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر طالبعلم کو یہ معلوم ہو کہ سکول سے یونیورسٹی تک کا سفر اس کے کس کام کا ہے تو یقیناً اس کی دلچسپی علم حاصل کرنے میں بڑھ جائے گی۔

آج ہم اس پر بات چیت کریں گے کہ تعلیم کا مصرف جاننے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ اور کیا ہو سکتا ہے۔ بظاہر ہم سمجھتے ہیں کہ کتاب پڑھا دی، کتاب پڑھ لی--- علم حاصل ہو گیا اور تعلیم مکمل ہو گئی۔ مگر اب تعلیم کی ابتدا کتاب سے ہوتی ہے اور علم کے سفر کا اختتام اپنی ذات کو پہچاننے پر ختم ہوتا ہے۔

ہم یہاں اسی سفر پر بات کریں گے اور جاننے اور سمجھنے کے عمل کو آگاہی کے چھ سرچشموں کا نام دیں گے؛ یہ چھ سرچشمے تعلیم کی روح ہیں اور تعلیم کو علم میں بدل دیتے ہیں:

تفصیل: آگہی کا پہلا سرچشمہ کسی مضمون یا موضوع پر تفصیل کا جاننا ہے۔ جب ہم جان جاتے ہیں تو ہمیں اپنا علم دوسروں تک پہنچانا آجاتا ہے۔ ہم سامنے والے کو تفصیل سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ ہم تجربوں، شہادتوں، استدلال، اور اعداد و شمار کا استعمال کرنا جان جاتے ہیں۔ ہم اپنی بات کو حقائق سے لے کر کہانی تک، ہر طرح کی مختلف تفاصیل کے استعمال کی مدد سے سامنے والے تک بات پہنچانا سیکھ جاتے ہیں۔

نتائج مکمل علم ہمیں نتائج اخذ کرنا سکھاتا ہے۔ ہم تاریخ اور واقعات کو سامنے رکھ کر اپنے الفاظ میں بیان کرنا جان جاتے ہیں۔ ہم مؤرخ کی بات سمجھ تو رہے ہوتے ہیں مگر بطور طالبعلم ہمارا ہر بات بغیر تحقیق مان لینا ضروری نہیں رہتا۔ ہم سادہ سے پیچیدہ اور پیچیدہ سے سادہ کی طرف جا سکتے ہیں--- ہم واقعات کو ایک محقق کی نظر سے دیکھنے لگ جاتے ہیں اور تاریخ کو ہر زاویہ نظر سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں؛ واقعات کو جانچنے اور ان کے اثرات پر بات کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

استعمال: ہم اپنے حاصل کردہ علم کو علمی ماحول سے باہر کسی دوسری صورتحال میں بھی استعمال کرنے کے ہنر سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہم علم کو کتابی سمجھنے کی بجائے اسے عملی زندگی کے تناظر میں دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ علم کی مکمل سمجھ بوجھ کے بعد ہم اسے اپنی اصل زندگی میں کسی بھی صورتحال میں اس کو لاگو کرنے کے ہنر سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ اب علم کتاب سے نکل کر اپنی عملی صورت میں ظاہر ہونے لگ جاتا ہے۔

نقطہ نظر: ہم ہر بات کو جانچنے کا ہنر سیکھ جاتے ہیں؛ جو سنتے ہیں اس کو ماننے سے پہلے اپنے ذہن کو کھلا رکھتے ہیں اور رائے بنانے میں جلدی نہیں کرتے۔ علم حاصل ہو جانے کے بعد کوئی چیز ثانوی نہیں رہتی اور کوئی بات عام نہیں ہوتی--- سوچ کا دائرہ بڑھ جاتا ہے اور نظریات وسیع ہو جاتے ہیں۔ سوچ میں گہرائی اور بات میں استدلال آجاتا ہے۔

احساس: جاننے کا عمل ہم میں دوسرے کیلئے احساس پیدا کر دیتا ہے، جس بات کو دوسرے عجیب و غریب یا نامناسب سمجھ رہے ہوتے ہیں، آگاہی کے عمل سے گزرنے والا اسے اپنے تجربات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جہاں وہ اپنے نظریات قائم کرتا ہے وہیں وہ سامنے والے کے نقطہ نظر کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرے کے جوتوں میں کھڑے ہو کر اس کی تکلیف کا اندازہ ہونے لگتا ہے۔ زندگی کو دوسرے کے نقطہ نظر سے دیکھنے کا فن آجاتا ہے۔

ادراک ذات: اور اس سب سے اہم آگاہی کا عمل ہے اور یہی علم کی معراج ہے۔ مثبت علم آپ کو خود آگاہی میں مدد دیتا ہے، اپنے اندر کے تعصب اور اپنی سوچ کے انداز کو سمجھنے کی توفیق دیتا ہے، اپنی کمزوریوں اور اپنی خصوصیات کا احاطہ کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ اپنی کم علمی اور کم فہمی کا پتا دیتا ہے--- اور ساتھ میں اپنے اندر کی طاقت اور ہمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے-----

علم اور تحقیق کا چولی دامن کا ساتھ ہے--- علمی تحقیق خود آگاہی کے بغیر نامکمل ہے۔ آج کی تحقیق علم کے معنی وسیع سے وسیع تر کر رہی ہے--- ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی اپنے طالبعلم کی سوچ کو وسیع کریں، اسے خود آگاہی کا سبق دیں اور اس میں خود سے چیزوں کو پرکھنے کی حس پیدا کریں--- تعلیم ایک مسلسل عمل ہے اور ایک دن کا کام نہیں۔ جو قومیں اپنے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم کو ایک دائرے میں مقید کر دیتی ہیں وہ نا صرف ان خوبصورت ذہنوں کو ناکارہ کر دیتی ہیں بلکہ ان میں منفیت اور بے مقصدیت کے رجحانات کو تقویت دیتی ہیں--- ذہن اور سوچ کو مقید کر دینے سے نا صرف پراگندگی بڑھتی ہے بلکہ شخصیت بھی منتشر ہو جاتی ہے--- مگر یہی ذہن اگر کھلی ہوا میں سانس لیں اور مثبت راہنمائی کے زیر اثر رہیں تو کسی قوم کا سرمایہ ثابت ہوتے ہیں!!!

حوالہ:

Understanding by Design by WigginsandJay McTighe

---اختتام---

بنیاد پرست

(ساتویں قسط)۔

ترجمہ: ندیم اختر

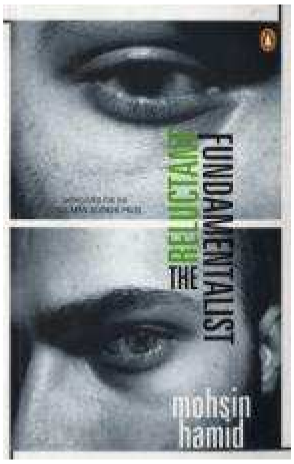

اب کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ جانے نیویارک میں اپنی نئی زندگی کی جو عمارت میں تعمیر کر رہا تھا، اس کی بنیادوں کی مضبوطی پر مجھے بھروسہ تھا بھی یا نہیں۔ کم از کم میں چاہتا تو یہی تھا کہ میرا یقین برقرار رہے تاکہ میں اپنے اطراف کی دنیا میں آنے والی تباہ کن تبدیلیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے خوابوں کو چکنا چور ہونے سے بچا سکوں۔ وہ تبدیلیاں جن کے آثار خبروں میں، سڑکوں پر اور اس لڑکی کی حالت میں بھی واضح نظر آتے تھے جس سے مجھے محبت تھی۔

میں ستمبر اور اکتوبر کے جن ہفتوں میں ایریکا سے قربت بڑھانے میں مشغول تھا، امریکا ایک ہولناک انتقامی جذبے کے زیر اثر تھا جس میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور اس غیض و غضب کا رخ میرے خطے کی جانب تھا۔ جب میری فون پر پاکستان میں اپنے خاندان سے بات ہوئی تو وہاں بھی اس کے اثرات واضح تھے۔ میری والدہ خوفزدہ تھیں اور بھائی غصے میں تھا۔ صرف والد نے زیادہ اثر نہیں لیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ سب گزر جائے گا۔ مجھے اپنے والد کی سوچ کو اپنے نقطہ نظر سے قریب پا کر خاصی تقویت حاصل ہوئی۔ "تم پریشان تو نہیں ہو نا لڑکے؟" وین رائیٹ نے ایک دن میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ہم انڈر ووڈ سیمسن کے کیفے ٹیریا میں تھے اور اپنی پسند کا کھانا پلیٹوں میں ڈال رہے تھے۔ "نہیں۔" میں نے کہا، پھر وضاحت کی کہ پاکستان کے امریکا کا ساتھ دینے پر طالبان کی طرف سے بدلہ لینے کی دھمکیاں بے معنی ہیں، اس لیے مجھے اپنے خاندان کی طرف سے کوئی خاص فکر لاحق نہیں ہے۔

دوسری طرف میں ان افواہوں کی طرف بھی ممکنہ حد تک کم سے کم توجہ دے رہا تھا جو پاک پنجاب ڈیلی میں روز ہی سننے کو ملتی تھیں: جیسے پاکستانی کیب ڈرائیورز کو بری طرح مارا پیٹا جانا؛ ایف بی آئی کے مسجدوں، دکانوں اور لوگوں کے گھروں پر چھاپے؛ مسلمان مردوں کا اچانک غائب ہو جانا، جن کے متعلق سب کا خیال تھا کہ پوچھ گچھ کے لیے نامعلوم قید خانوں میں بند ہیں اور جن کی واپسی کے امکانات بھی مخدوش لگتے تھے۔ میں خود کو سمجھاتا تھا کہ یہ کہانیاں زیادہ تر جھوٹی ہیں اور جن کی کچھ بنیاد ہے انہیں بھی بڑھا چڑھا کر بیان کیا جا رہا ہے۔ اور افسوسناک طور پر جو کچھ برا ہو بھی رہا تھا تو بھی اس سے میرا کچھ بگڑنے والا نہ تھا کیونکہ ساری دنیا کی طرح امریکا میں بھی اس طرح کے واقعات لاچار اور غریب لوگوں کے ساتھ ہی پیش آیا کرتے تھے نا کہ ایک پرنسٹن گریجویٹ کے ساتھ جس کی تنخواہ بھی اسی ہزار ڈالر سالانہ تھی۔

اس طرح خود کو انکار کی ڈھال کے پیچھے چھپا کر میں ساری توجہ کامیابی کے ساتھ اپنے کام پر مرکوز رکھنے میں کامیاب رہا۔ فلپائن میں اپنی شاندار کارکردگی کی بنیاد پر میں پہلے ہی جم کی نظروں میں خاص مقام بنا چکا تھا۔ اب اس نے مجھے اپنی ٹیموں میں سے ایک کے ساتھ جس کام کا ذمہ دیا تھا وہ ایک گرتی ہوئی ساکھ کی حامل کیبل کمپنی کی قدر کا اندازہ لگانا تھا۔ ان کا کاروبار نیو جرسی میں تھا اور سرمایہ کاروں کی ٹیکنالوجی سیکٹر میں بالعموم اور چھوٹے پیمانے کی براڈ بینڈ سروسز میں بالخصوص گرتی ہوئی دلچسپی نے انہیں شدید طور پر متاثر کیا تھا حتٰی کہ وہ اپنے قرضوں کی ادائیگی بھی بمشکل کر پا رہے تھے۔

اس سلسلے میں مجھے روزانہ نیو جرسی آنا جانا پڑتا تھا۔ یہ معاملہ گزشتہ اسائنمنٹس سے مختلف تھا کیونکہ یہاں مستقبل میں ترقی کے امکانات جاننے سے زیادہ زور اس بات پر تھا کہ موجودہ خرچوں کو کیسے کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس کے لیے جو طریقے تجویز کر سکتے تھے ان میں باہر کے کال سینٹرز کے استعمال کے ساتھ خریداریوں میں زیادہ احتیاط کا ذکر تھا۔ ساتھ ساتھ ہماری جانب سے اسٹاف میں کمی کیے جانے کا مشورہ بھی یقینی تھا، اسی لیے موجودہ ملازمین کی جانب سے ہماری ٹیم کے ساتھ مسلسل سرد مہری کا رویہ رکھا جا رہا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اکثر ہماری فون اور فیکس لائنز بغیر کسی ظاہری وجہ کے کام کرنا چھوڑ دیتیں اور ہمارے سیکورٹی بیجز اور لیپ ٹاپس بھی غائب ہو رہے تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ میں جب پارکنگ میں اپنی کرائے کی کار کے پاس پہنچا تو اس کا کوئی نہ کوئی ٹائر پنکچر پایا۔ یہ سب اتنے تواتر سے ہوتا تھا کہ اسے اتفاق کسی طور نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

ایک دن ایسا جم کی موجودگی میں بھی ہوا۔ اس دن وہ کام کا جائزہ لینے آیا ہوا تھا اور واپسی میں میرے ساتھ شہر جا رہا تھا۔ "اسے خود پر سوار مت ہونے دینا چنگیز۔" وہ کہنے لگا۔ میں اس دوران ٹائر تبدیل کر رہا تھا۔ "وقت صرف ایک ہی سمت میں سفر کرتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ سب کچھ بدل جایا کرتا ہے۔" اس نے اپنی کلائی میں بندھی قیمتی گھڑی کی چین ڈھیلی کر کے اسے اپنی ہتھیلی پر آنے دیا۔ "جب میں کالج میں تھا تب بھی معیشت کی حالت پر برا وقت آیا تھا۔ یہ ستر کی دہائی کا قصہ ہے۔ ملک کی اقتصادیات جمود کا شکار تھیں اور افراط زر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن اس سب کے بیچ ابھرتے مواقع بھی بینائی رکھنے والوں کی نظر میں تھے۔ امریکا مینوفیکچرنگ سے سروسز کی جانب منتقل ہو رہا تھا اور یہ ایک بہت بڑی تبدیلی تھی۔ پہلے کی تمام تر تبدیلیوں سے بڑی۔ میرے والد کی مرنے تک کی ساری زندگی اپنے ہاتھوں سے چیزیں بناتے گزری تھی۔ اور مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس انداز میں کام کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔" اس نے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر گھڑی کو واپس اس کی جگہ پہنچایا اور اس کی چین پھر سے ٹائٹ کر دی۔ اس کی حرکات و سکنات سے ہمیشہ ایک رسمی سا انداز جھلکتا تھا۔ جیسے کوئی بیٹسمین، نہیں بلکہ شاید اس کے لیے ایک نائٹ کی تشبیہ زیادہ مناسب رہے گی جو میدان جنگ میں جانے سے پہلے ہاتھوں پر دستانے چڑھا رہا ہو۔

"معیشت ایک جانور کی مانند ہے۔" اس نے بات جاری رکھی۔ "اس کی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ پہلے اسے مضبوط پٹھوں کی ضرورت تھی۔ اب وہ جتنا خون محفوظ کر سکتی تھی سب اس کے دماغ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں بھی اپنا مقام معیشت کے دماغ میں بنانا چاہتا تھا۔ فنانس میں اور ایسے کاروبار میں جہاں روابط کی اہمیت ہو۔ تمہاری کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں ہے۔ تم بھی ایسے خون کی مانند ہو جو معیشت کے جسم کو اضافی محسوس ہوتا تھا۔" میں اس وقت تک پہیہ تبدیل کر چکا تھا لہٰذا اپنی حالت درست کرنے کے بعد میں نے دروازے کھول دیئے۔ "زیادہ تر لوگ اس بات کو سمجھ نہیں پاتے بچے۔" اس نے میرے ساتھ بیٹھ کر سیٹ بیلٹ باندھتے اور سر سے اس عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس سے ہم ابھی نکل کر آئے تھے۔ "وہ تبدیلی کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ طاقت دراصل خود کو تبدیلی میں ڈھال لینے کا نام ہے۔"

میں نے جم کی اُس شام مین ہٹن واپسی کے وقت اور پھر آنے والے ہفتوں میں کی گئی سب باتوں کو ذہن میں رکھا۔ لیکن مجھے یہ تسلیم کرنے میں عار تھا کہ جہاں سے میرا تعلق ہے وہ کوئی متروک یا اضافی عضو ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے بیان کے مثبت پہلو کو زیادہ خوشدلی

سے قبول کیا: یہ کہ میں نے اپنے لیے جس شعبے کا انتخاب کیا ہے، انسانیت کے لیے اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نتیجتاً میرے لیے بھی فوائد بڑھتے جائیں گے۔ میں نے خود کو ماحول کے روز افزوں تناؤ اور کشیدگی سے صرفِ نظر کرنے کے لیے بھی بہتر طور تیار پایا۔

لیکن اگر میں کہوں کہ مجھے کسی طرح کی کوئی پریشانی لاحق نہ تھی تو یہ بھی درست نہ ہوگا۔ کیبل کمپنی کے ملازمین میں کچھ خاصی بڑی عمر کے لوگ بھی تھے۔ میں کبھی کبھی کیفے ٹیریا میں ان کے قریب بیٹھا کرتا تھا۔۔۔ ہماری ٹیبلز البتہ الگ ہوتی تھیں کیونکہ ہماری ٹیم کی ٹیبلز پر اور کوئی آکر نہیں بیٹھتا تھا۔۔۔ میرا خیال تھا کہ ان میں سے اکثر کے بچے میری عمر کے ہوں گے۔ اگر انگریزی میں کسی کو عزت دینے کے لیے اردو کی طرح تم کے علاوہ کوئی مناسب لفظ ہوتا تو میں انہیں مخاطب کرنے کے لیے بلا جھجک وہی استعمال کرتا۔ لیکن ہمارے کام اور تعلق کی نوعیت ایسی نہیں تھی کہ میں ان سے گفتگو کرتا اور انہیں اس طرح کی تعظیم دے سکتا۔ ہماری ٹیم کو اکثر اپنی ویک اینڈ تک کی راتیں کام کرتے ہوئے گزارنی پڑتی تھیں اور ایسی ہی ایک رات میں نے وین رائٹ کے سامنے اپنی کیفیات کا اظہار کیا۔ "یار، ہم ایک فرد اور ایک مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کیا یہ بات اور ینٹیشن میں ہمیں اچھی طرح نہیں سمجھا دی گئی تھی؟" وہ مجھے ایک تھکی ہوئی سی مسکراہٹ سے نوازتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں تمہاری مجبوری بھی سمجھتا ہوں۔ آخر کو تمہارا تعلق ایسی جگہ سے ہے نا۔ بہرحال، ہمارے لیے اہم ہے کہ ہم ایسے معاملات سے دور رہیں جن سے ہمارا تعلق نہیں ہے۔ ہم صرف بنیاد پر نظر رکھیں اور کام کو آگے بڑھانے پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں۔"

"بنیاد پر نظر رکھو۔" یہ انڈر ووڈ سیمسن کا رہنما اصول تھا جو کام کے پہلے روز سے ہمارے ذہنوں میں بٹھا دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہماری ساری توجہ مالیاتی تفصیلات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان معاملات کو سمجھنے پر ہو جس سے کسی املاک کی صحیح قدر وضع کی جاسکے۔ اور میں زیادہ سے زیادہ جذبے اور صلاحیت کے ساتھ بالکل یہی کرنے میں مشغول تھا۔ کیونکہ اگر میں سچائی بیان کروں تو جو ہمدردی میں اس کمپنی کے عنقریب فارغ کردیئے جانے والے ورکرز کے لیے محسوس کر رہا تھا وہ حد سے بڑھی ہوئی نہیں تھی اور نہ ہی کام سے مجھے اتنا وقت ملتا تھا کہ میں ان چیزوں کے متعلق زیادہ سوچ سکوں۔

لیکن اکتوبر کے آخری دنوں میں کچھ ایسا ہوا جس نے میری یکسوئی کو خاصا متاثر کیا۔ یہ شاید ایریکا کے ساتھ گزری پہلی رات کے ایک یا دو دن بعد کی بات ہے۔ افغانستان پر امریکی بمباری شروع ہوئے قریباً دو ہفتے گزر چکے تھے اور میں شام کی خبریں دیکھنے سے گریز کر رہا تھا جن میں امریکہ کے جدید ترین بمباروں کو افغانستان کے اسلحے اور خوراک کی قلت کے شکار قبائلیوں پر آگ برساتے بڑے جوش و خروش سے دکھایا جاتا تھا۔ اگر کبھی اتفاق سے ایسے مناظر پر میری نظر پڑ جاتی تو مجھے فلم ٹرمینیٹر یاد آجاتی تھی، اس تبدیلی کے ساتھ کہ یہاں مشینوں کو ہیرو کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔

لیکن ایک بار ٹیلیویژن کھولنے پر جو دیکھنے کو ملا اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں آدھی رات کے قریب نیو جرسی سے واپس پہنچا تھا اور کسی سکون آور قسم کے سِٹ کام کی تلاش میں چینل تبدیل کر رہا تھا کہ ایک خبرنامے پر نظر پڑی جس میں نائٹ وژن میں امریکی فوجیوں کو افغانستان میں اترتے دکھایا جا رہا تھا اور نیوز کاسٹر کی وضاحت کے مطابق یہ طالبان کی کمانڈ پوسٹ پر کیا جانے والا ایک دلیرانہ حملہ تھا۔

میرے ردعمل نے خود مجھے بھی حیران کیا؛ افغانستان پاکستان کا پڑوسی اور برادر اسلامی ملک تھا اور تمہارے ہم وطنوں کو وہاں اس انداز میں داخل اور حملہ آور ہوتے دیکھ کر مجھ پر شدید ترین غصہ طاری ہونے لگا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ خود پر سکون کرنے کے لیے میں نے شراب کا سہارا لیا تھا اور وہسکی کی ایک تہائی بوتل ختم کر ڈالی تھی۔

اگلی صبح مجھے پہلی بار کام سے دیر ہوئی کیونکہ میں دیر تک سوتا رہا تھا اور اٹھا تو سر میں شدید درد تھا۔ میرا اشتعال بڑی حد تک بیٹھ گیا تھا لیکن میرے لیے چاہنے کے باوجود یہ تصور کرنا محال تھا کہ وہ حقیقی نہیں تھا، چنانچہ میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا ردعمل ضرورت سے زیادہ تھا اور یہ کہ اول تو میں اس معاملے میں کچھ کر نہیں سکتا تھا دوسرے یہ کہ ان عالمی سطح پر روپذیر ہونے والے واقعات کا میری ذاتی زندگی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر بھی میں اپنے اندر دہکتے انگاروں کی تپش محسوس کر سکتا تھا اور اس دن مجھے وہ کام کرنے میں مشکل پیش آئی جو ہمیشہ میرے لیے بہت آسان رہا تھا، بنیاد پر توجہ مرکوز رکھنا!

لیکن ٹھہرو۔ کیا تم نے یہ آواز سنی؟ جیسے کوئی مقیّد شیر دھاڑا ہو۔ یہ میرا معدہ ہے جو بھوکا رکھے جانے پر احتجاج کر رہا ہے۔ چلو ہم اب کھانے کا آرڈر دیتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ تمہارے خیال میں بہتر رہے گا اگر تم انتظار کرو اور واپس اپنے ہوٹل پہنچ کر کھانا منگواؤ۔ لیکن میں اصرار کروں گا! تمہیں لاہوری کھانوں سے متعارف ہونے کا اتنا زبردست موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ یہاں ہمیں وہ سب کھانے کو ملے گا جس کے لیے یہ مارکیٹ بجا طور پر مشہور ہے۔۔۔ وہ سب جو ایک ایسے دور کی یاد دلاتا ہے جس میں انسان کو علم نہیں تھا کہ کولیسٹرول اس کی صحت کے لیے کتنا مضر ہے۔۔۔ اور جو سب کا سب بے انتہا لذیذ ہوتا ہے۔

شاید اس وجہ سے کہ ہم دولت، طاقت حتٰی کہ کھیل کے میدان میں بھی کامیابی سے محروم ہیں۔۔۔ سوائے اس کے کہ ہماری کرکٹ ٹیم کبھی کبھار اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر جاتی ہے۔۔۔ دنیا کی چھٹی بڑی آبادی کے حامل ملک ہونے کے ساتھ ساتھ ہم پاکستانی اپنے کھانوں پر بھی ٹھیک ٹھاک فخر کرتے ہیں۔ یہ فخر یہاں پرانی انارکلی کے اِن بہت سے ریستورانوں کے مینیو سے بھی واضح جھلکتا ہے: ان میں سے کسی ایک میں بھی تمہیں کوئی مغربی ڈش دستیاب نہیں ہو سکے گی۔ اس کے بجائے یہاں کباب، تکے، پائے، بھیجا جیسی چیزوں کی فراوانی ہے۔ مغربی سرحدوں کے دوسری طرف ملنے والی سبزی سے بنی ڈشیں ہمیں زیادہ پسند آتی ہیں نہ ہی تمہارے ملک میں ملنے والا جراثیم سے پاک کیا ہوا پراسس شدہ گوشت ہمارے ذوق کی بہتر طور پر تسکین کر پاتا ہے۔ کم از کم کھانے پینے کی حد تک ہم اپنی خواہشات کو ڈرتے جھجکتے پورا کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

ہم خود کو بیشتر یہ یقین دلاتے رہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ سے یوں قرضوں تلے دبی اور امداد پر گزارا کرنے والی قوم نہ تھے، نہ ہی وہ مفلوک الحال مگر جنونی قدامت پرست تھے جو تمہیں اپنے ٹی وی چینلز پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہم تو شاعر اور صوفی تھے، اور ہاں، ہم فاتح بادشاہ بھی تھے۔ ہم وہ تھے جنہوں نے اس شہر میں بادشاہی مسجد اور شالیمار باغ تعمیر کرایا اور لاہور کا قلعہ بھی جس کی دیواریں بلند و بالا ہیں اور جس کی طویل و عریض چڑھائی ہمارے جنگی ہاتھیوں کے لیے بنائی گئی تھی۔ اور ہم نے یہ سب اس زمانے میں کیا جب تمہارا ملک محض تیرہ چھوٹی چھوٹی کالونیوں کا مجموعہ تھا جو ایک دور دراز براعظم کے کناروں پر پھیلی ہوئی تھیں۔

اوہ، میری آواز پھر سے بلند ہوگئی اور یقیناً یہ تمہیں اچھا محسوس نہیں ہو رہا ہوگا۔ میں معافی چاہتا ہوں؛ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ اور یہ باتیں کرنے کی بجائے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے ایریکا سے امریکی فوجوں کو افغانستان میں داخل ہوتے دیکھ کر اپنے طیش کے متعلق کیوں بات نہیں کی۔ اس رات کے بعد جب ہم نے ایریکا کو ایجنٹ ملنے کا جشن میرے فلیٹ میں منایا تھا، میرا اُس سے بہت دن تک کوئی رابطہ نہیں ہو پایا۔ اس دوران نہ تو وہ میری کال وصول کر رہی تھی نہ ہی میسج کا جواب دے رہی تھی۔ میں اس کے رویے سے دلبرداشتہ تھا، اور بالآخر جب ایک دن اس نے مجھے ڈرنک کی دعوت

دی تو وہاں جاتے ہوئے میرا موڈ بالکل اچھا نہیں تھا۔ مگر وہاں جو دیکھنے کو ملا میں اس کے لیے بھی ذرہ برابر تیار نہیں تھا۔

وہاں اُس پر اعتماد اور پر جوش لڑکی کا نام و نشان نہیں تھا جس سے میں واقف تھا۔ اس کی بجائے جس ایریکا سے میرا سامنا ہوا وہ ایک مضمحل اور خوفزدہ لڑکی تھی جسے دیکھ کر اجنبیت کا احساس ہوتا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر آ رہی تھیں اور لگتا تھا کہ وزن بھی ٹھیک ٹھاک کم ہوا ہے۔ جب وہ مسکرائی تو اس میں پرانی ایریکا کی ہلکی سی رمق محسوس ہوئی مگر وہ مسکراہٹ اگلے ہی پل معدوم ہو گئی۔ پھر میری آنکھوں سے جھلکتی سراسیمگی کو بھانپ کر وہ دوبارہ مسکرائی اور بولی۔ "کیا میں بہت ہی بری لگ رہی ہوں؟" "بالکل بھی نہیں۔" میں نے جھوٹ بولا۔ "بس کچھ تھکی تھکی سی لگ رہی ہو۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" "ہاں۔" اس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے کچھ عرصہ تم سے رابطہ نہیں کیا۔" "ارے کوئی بات نہیں یار۔" میں نے جواب میں کہا۔ "بس مجھے امید ہے کہ تم مجھ سے تنگ نہیں آئی ہو۔" "ہرگز نہیں۔" وہ بولی۔ "میں دراصل ایک بری کیفیت سے گزر رہی ہوں۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی شدت، سوائے کرس کے گزرنے کے فوراً بعد کے، کبھی اتنی زیادہ نہیں رہی۔"

میں نے اپنے لیے بیئر اور اس کے لیے پانی کی بوتل کا آرڈر دیا۔ پہلے پہل مجھے اسے گلے لگا کر تسلی دینے کا خیال آیا لیکن پھر میں نے اسے ترک کر دیا: وہ اتنی نازک لگ رہی تھی کہ چھوتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔

"ہوتا یہ ہے کہ،" اس نے بتانا شروع کیا۔ "میرا ذہن دائروں میں گھومنا شروع کر دیتا ہے۔ میں سوچتی رہتی ہوں، سوچتی رہتی ہوں اور میری نیند اڑ جاتی ہے۔ اور جب بغیر نیند کے ایک دو روز گزریں نا تو آپ بیمار پڑ جاتے ہو۔ آپ کچھ کھانے کے قابل نہیں رہتے۔ آپ کو رونا آنے لگتا ہے۔ یہ کیفیت بڑھتی جاتی ہے۔ میرے ڈاکٹر نے کچھ طاقتور ادویات تجویز کی تھیں چنانچہ مجھے نیند تو آنے لگی لیکن یہ حقیقی نیند نہیں ہے۔ اور باقی کے دن مجھے شک ہوتا رہتا ہے کہ میں اب بھی اسی مصنوعی نیند کے اثر میں ہوں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہوائی جہاز سے باہر آنے پر آپ ٹھیک سے سن نہیں پاتے۔ سوائے اس کے کہ یہ اثرات صرف میری سننے کی صلاحیت پر مرتب نہیں ہوئے بلکہ تمام تر حسیات کی یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔" اس نے پانی کا گھونٹ لے کر میری طرف دیکھتے ہوئے ایک آنکھ دبائی اور پھر بولی۔ "عجیب سی بات ہے نا؟"

میں خاموشی سے کھڑا رہا۔ کچھ کہنا تو درکنار، خوف سے میری حالت اتنی بری تھی کہ میں مسکرانا تک بھول گیا تھا۔ لیکن وہ میرے جواب کی منتظر تھی چنانچہ کچھ لمحوں بعد میں نے پوچھا۔ "لیکن تم ایسا کیا سوچتی ہو جو تمہیں اتنا زیادہ اپ سیٹ کر دیتا ہے؟" "میں کرس کے بارے میں بہت زیادہ سوچتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "میں اپنے بارے میں سوچتی ہوں۔ اپنی کتاب کے بارے میں۔ کبھی کبھی مجھے بہت تاریک خیالات آتے ہیں۔ اور میں تمہارے بارے میں بھی سوچتی ہوں۔"

"اچھا۔ تو میرا خیال آنے پر تم کیا سوچتی ہو؟" میں نے پوچھا۔ "میں سوچتی ہوں کہ تمہارا مجھ سے ملنا تمہارے لیے بالکل اچھا نہیں ہے۔ خاص کر جب میں ایسی کیفیت میں ہوں۔" "نہیں۔" میں نے اسے یقین دلایا، حالانکہ میں مزید ڈر گیا تھا۔ "میں تم سے ملتے رہنا چاہتا ہوں۔" "میں جو کہہ رہی ہوں میرا مطلب بھی وہی ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم سمجھ رہے ہو نا؟ میرا مطلب بھی وہی ہے۔"

میں نے کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ گھر چلنے کو کہا۔ "میرا نہیں خیال کہ مجھے جانا چاہیے۔ سچ مچ۔" اس نے کہا۔ لیکن اس کے تاثرات میں نرمی تھی، اور جب میں اصرار کرتا رہا تو بالآخر وہ مان گئی۔ ہمارے ٹیکسی کے سفر کے دوران میرا ذہن جو کچھ ہو رہا تھا اسے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ گزرے ہوئے ہفتوں کے دوران میں جاگتی آنکھوں سے ایسے خواب دیکھتا رہا تھا جس میں میں اور ایریکا زندگی بھر کے ساتھی تھے۔ اب میری نظروں کے سامنے صرف میرے خواب ہی نہیں بکھر رہے تھے بلکہ ان خوابوں میں موجود لڑکی بھی تحلیل ہوتی جا رہی تھی۔ میں اس کے کام آنا چاہتا تھا، اس سے وابستہ رہنا چاہتا تھا۔۔۔ بیشک میں چاہتا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ رہیں۔۔۔ اور میری پوری کوشش تھی کہ جیسے بھی ہو اسے ذہنی انتشار کی بھول بھلیوں سے باہر کھینچ لوں۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ آگے کیسے بڑھنا ہے۔

مجھے معلوم تھا کہ اسے میرا پاکستان سے متعلق کہانیاں سنانا پسند ہے، چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس کے کان میں اپنے خاندان اور لاہور کے قصے سرگوشی کی صورت سناتا رہا۔ ہم ساتھ ساتھ لیٹے تھے اور میرا ایک بازو اس کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ جب میں نے اسے چومنے کی کوشش کی تو نہ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں نہ اس کے ہونٹ حرکت میں آئے۔ میں نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور پوچھا۔ "کیا تمہیں کرس یاد آ رہا ہے؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور میں نے دیکھا کہ آنسو اس کی پلکوں سے چھلکنے کے لیے بیتاب ہیں۔ "تو پھر فرض کر لو کہ میں کرس ہوں۔" مجھے نہیں معلوم کہ میں نے ایسا کیوں کہا، شاید آگے بڑھنے کا واحد ممکنہ راستہ مجھے یہی سمجھ آیا ہو۔

"کیا؟" اس نے کہا، لیکن اپنی آنکھیں بدستور بند رکھیں۔ "تصور کر لو کہ میں، وہ ہوں۔" میں نے دوبارہ کہا۔ اور پھر اس اندھیرے اور خاموشی میں، ہم دونوں اسی تصور کے زیر اثر آگے بڑھتے گئے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس تجربے کو صحیح طرح بیان کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ میں بہرحال یہ دعوٰی نہیں کر سکتا کہ مجھ پر کسی اور شخصیت کا غلبہ ہو گیا تھا، لیکن میں پوری طرح میں بھی نہیں رہا تھا۔ وہ سب ایسا ہی تھا جیسے ہم جادو سے کسی اور دنیا میں پہنچا دیے گئے ہوں، جہاں میں کرس تھا اور وہ کرس کے ساتھ تھی، اور ہم جس یگانگت کے ساتھ قربت کی منازل طے کر رہے تھے وہ میرے اور ایریکا کے بیچ کبھی نہیں رہی تھی۔ اس کا جسم اب مجھے قبول کرنے سے انکاری نہیں تھا؛ میں اس کی بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا اور وہ بند آنکھیں کرس کو دیکھ رہی تھیں۔

"تم ایک بہت مہربان فرد ہو۔" بہت دیر بعد اس نے کہا۔ "یہ ایک اسٹوپڈ سی بات لگتی ہے مگر سچ بھی یہی ہے۔" میں نے اسے بازوؤں میں تھام لیا اور کچھ نہ کہا۔ میرے محسوسات کچھ ایسے تھے جو نہ اس سے قبل کبھی ہوئے تھے نہ ہی بعد میں: میں بیک وقت آسودگی بھی محسوس کر رہا تھا اور بہت شرمندہ بھی تھا۔ اپنی آسودگی مجھے سمجھ آ رہی تھی لیکن شرمندگی الجھن میں ڈالنے والی تھی۔ شاید کسی اور کی شخصیت کا ذہنی سوانگ بھر کر میں نے خود کو اپنی نظروں میں گرا لیا تھا؛ شاید محبت کی اس عجیب و غریب تکون میں اپنے مردہ رقیب کے ہاتھوں مستقل ہزیمت اس کا سبب تھی؛ شاید میں فکرمند تھا کہ میں نے خود غرضی کا مظاہرہ کیا ہے اور میرا یہ سب کرنا ایریکا کو مزید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہ آخری وضاحت یقینی نہیں ہے کیونکہ مجھے کسی طور معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ آنے والے ہفتوں اور مہینوں میں اس پر کیا گزرنے والی ہے۔

ایریکا کو اس رات بغیر دواؤں کے نیند آ گئی؛ میں جاگتا رہا، کچھ اس وجہ سے بھی کہ میں نے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ کچھ دیر میں اس کے ڈسٹرب ہونے کے خیال سے اٹھ کر ریفریجریٹر تک جانے سے باز رہا، مگر اس کی نیند بچوں کی طرح گہری تھی، بالآخر میں اٹھ گیا۔ میں نے صرف ڈبل روٹی کھائی اور صرف پانی پیا، ایک بالکل بے ذائقہ کھانا، لیکن میں نے اس وقت تک کھانا جاری رکھا جب تک میرا پیٹ نہ بھر گیا، اور جب میں واپس آیا تو میری کیفیت ایسی تھی جیسے میں نے سامنے کوئی سخت ڈرم باندھ رکھا ہو، اس کیفیت کے پیش نظر مجھے کروٹ کے بل لیٹنا پڑا۔

ایک تو یہاں اندھیرا بھی ہے دوسرے تمہیں تاثرات چھپانا بھی اچھی طرح آتے ہیں، لیکن اس کے باوجود میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس وقت تم کسی درجے نفرت سے میری جانب دیکھ رہے ہو: یقیناً میں بھی تمہیں اسی طرح دیکھتا اگر میری جگہ تم نے یہ سب بتایا ہوتا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس تنفر نے تمہاری بھوک پر زیادہ اثر نہیں ڈالا ہو گا کیونکہ میں ویٹر سے ہمارے آرڈر کی تکمیل کے لیے کہنے لگا ہوں۔ میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ آج رات ہمارا کھانا سب کچھ ہو گا مگر بے ذائقہ ہر گز نہیں۔۔۔ اور لو وہ آ بھی گیا۔ کتنا اچھا بندہ ہے!

---جاری ہے---

جن گزشت

تحریر: مونا سید

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

"شعر وہ بھی غالب کا اور وہ بھی ایسی شستہ زبان میں۔۔۔۔ وہ بھی میرے دفتر میں؟۔۔"

کچھ سوچنے سے بھی پہلے میں اچھل پڑا۔۔۔۔ چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کون نابنجار میرے دفتر میں آگھسا وہ بھی اس ٹائم جب میں لکھنے میں مصروف ہوتا ہوں۔ یہ "فے قاف" یعنی میرا دفتر ہے۔۔ جہاں میں روزمرہ کے کام انجام دیتا ہوں۔۔۔ کام کیا ہے بس کچھ لکھنے پڑھنے سے شغف کے کارن روزی روٹی چل رہی ہے۔

نگاہ ادھر ادھر دوڑ کر فارغ ہو گئی مگر آواز کا منبع گرفت میں نہیں آیا۔۔

"شاید میرے کان بجے ہوں گے۔۔" میں سر جھٹک کر پھر سے کام میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

اب آپ تو جانتے ہی ہوں گے نا کہ لکھنے پڑھنے کے شغل میں کوئی بھی رکاوٹ سم قاتل ثابت ہوتی ہے دھیان کے گھوڑے فوراً سرپٹ ہو جاتے ہیں۔۔ اور لگام آپ کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔

سخت کبیدہ خاطر ہو کر واپس مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

جو یہ کہے "ریختہ کیوں کہ ہو رشک فارسی؟"
گفتۂ غالب ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ "یوں"

اب تو جو ہوا تھا وہ یقیناً "کچھ" تھا۔۔۔ میں جی جان سے لرز کر رہ گیا۔۔ "یہ۔۔ یہ آواز؟"

انسان جب خوف کی کیفیت میں ہوتا ہے تو جسم تنے تار کی مانند ہوتا ہے انگلی لگی نہیں کہ ٹن ٹنا ٹن بجنے لگے۔۔۔ میں بھی پہلا جھٹکا برداشت کر کے اب بغور دفتر کا جائزہ لینے لگا۔۔ اٹھ کر آس پاس چیک کیا۔۔ یہ رنچھوڑ لائن کا گنجان آباد علاقہ ہے۔۔ جہاں کابک نما فلیٹ ہیں۔ فلیٹ کہنا تو توہین ہو گا۔۔۔ بس سمجھ لیں ڈبہ پر ڈبہ جما لیا گیا ہے۔۔ نیم تاریک زینے جس کو استعمال میں لانے والے کا بصیرت والا ہونا نہ ہونا ضروری نہیں۔ سب کو ٹٹول ٹٹول کر ان زینوں پر چڑھنا پڑتا ہے۔ اسی عالم کون وفساد میں ایک کابک، میرا مطلب گوشہ عافیت میرا بھی ہے۔

"مگر یہاں مجھے ڈسٹرب کرنے آیا کون۔۔۔؟ شاید برابر والے کابک میں ہو کوئی۔؟"

حسب معمول کے ای ایس سی کی مہربانی کی وجہ سے یہاں دن میں تاریکی راج کر رہی تھی۔۔ اچانک تاریکی میں مجھے ایک شبیہہ جھائی دے ہی گئی۔۔ نقوش کچھ واضح نہیں تھے۔ مجھے غصہ چڑھ گیا۔۔ ایسے بھی بھلا کسی کا دل دہلاتے ہیں۔

"آپ سے کبھی نیاز حاصل نہیں ہوئے؟" میرا لہجہ معاندانہ ہوا۔

"نذر و نیاز کے ہم قائل نہیں ہاں کچھ ٹھنڈا گرم البتہ چل سکتا ہے۔۔۔؟" اس کے بے نیاز لہجے نے مجھے سلگا کر رکھ دیا۔

"میرا مطلب آپ کے تعارف سے تھا۔۔۔" اس بار میں چبا کر بولا تھا۔

"اچھا تو یوں کہیں نا قتی صاحب۔۔۔۔ وہ کیا ہے کہ اس دور کی اردو کافی تبدیل ہو چکی ہے اور اس کا اثر ہم پر بھی آیا ہے یہ کیا متروک الفاظ استعمال میں لا رہے ہیں آپ؟"

مگر میں تو لفظ "قتی" پر ہی بم ہو چکا تھا۔۔۔ کسی نے کبھی میرے قلمی نام کی ایسی تیسی کبھی نہیں کی تھی۔

"اٹھیے! فوراً!۔۔ اور آئندہ میں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہوں گا۔"

"ار۔۔۔ ررر۔ قنوطی صاحب۔۔۔۔۔۔" اس کے لہجے کی شوخی مجھے سخت زہر لگی۔ اور میں لگا غصے سے کانپنے۔

"فارس قمری۔۔۔ "فے قاف" میں حلق کے بل چلایا تھا۔۔ باچھوں سے کف اڑنے لگا۔۔ اور ایاون کلو کا جسم بید مجنوں کی طرح تھر تھرانے لگا۔۔۔

"فف۔۔۔۔ فوراً۔۔۔" میں ہانپ رہا تھا۔

"پانی پیجیے گا۔۔ فارغ قمری صاحب۔" اس کی ڈھٹائی ہنوز برقرار تھی۔

بے بسی کا احساس لیے میں نشست پر ڈھے گیا۔۔ تھوڑی دیر چپ رہ کر اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کی جس میں کسی حد تک کامیاب رہا۔۔ اور پھر قدرے صاف آواز میں کہا۔

"آپ مجھے "فے قاف" کہہ کر بلا لیجیے اگر نام لینا اتنا مشکل ہو رہا ہے تو۔۔"

"یہ کوہ قاف سے کتنا ملتا جلتا ہے نا؟"

یہ سنتے ہی میرا بجھا بجھا بھن ہو گیا۔۔ مگر دل ہی دل میں الٹی گنتی گن کر کر اس کو قابو میں لایا۔۔۔

"غصہ نہیں۔۔۔ ورنہ یہ ایسے ہی تم کو جلاتا رہے گا۔۔" میں نے دل ہی دل میں خود کو سمجھایا۔

"ہاں۔ اب آپ آئے ہیں نا درست لائن پر۔۔۔" اس نے جیسے گویا میری سوچ پڑھی اور میں منہ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا جیسے اس پر لکھی تحریر مٹانا یا چھپانا چاہتا ہوں۔

"اصل میں آپ کے نام سے اس جگہ کا خیال آتا ہے جس سے میرا گہرا تعلق ہے۔ آپ کو اچھا نہیں لگا میں معذرت خواہ ہوں۔" اب کے اس کا لہجہ معقول تھا۔

اس کے لہجے کی معقولیت کے ساتھ ہی میرے غصے کا گراف بھی نیچے آیا۔ میں نے اخلاقاً اس کو بیٹھنے کے لیے کہا۔۔ یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ وہ پہلے ہی نشست پر براجمان ہے۔۔

"کس مقصد سے تشریف لائے؟" میں اتنے میں یہ تک بھول چکا تھا کہ اس کے نام سے ہنوز لاعلم ہوں۔

وہ اِدھر اُدھر نظریں گھما رہا تھا۔۔۔ "کافی زبوں حالی کا شکار لگتے ہیں آپ۔۔ جب کہ میرا اندازہ تھا کہ کافی کچھ چھاپ رہے ہوں گے آپ؟"

"آپ جس مقصد سے تشریف لائے ہیں وہ بیان فرمائیں۔" میں نے اب اس کی ہرزہ سرائی کو نظر انداز کرنے کی ٹھان لی تھی۔

"اور ہاں سب سے پہلے اپنا اسم گرامی؟"

"ہممم۔۔۔" وہ گویا کسی گہری سوچ میں مبتلا ہوا۔۔۔۔

"کیا الجبرا کا سوال دے دیا آپ کو؟" اب طنز فرمانے کی میری باری تھی۔ بڑی دیر سے مری جان جلا رہا تھا وہ۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ بس یہ طے نہیں کر پا رہا کہ کون سا بتلاؤں۔۔۔ وہ جو آپ کی سمجھ آ جائے یا وہ جو رشک حضور نے دیا تھا ہم کو؟"

رشک حضور۔۔۔۔۔۔۔۔؟" میں ایک بار پھر اس کا نام بھول بھال

بھال اس کے چکر میں آنے لگا تھا کہ یاد آیا سامنے بیٹھی چیز کافی حضرت ہیں۔

"دیکھیں آپ فی الفور یہاں سے رخصت لے لیں۔ مجھے ابھی بہت کچھ چھاپنا مطلب تخلیق کرنا باقی ہے۔"

دوسرے لفظوں میں پھوٹو یہاں سے۔ مگر وہ بلا کا ڈھیٹ تھا۔

"ارے فارغ خطی صاحب آپ تو ناراض ہو گئے۔۔ ایک نام ہی تو پوچھا ہے بتائے دیتے ہیں۔۔۔۔؟ اس نے دانت نکوسے اور پھر جو نام بتایا وہ ہر گز قابل قبول نہیں تھا۔

"ریڈائیل۔۔۔۔۔۔ یہ کیا مذاق ہے؟ دیکھیں میرا ٹائم فالتو نہیں۔۔ آپ یہاں سے۔۔۔۔۔۔" میں نے دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔۔ جب سے آیا تھا بیہودہ پن پر اترا ہوا تھا۔

"آپ کو ہمارا نام بیہودہ پن لگتا ہے۔ جو ہمارے رشک حضور نے اتنی محبت سے ہم کو دیا۔" اس کے لہجے میں عجیب سی خرخراہٹ آ گئی میرے رگ وپے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"کک۔۔۔ کیا یہ مذاق نہیں۔۔۔ ایسا نام نہ دیکھا نہ سنا کبھی اور آپ جب سے آئے ہیں تب سے؟" میں رکے بغیر شروع ہو چکا تھا۔ پھر میں نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے پوچھا۔

"یہ رشک حضور کیا شے ہے؟"

اس پر وہ اور برافروختہ ہوا۔۔ "ہم اپنے رشک حضور کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی زبان گدی سے کھینچ لیا کرتے ہیں۔"

میرے بھائی! جب کچھ ناقابل فہم ہو گا تو بندہ پوچھ ہی لے گا نا؟" میں گھگھیایا۔

"ہمم۔ اچھا اچھا۔۔۔ اس کا وہی مطلب جو آپ کے یہاں والد محترم کا ہو گا۔"

"اور والدہ کو یقیناً رشکہ محترمہ کہتے ہوں گے۔۔" رشکہ سے مجھے فوری طور پر رکشہ کا خیال آیا اور بمشکل قہقہہ گلے میں ہی روکنا پڑا۔ سامنے والی چیز نہ جانے کیسے ذہن کا حال جان لیتی تھی۔

"میاں ریڈائیل۔۔ کچھ آسان نام نہیں ہو سکتا۔" میں نے بے بسی ظاہر کی۔

"آپ اپنی آسانی کے لیے کچھ بھی پکار لیجیے۔۔ وہی تو ہم بتلا رہے تھے کہ آپ کو مشکل ہو گی مگر آپ یہاں وہاں میں پڑ گئے۔"

"ہم آپ کے معتقد ہیں۔۔۔" یہ سننا تھا کہ میں نے اپنی گردن اکڑا لی۔۔ یہاں تک کہ پسلیاں بھی پھلالیں اتنی کہ میرا سانس لینا دشوار ہو گیا۔ دنیا میں میرا پہلا "فین" مجھے ملا تھا۔

"سانس لیجیے فارس قطری صاحب۔ ایسا نہ ہو آخری ہو۔" وہ اپنی حرکت سے پھر باز نہیں آیا نتیجتاً پہلے میں نے سانس خارج کی اور پچک کر رہ گیا۔

"خیر یہ آپ کا خاندانی معاملہ ہے۔ آپ تشریف لانے کا مقصد واضح کیجیے۔" میں نے اب سیریس ہونا چاہا۔

اس نے میرے سر سے سر جوڑا۔۔

☆---☆---☆

"میں دراصل اجناء کی برادری سے تعلق رکھتا ہوں۔۔۔" اس نے جیسے انکشاف کیا۔

اور میں نے زندگی میں کسی ہستی کو اتنا بغور دیکھا ہی نہیں تھا۔۔۔ مجھے ایک دم بڑے زور کا غصہ آیا۔۔

"عجیب آدمی ہو تم؟ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

مگر اس کے لہجے کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی بلا کی سنجیدگی تھی۔

"آدمی نہیں جن؟ جن دیکھنے کی بھی اپنی ایک نظر ہوتی ہے اس لیے ضروری نہیں کہ آپ کے پاس بھی وہ نگاہ ہو۔۔۔ یہ سب کچھ کچھ محبت جیسا ہوتا ہے۔" آخری جملے تک آتے آتے اس کے لہجے میں پھر سے ظرافت ظاہر ہونے لگی۔

"دیکھو دوست پہلی بات تو یہ ہے کہ تم مجھے کہیں سے بھی جن نظر نہیں آ رہے اور دوسری بات یہ کہ تم جب سے آئے ہو مسلسل مجھے عاجز کر رکھا ہے۔"

"لوگ ہمیں کچھ خوفناک قسم کی چیز سمجھتے ہیں کوئی ڈراونی مخلوق۔ مگر یقین کیجیے ہمارے یہاں مزاح کا معیار آپ لوگوں کے پھکڑپن سے بدرجہا بہتر ہے۔۔"

اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہ باز نہیں آئے گا۔۔۔ میں نے بھی سوچا یوں تو یوں ہی سہی۔۔

"تشریف لانے کا مقصد؟"

"جی۔۔۔ ہماری کونسل نے کئی دقیقوں تک غورانے کے بعد یہ عرضداشت آپ کی مدد سے پیش کرنے کا فیصلہ لیا ہے۔"

"دقیقے۔۔۔۔۔" میں پھر اچھل پڑا۔۔۔۔ اتنی سرعت سے غورا لیتے ہیں آپ۔۔۔ میں نے غورا لینے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں اس میں کیا مسئلہ ہوا۔۔۔ یہ تو آپ لوگوں کا فہم کم ہے تو۔۔۔ اور جلدبازی میں اپنی زبان کے کچھ الفاظ کے استعمال کرنے کے لیے شرمندہ ہوں۔۔"

تو پھر اس احقر تک تشریف آوری کا مقصد؟" میں نے اس بار چبا کر بولا۔

"مجھے لگ رہا ہے آپ مجھ پر یقین نہیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ مسئلہ گھمبیر ہے۔۔۔ آپ کہیں تو کچھ نمونہ دکھاؤں تا کہ آپ کو یقین ہو جائے۔" اس کی آنکھوں میں ناقابل فہم قسم کی چمک در آئی۔

"نہیں۔۔۔ مگر آپ مجھے شعبدہ باز سمجھیں گے۔۔۔ اور میرا آنے کا مقصد یہاں فوت ہو جائے گا۔۔۔۔ آپ کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں۔۔۔ اس کے مطابق آپ پیسے لے کر کسی کے لیے کچھ بھی لکھ دیتے ہیں۔۔۔ کئی اینکر پرسنز تک آپ کو براہ راست رسائی ہے۔۔۔ اور تو اور ان کے پروگرام کا اسکرپٹ لکھتے آپ ہیں اور نام ان کا جاتا ہے۔۔۔۔ اتنا کافی ہے یااااااا۔" وہ سانس لینے کو رکا۔

"اٹھو۔۔۔۔ اور نکلو یہاں سے۔۔۔۔۔" میرا غصہ واپس عود کر آیا۔۔۔ یہ یقیناً کسی ایجنسی کا نمائندہ ہے۔۔۔ اور یہ سوچ کر مجھے تھوڑا ڈر بھی لگا۔۔۔ میری دیہاڑی مروا دے گا یہ اگر کسی کا بھی پول کھلا تو۔۔۔

"سنا نہیں۔۔۔ اٹھو اور جاؤ یہاں سے۔۔" میرے درشت لہجے پر وہ بپھر گیا۔۔

"چپ چاپ بیٹھ جائیں۔۔۔۔ اور جو ہم کہیں اس پر توجہ دیں۔" اس کا لہجہ غضب ناک ہو گیا اور تھوڑی دیر پہلے کی بے تکلفی معدوم ہو گئی۔۔ میں جو اچھل اچھل کر اس کو باہر کا راستہ دکھا رہا تھا یک دم پھس ہو کر رہ گیا۔

"سن ہی لیتا ہوں۔۔ نہ جانے کمبخت کیا گل کھلانے والا ہے۔۔"

"گل سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔۔۔۔" وہ ایک بار پھر غرایا۔۔

"میری سوچ تک اس کی رسائی کیونکر ممکن ہے۔۔ میں نے ایک بار پھر اس کے قیافے کو داد دی۔۔"

"وہ اسی طرح ممکن ہے جیسے آپ ٹی وی دیکھ رہے ہوں ویسے ہی میں آپ کا ذہن دیکھ سکتا ہوں۔۔۔ آخر کیسے بتاؤں کہ میں ایک جن ہوں۔۔۔" اب کے بار اس کے لہجے میں بے بسی آ گئی۔

"اچھا چلو مان لیا۔۔۔" میرا انداز اب کے جان چھڑانے والا تھا۔۔

"آگے کہو۔۔۔ کرنا کیا ہے؟"

یہ یقیناً کسی ایجنسی کا آدمی ہے اور اپنا حصہ مانگنے آیا ہو گا یا پھر کچھ اپنی مرضی کا مواد تحریر کروانے۔ میں اب سنجیدگی سے سارے حساب و کتاب دل میں طے کر رہا تھا۔۔

"کیسے یقین دلاؤں آپ کو کہ ہم وہ نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔۔۔

بس ہمیں تو ہماری کاؤنسل نے یہاں بھیجا اور ہم ان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔۔۔ یہاں کی بود و باش سے ہم واقف ہیں اور یہیں رہتے آئے ہیں اس لیے آپ سے بات کرنے کے لیے ہمارا انتخاب ہوا ہے۔۔"

میں نے سب حساب وکتاب پر لعنت بھیجی اور سنجیدگی اوڑھ لی۔۔۔

"ٹھیک ہے سب مان لیا۔۔اب؟"

"شکر آپ سنجیدہ تو ہوئے۔۔۔بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے بھی کچھ مسئلے مسائل ہوتے ہیں اور میڈیا اب ایک طاقتور ذریعہ بن چکا ہے مختلف فورم تک اپنی آواز پہنچانے کا۔۔۔تو ہماری کاؤنسل نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنا احتجاج ریکارڈ کرا دیں۔"

"کیسا احتجاج۔۔۔۔۔۔"میں نے بمشکل قہقہہ ضبط کیا۔ اگر جنات تھے تو ان کو کیا مسئلہ۔۔

"مسئلہ ہے۔۔۔کیوں نہیں ہے مسئلہ۔۔۔۔کیا ہم مسائل کا شکار نہیں ہوسکتے۔"اس نے فوراً احتجاج کیا۔

"اچھا چلو یوں ہی سہی۔۔۔۔تو میاں ریڈائیل۔۔۔۔سنا تو ہوگا۔۔۔یا پڑھے لکھے ہو تو پڑھا ہوگا۔۔۔ بے زر عشق ٹیں ٹیں (بغیر زر کے عاشقی نہیں چلتی)۔"

"تم انس بھی نا کس قدر لالچی ہوتے ہو۔۔۔۔۔۔۔" یہ کہتے ہی اس نے میز کی طرف اشارہ کیا اور میز نوٹوں کی گڈیوں سے ڈھک گئی۔۔۔"

"یہ۔۔۔یہ اصلی ہیں کیا۔۔۔۔" فرط جذبات سے میری سانس پھول گئی۔ میں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر چیک کرنا چاہا کہ اصل یا نظر کا دھوکہ۔۔۔۔مگر گڈی کھسک گئی۔۔میں نے پھر ہاتھ بڑھانا چاہا وہ اور آگے کھسک گئی۔ نتیجتاً میں نے کھسیا کر ہاتھ ہی پیچھے کر لیا۔

"یہ سب تو ٹریلر تھا فارسٹ قمری صاحب۔۔۔" اس کی شوخی واپس لوٹ آئی۔

" ہونہہ ہو۔۔ پارٹی ٹائٹ ہے۔۔۔۔ میری بلا سے جن ہو یا بھوت۔۔۔"میرا ازلی لالچ واپس آگیا۔۔ آخر جو کچھ کرتے ہیں پاپی پیٹ کے لیے ہی تو ہوتا ہے۔۔

"بجا فرمایا آپ نے۔۔۔ تین بیویاں۔۔ اور ان کی اولاد سے کل ملا کر سو پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اور ہاں یہاں والی تجوری میں کئی نادر ہیرے۔۔۔ یہ سب آخر کب تک کام دے گا۔۔۔"

اس نے مجھے حیران کر دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔۔اب مجھے بھی اس کے مافوق الفطرت ہونے کا یقین آچلا تھا۔۔

کچھ بھی کام کرنے سے پہلے پیٹ پوجا ضروری ہوتی ہے۔۔۔۔ جو مجھے پوچھنا چاہیے تھا اس نے پوچھ لیا۔ ماحاضر تناول کیجیے۔۔۔ سامنے گرما گرم قابیں سج گئیں۔ کسی میں چھکڑ چھولے تو کسی میں مرغ مسلم، آلو مٹر اور نان تو تھے ہی۔

"یہ مت سمجھیے گا کہ میں نے غیب سے حاضر کیا ہے خرید کر لایا گیا ہے یہ اور بات ہے کہ جو لایا اس کو وہ آپ کی نظروں سے اوجھل تھا۔" اس نے ایک اور موشگافی کی۔

بجائے اس کو پوچھنے کے میں کھانے پر ٹوٹ پڑا۔۔۔۔۔ میری خوش خوراکی دیکھ یقیناً جنات کی خوش خوراکی کی جو دھوم ہے وہ کم پڑ جائے گی۔۔۔

"آپ کیوں نہیں لے رہے۔۔"مرغی کی ٹانگ بھنبھوڑتے ہوئے میں نے اس کو آفر کی۔۔۔۔"اوہ۔۔اچھا آپ لوگ تو ہڈیاں اور دوسری چیزیں تناول کرتے ہیں۔۔"خود ہی جواب دے کر میں مطمئن ہو گیا۔ اور ساتھ سوچا یہ سب ہڈیاں جو بچیں گی اب یہی کھائے گا یہ۔۔

"ہاں کھا تو لوں۔۔ مگر مجھے لگ رہا ہے کہ آپ یہ ہڈیاں بھی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔۔۔۔"اس کی بذلہ سنجی عروج پر تھی۔

کھانے کے بعد میں نے ایک زوردار ڈکار لی اور ہاتھ اپنے ہی کرتے کے دامن سے صاف کیے۔۔۔۔ اور اس کے بعد خواہش کی ہی تھی گرما گرم چائے کی ایک پیالی حاضر ہوگئی۔

"سبحان اللہ۔۔ری ڈائیل میاں۔۔۔اب جو حکم کرو میں حاضر ہوں۔۔ ایمان سے دل خوش کر دیا۔۔۔"

"ایک بات یاد رکھیے گا۔۔۔۔۔" اس نے میری آنکھوں میں اپنی آتشیں آنکھیں پیوست کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔"ہم جو وعدہ لے لیتے ہیں سامنے والے کو جان دے کر بھی پورا کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔ آئی کچھ سمجھ۔۔۔۔فرصت قلعی صاحب۔۔۔"

میں بس دیکھ کر رہ گیا۔

☆---☆---☆

" آپ کسی احتجاج کے بارے میں بتا رہے تھے۔۔۔۔۔۔" ساتھ ہی میں نے کے۔فور سلگائی۔۔ یہ اسپیشل برانڈ تھا سگریٹ کا اور اس کے ساتھ ہی میرا قلم تحریر کی بلندیوں کو چھولیتا تھا۔ مگر شاید ریڈائیل کے لیے اس کی بو ناگوار تھی۔۔اس کی پیشانی پہ لحہ بہ لحہ بڑھتے بل تو یہی سندیسہ دے رہے تھے۔۔

"آپ کو اس سے الرجی تو نہیں۔۔۔۔"میں نے خود ہی قیاس کیا۔۔۔

مگر وہ ہنوز خشمگیں نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔۔اس کے چہرے سے ناگواری مترشح تھی۔

"بھائی کچھ تو بولو۔۔۔۔۔"اور ساتھ ہی اس کے تیور دیکھتے ہوئے کے فور کو ایش ٹرے برد کر دیا۔۔۔

"اسی وجہ سے تو میں یہاں آیا تھا تاکہ آپ احتجاج میں میرا ساتھ دے سکیں۔۔۔مگر آپ بھی۔۔۔"

مجھے ہونق دکھنے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی ہے۔۔۔۔ اور وہ یقیناً میرے چہرے کے نقش و نگار دیکھ کر بھانپ گیا۔۔ نہیں مگر اس کی میرے ذہن تک رسائی تھی۔

"مگر اب آپ کی طرف سے میرا دل برا ہوگیا ہے۔۔۔"

"یہ زیادتی ہے۔۔۔توبہ توبہ۔۔"میں نے اپنے کلے دونوں ہاتھوں سے خود ہی کوٹ لیے۔۔۔نوٹوں کی گڈیاں سچ میں کھسکتی لگیں۔

"میری یہ مجال کہ آپ کو ناراض کروں۔۔۔۔۔ اب کے۔فور کی جانب بھی دیکھا تو آپ بے شک اس عمارت کی کھڑکی سے باہر الٹا لٹکا دیجیے گا۔۔"

"سوچ لیجیے۔۔۔ قے فاف صاحب۔۔۔۔۔" اس کا موڈ کچھ بحال ہوا۔۔"ایسا ممکن بھی نہیں ہے۔۔۔"

"جج۔۔۔جی جی۔۔۔۔۔"اب میں خوش آمد پر اتر آیا۔

"مسئلہ ہمارا کچھ گھمبیر ہے۔۔" اس نے نشست سے ٹیک لگائی۔۔

"آپ انسانوں نے ہمارا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔۔۔۔ آپ کی آبادیاں پھیلتے پھیلتے ہماری آبادیوں سے آن ملی ہیں۔۔۔۔ اس سے ہم شدید قسم کے مسائل سے دوچار ہوگئے ہیں۔۔۔"

ہنسی روکنے کے چکر میں میرا حال کسی زلزلہ آتی زمین جیسا ہو گیا۔۔۔۔

"آپ ابھی بھی سنجیدہ نہیں ہو سکے۔۔۔" اس نے آگے جھکتے ہوئے بغور میرا چہرہ دیکھا۔

میں چاہتے ہوئے بھی کچھ بول نہیں پایا۔۔ جو منہ سے نکلتا وہ ہنسی کا فوارہ ہی ہوتا۔

مگر اس نے اس بار میرے تاثرات کی پروا کیے بغیر اپنا بیان جاری رکھا۔

"پہلے کچھ علاقے جنگل بیابان کہلاتے تھے۔۔۔۔وہاں لوگ ڈر کی وجہ سے نہیں آتے تھے۔۔۔اس میں ہی ہماری عافیت بھی تھی۔۔ ہماری پرائیوسی برقرار رہتی تھی۔۔۔۔۔ مگر اب ان بلڈرز نے سارے جگہ کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔۔۔۔ ہر جانب کنکریٹ کا ایک جنگل۔۔

ہم جائیں تو آخر جائیں کہاں؟۔۔۔۔۔۔۔ اور تو اور۔ ان کی عمارتوں کے ڈرینج سسٹم ایسی جگھوں پر ہیں کہ ہمارا رہنا دشوار تر ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ ہم سے بو اور وہ بھی ناگوار بو ہر گز برداشت نہیں ہوتی۔۔۔ جیسے جیسے مسائل بڑھ رہے ہیں انسانوں اور ہماری سر پھٹول بڑھتی جا رہی ہے۔۔۔ انسانی آبادی سے اتنی قربت کی وجہ سے ہمارے نوجوان جن بگڑ رہے ہیں۔۔ آئے دن کسی نہ کسی لڑکی پہ عاشق ہوتے رہتے ہیں اس کی وجہ سے عاملوں سے بھی لاگ لپیٹ بڑھتی جا رہی ہے۔۔۔"

میرے منہ سے نکلنے والا ہنسی کا طوفان شاید مجھے اڑا لے گیا۔۔۔۔ میں نے خود کو دیوار سے ٹکراتے اور پھر نیچے گرتے دیکھا۔۔۔ اور میرا اچانک خوف سے برا حال ہو گیا۔۔۔ ری ڈائیل کا غصہ ری ڈائیل ہو گیا تھا۔۔ میری گھگھی بن گئی۔۔۔

"اٹھو۔۔۔۔۔۔۔" اس کی غراہٹ کسی درندے جیسی تھی میں نے پڑے رہنے میں عافیت مانی۔۔

"کسی نے میرے منہ پر چائے کے چھینٹے مارے۔۔۔ فی الوقت وہی دستیاب تھی وہاں۔۔ پانی کا تو کئی دن سے گزر نہیں ہوا تھا۔ اور پھر میں جیسے دیوار تک پہنچا تھا۔۔۔ ویسے ہی کسی انجانی قوت کے زیر اثر کرسی تک پہنچ گیا۔ مگر اب میرے نٹ بولٹ سب ٹائٹ ہو گئے تھے۔

ری ڈائیل کی آنکھوں کی کیفیت بیان سے باہر تھی حالانکہ میں اچھا خاصا زور بیان رکھتا ہوں۔ وہ اچانک میری جانب جھکا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ مجھے کچھ مت کہنا۔۔۔ میں جان گیا تم جن ہو۔۔۔۔ اور جو کہو گے وہی کروں گا۔۔" میں کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بجنے لگا۔

وہ نہ جانے میز کی دوسری طرف ہونے کے باجود میرے اتنا قریب آ جاتا تھا کہ اس کا چہرہ بھی آؤٹ آف فوکس ہو جاتا تھا۔

"میں یہ سب لکھنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔۔۔ واقعی آپ کے مسائل تو گھمبیر ہیں۔۔۔۔ دراصل ہمارے یہاں جنات کا تصور کچھ ایسا ہے کہ جو چاہیں حاضر کر سکتے ہیں۔۔۔۔ اس لیے میں پٹڑی سے اتر گیا۔۔ امید ہے کہ آپ درگزر فرمائیں گے۔۔۔" چاپلوسی اس وقت میری آواز کی نمایاں خصوصیت تھی۔

"آپ بے حد شریف النفس اور نیک طینت ہیں۔۔ میری گستاخی کو نظر انداز کر دیں گے۔" اس وقت مجھے سب ہرا ہی ہرا سوجھ رہا تھا۔۔

دیوار سے ٹکرانے کے بعد کچھ ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے۔

"آپ کچھ زیادہ ڈر گئے ہیں۔ لیجیے پانی پیجیے۔۔" ہمارے علاقے اور پانی اپنے سامنے رکھی ٹھنڈی ٹھار پانی کی بوتل دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔

یہاں کے نلکوں سے صرف ہوا ہی خارج ہوتی تھی اور پانی خرید کر پینا پڑتا تھا۔

"جب آپ اتنے طاقت ور ہیں ہر چیز میسر ہے تو یہ تو معمولی مسئلہ نہیں۔۔۔" میں اب سنجیدہ تھا اور ساتھ ہی لکھنے کے لیے نکات نوٹ کرنے لگا۔

"ہماری دنیا کے بھی کچھ اصول و ضوابط ہیں۔۔۔ جیسے جنگل کے جانور جنگل میں خوش رہتے ہیں۔۔ ایسے ہی ہم بھی اپنی ایک الگ دنیا میں خوش رہتے ہیں۔۔۔ جیسے جنگلات کٹنے سے جانور معدوم ہو رہے ہیں۔۔ ویسے ہی ہم معدوم نہیں ہوں گے تمہارے لیے مصیبت بن جائیں گے۔۔"

اس نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی اور کسی ڈان کی طرح بولا۔

"کئی عمارات میں ہم نے فلیٹس خرید لیے ہیں۔۔ بلکہ پوری پوری عمارت ہی۔۔۔ لوگ سمجھتے ہیں وہاں آسیب ہے۔۔۔ اب عمارت خالی ہو اور چہل پہل کا احساس ہو تو لوگ یہی سمجھیں گے نا۔۔۔۔۔ اس سے ہماری پراپرٹی متاثر ہوتی ہے۔۔۔ آئے دن کوئی نہ کوئی عامل تنگ کرنے موجود ہوتا ہے۔۔۔ سمجھتے ہیں جن قابو آ گیا تو مالا مال ہو جائیں گے۔"

"تو کیا یہ درست نہیں۔۔۔ دولت تک آپ کی رسائی تو ہے؟"

"یہ۔۔۔۔ یہ جو آپ کو دی جا رہی ہے۔۔ آپ کے ہی بھائی بندوں کی لاکروں میں پڑی سڑتی ہوئی دولت ہے۔۔ جو باہر نکلے تو کسی کے کام بھی آئے۔۔۔۔۔ معاف کیجیے گا ہم طاقت رکھتے ہیں مگر ناجائز استعمال نہیں کرتے اس کا۔۔۔۔۔ ہمارے قول و فعل میں تضاد نہیں۔۔۔ اور اگر آپ کے عاملوں کو کسی پر قابو پانا ہے تو کسی سیاست داں، کسی مل اونر، یا کسی بینکار پر عمل کریں یقین کریں شرطیہ مالا مال ہوں گے۔۔۔۔" وہ آگے جھکتا ہوا بولا۔۔۔

اس کے ایسے آگے جھکنے سے مجھے خوف آنے لگا۔۔۔

"ڈریے نہیں ایسی ہی مثال کے طور پر آپ ایسی جگہ پر رہتے ہیں کہ لوگ ہمدردی میں کچھ دے کر ہی جائیں مگر کیا ان کو علم ہے کہ آپ نادر و نایاب ہیرے جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔۔۔"

"تت۔۔۔۔ تو کیا تم نے اب تک جو خرچ کیا وہ میری دولت تھی۔۔" میں غضب میں یہ بھی بھول گیا کہ سامنے جن بیٹھا ہے۔۔۔ اور لگ گئی اپنی دولت کی فکر۔

"ار ارے نہیں۔۔۔۔ آپ فکر ایئے مت۔۔۔ آپ کو آپ کے جیسے ہی ایک بھائی بند کی تجوری سے پیمنٹ کی گئی ہے۔۔۔ ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔۔۔ قلاش صاحب۔۔۔"

اب اس کی شوخی مجھے زہر نہیں لگ رہی تھی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"چلیں تو پھر لائحہ عمل طے کر لیتے ہیں کیا اور کیسے کرنا ہے؟ اسکرپٹ میں لکھ سکتا ہوں ایسا کہ لوگ جوش و جذبات سے بے حال بلکہ یوں کہیں بدحال ہو جائیں گے۔۔۔ ہمارے یہاں لوگوں کو بس زبانی ٹرٹر پر یقین رکھتے ہیں۔۔۔۔"

"ہوں۔۔۔۔" وہ ایکدم اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔۔ جب سے وہ آیا تھا بیٹھا ہی ملا تھا مجھے اب جو کھڑا ہوا تو چھت تک اس کا سر لگا جا کے۔۔۔ میرے دل میں اس کی وحشت جاگی۔۔۔

"یا اللہ مجھے اس سے بچا لے۔۔۔" دل ہی دل میں مجھے اللہ یاد آیا نہیں تو میں حساب کتاب میں ہی مگن رہتا ہوں اکثر۔

"آپ اسکرپٹ بنائیں۔۔۔ آپ کو پوری پیمنٹ ہو جائے گی۔۔ ہاں مگر اسکرپٹ جاندار ہونا چاہیے۔۔۔۔"

"مگر اس کو پیش کون کرے گا؟ کیا آپ خود۔۔۔۔۔ اور کہاں ہو گا یہ سب کیا آپ لوگ کوئی اخبار نکالیں گے۔۔۔۔"'میری کچھ سمجھ نہیں آیا کہ اس سے کیسے دریافت کروں۔۔۔

"آج کل میڈیا کا زمانہ ہے۔۔۔۔ اب انسانوں کے ساتھ رہتے رہتے ہماری سادگی کو بھی پر لگ گئے ہیں۔۔" اس نے اک عجیب محاورہ استعمال کیا۔۔۔ مگر اس کو جن ہونے کی چھوٹ تھی۔

"تو کیا اب آپ چینل کھولیں گے؟" ساتھ ہی خود کو اس چینل کا کری ایٹو ہیڈ محسوس کیا۔۔ لوگ آج تک میرے فن سے فائدہ ہی اٹھاتے چلے آئے ہیں محنت میری ہوتی ہے اور نام ان کے۔۔۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔۔۔" اب کے جو اس کا چہرہ تھا وہ میرے سوال کا جواب تھا۔۔۔۔ وہ تو ایک مشہور ٹی وی اینکر تھا۔۔۔۔

"تو کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ تو کیا۔۔۔۔؟" میری آواز اندر ہی کہیں پھنس گئی۔

"مجبوری ہے۔۔۔ آپ لوگوں کو آپ کے ہی ہتھیاروں سے زیر کرنا ہو گا۔۔۔" یہ کہہ کر اس نے آنکھ دبائی اور ایک دم غائب ہو گیا۔

مگر میز پر پڑی پانچ ہزار کے بیس نوٹوں کی ایک گڈی اس کے ہونے کا احساس دلا رہی تھی۔

---اختتام---

کچھ غم اس طرح کے

تحریر: قانتہ رابعہ

عادلہ کی لمبی چوڑی بات مکمل ہوئی تھی کہ بے اختیار سب کی نظریں عمر کی طرف اٹھیں۔۔۔

سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اور عادلہ۔۔۔۔ اسے تو صدمے سے شرمندگی سے دورہ پڑنے والا معاملہ ہو رہا تھا۔۔جی چاہ رہا تھا کہیں زمین کے نیچے چھپ جائے۔

عمر کو دیکھنے کے بعد سب نے یک بیک عادلہ کی طرف دیکھا۔ کچھ کی آنکھوں میں سوال۔۔۔ کچھ کی آنکھوں میں بے یقینی اور دو چار آنکھوں میں تمسخر بھی تھا۔۔۔ بہر حال سب ہنس پڑے۔

اس وقت عادلہ کھسیانی بلی تھی اور کھمبے کی بجائے جی چاہ رہا تھا اس نامراد عمر کے بچے کو ہی نوچ لے۔۔۔ ابھی تو بیس پچیس سیکنڈ ہوئے تھے بات مکمل کئے اس نے کتنی دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ اپنی کتھا کہانی سنائی تھی۔ سب کے سب پوری توجہ سے سن رہے تھے۔۔۔ موضوع کیا تھا؟؟

"ہائے عمر کچھ کھاتا نہیں ہے۔۔۔"

اس کی پیدائش سے لے کر اب تک اس نے اپنی ان تمام محنتوں مشقتوں کا کس طرح رو رو کر ذکر کیا تھا کہ لوگ چھ چھ بچے پال لیتے ہیں میرا تو ایک ہی چھ کے برابر ہے۔۔۔ جونہی کھانے کا نام لو، منہ بند کر لیتا ہے۔۔۔ حاضرین و ناظرین میں زیادہ تر اسکی بات کو سچا مان چکے تھے۔۔۔ کہ ان کے سامنے ایسے ہو چکا تھا کہ جونہی فیڈر ماں کے ہاتھ میں نظر آیا، عمر صاحب دم دبا کر بھاگے۔ شروع کے چار چھ ماہ تو پھر بھی اتنا رونا نہیں تھا کہ بچہ ماں کے دودھ پر پل رہا تھا۔ مگر جونہی دانت نکلنا شروع ہوئے اس نے ہر کھانے والی چیز سے بے رغبتی اختیار کر لی۔

ساس کہتی نمکین چیز دو۔۔۔ وہ سیری لیک میں یخنی ڈال کر لے آئی لیکن بیس پچیس منٹ کی دھینگا مشتی کے بعد عمر فاتح ہوتا وہ مغلوب۔۔۔ عمر اتنی مہارت سے منہ میں جمع کیا سیری لیک دائیں بائیں کلیاں کر کے نکالتا کہ اگلے چار گھنٹے ماں کو دکھی کرنے کو کافی ہوتے۔۔۔

بڑی نند کہتیں ارے بچے کو نمکین کیوں دے رہی ہو میٹھا دو۔۔۔۔ ہم تو بھی اپنے بچوں سے میٹھا چھپا کر رکھتے تھے۔ لپ بھر بھر کے کھاتے تھے۔۔۔۔

لیں جی اب عادلہ بی بی سیری لیک میں شہد ڈال کے لا رہی ہیں۔ ٹھنڈی میٹھی کھیر، دلیہ، ساگودانہ دس طرح کی چیزیں تیار رہتیں۔ پر وہ عمر ہی کیا جو آنکھ اٹھا کے ایک چیز کی طرف دیکھ لے۔۔۔۔ خدا جانے کس کا جوگ لے کے دنیا میں آیا ہے۔۔۔ ہوا پر زندہ ہے ہوا پر۔۔۔۔ عادلہ دکھی دل سے کہتی۔

کیا اماں کیا ابا، کیا پھوپھو، چچا سب اسکے پیچھے اسی کام پر جتے ہوئے ہیں ایک بسکٹ دے رہا ہے تو دوسرا اکیلا کھلانا چاہ رہا ہے۔۔۔ آہستہ آہستہ سب تھک ہار کے اس "کار عظیم" سے ریٹائر ہوتے گئے۔ بس قدموں کے نیچے جنت لیے ماں ہی چمکارتی پچکارتی۔۔۔ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔۔۔!!

ساس ادھر ادھر ہوتیں تو وہ اسے کھلانے کے لئے قابو کرتی۔ جونہی عمر کو پتہ چلتا وہ پاؤں میں پہیے لگا کر دوڑتا۔۔۔ چوہا آگے بلّی پیچھے۔۔۔ بالآخر بلّی غراتے ہوئے اسے دونوں بازوؤں سے دبوچتی اور کھانے کا چمچ پلیٹ لے کر اس طرح کھلاتی کہ عمر اسکے گھٹنے کے نیچے ہوتا اور وہ دل و جان سے مشن امپاسبل کے لئے جت جاتی۔ دو چار چمچ کھلانے میں وہ اتنا ہنگامہ کھڑا کرتا اتنا فیل مچاتا کہ الامان الامان۔۔۔۔

کبھی پیار کبھی مار۔۔۔۔ ہر حربہ تو اس پر آزمایا گیا لیکن وہ سنگل پسلی دوسروں کو بھی دبلا کرنے پر جتا رہا۔۔۔۔

اب تو عادلہ کا یہ حال تھا کہ "اوروں" کے بچوں کو کھاتا دیکھتی تو سینے سے ہوک اٹھتی۔۔۔ جلے دل کے پھپھولے پھوڑتی۔

"خدا ہی جانے وہ کیسے بچے ہوتے ہیں جو ماں کے ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ دیکھ کر دور ہی سے منہ کھول دیتے ہیں۔"

اس کی دیورانی سمیعہ یہ سن کر کلستی رہ جاتی۔۔۔۔ سات سات دفعہ قل شریف پڑھ کر اپنے بچے کو کھلاتی۔۔۔ دل کا میلا پن تھوڑا سا اور بڑھ جاتا۔

آج۔۔۔ آج یہ کیا ہوا؟؟؟ ماریہ کی بسم اللہ کی تقریب تھی احباب جمع ہیں حالِ دل کہنے کا اچھا موقع تھا۔۔۔ پوری جذباتیت کے ساتھ اس نے اپنا دکھڑا رویا۔۔۔ بہتے آنسوؤں میں اس نے داستان مکمل کی۔ سینے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"میں۔۔۔۔ بھلا میں کس قابل! مجھے تو عمر کے بھوکے رہنے کا روگ چمٹا رہتا ہے۔۔۔ صبح آنکھ کھلتی ہے تو اسی فکر میں اور رات کو بند ہوتی ہے تو اسی سوچ میں کون سی چیز کھلاؤں اور کیسے کھلاؤں؟؟؟

سننے والوں پر اسکی داستان کا سحر طاری تھا۔۔۔ کسی نے نئے ڈاکٹر کا اور کسی نے دُعا سے مدد کا مشورہ دیا۔ ایسے میں یہ کیا ہوا؟؟؟

ڈائننگ ٹیبل پر بچے کھچے چاولوں کی ڈش پڑی تھی۔۔۔ عمر میاں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔۔۔ ان چاولوں پر ہلہ بول دیا۔۔۔

دیکھنے والوں نے دیکھا عمر میاں سب سے بے نیاز دونوں ہاتھوں سے چاول منہ میں ڈال رہے ہیں۔۔۔ جب تک چاولوں والی ڈش صفاچٹ نہ ہوگئی۔ عمر صاحب کھانے میں مگن رہے۔

ہائیں یہ کیا؟؟؟ دیکھنے والے ہنس رہے تھے اور عادلہ بحرِ ندامت میں غوطہ زن۔۔۔۔

یہ بدتمیز ایسا ہی ہے۔۔۔۔ ابھی سات آٹھ مہینے پہلے چھوٹی نند کی منگنی تھی۔ سات طرح کی کھانے پینے کی اشتہا انگیز ڈشیں موجود تھیں۔ سب کھا رہے تھے۔۔۔ کھانے کی ترکیبوں مصالحہ جات کے توازن اور کون سی چیز کہاں سے اچھی اور معیاری ملتی ہے، زیر بحث تھا۔ گرمیوں میں کھانے کے بعد بہترین سویٹ ڈش کیا ہونی چاہئے۔۔۔ ایک ہی جواب جس پر سب متفق تھے۔۔۔ ٹھنڈے یخ آموں کی قاشیں اور آئس کریم۔۔۔

عادلہ کی جٹھانی نے ہنس کر کہا۔۔۔ یہ دونوں چیزیں موسم گرما میں وہ خاص تحفہ ہیں کہ امیر غریب، شاہ و گدا بوڑھے بچے سب شوق سے کھاتے ہیں۔

"میرا عمر وہ بھی نہیں کھاتا۔۔۔"عادلہ نے ترت جواب دیا۔

"آم تو شاید چکھنے کا جرم کر ہی لے آئس کریم کے تو قریب بھی نہیں پھٹکتا۔۔۔۔"

عادلہ کی چھوٹی نند کی سسرالی خواتین ہکا بکا اس کا بیان سن رہی تھیں۔

بھلا آئس کریم کون نہیں کھاتا؟؟؟؟

اسکا علم چند لمحوں میں سب کو بہت اچھی طرح سے ہو گیا۔

سب بچے کھیلتے دوڑتے بھاگتے کھانے والے کمرے میں پہنچے۔۔۔

"امی آئس کریم مجھے بھی دیں۔۔۔"ایک بچہ پکارا۔

دوسرا چلایا۔۔۔ "میں سب سے زیادہ کھاؤں گا۔"

تیسرا خود ہی آئس کریم کے باؤل کی طرف لپکا۔

عادلہ کے دل سے ہوک اٹھی اور سیدھی عمر کے کانوں تک پہنچی۔

عادلہ کی جیٹھانی نے عمر سے پوچھا۔

"عمر آئس کریم لوگے؟"

عمر کا اثبات میں سر ہلا۔۔۔۔

عادلہ کی جیٹھانی نے باؤل میں آئس کریم ڈالی۔ اسے انتہائی شوق و رغبت سے کھاتا دیکھ کر جیٹھانی نے ایک چمچ بھر کے اور ڈال دیا۔۔۔

جتنی تیزی سے وہ آئس کریم کھا رہا تھا سب شوق سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔۔ایک ایک کر کے آئس کریم کا لیٹر پیک آدھے سے بس تھوڑا کم عمر کے پیٹ میں منتقل ہو گیا۔

"عمر از داونر۔۔۔" جیٹھانی نے ہلکی سی تالی بجائی۔ سارے بچوں نے شور مچادیا۔

عمر جیت گیا۔۔۔عمر۔۔۔عمر۔۔۔۔

اور عادلہ۔۔۔۔۔ آج تو سچی بات ہے اسے کھاتا دیکھ کر خوشی کی بجائے عادلہ پر صدمہ غالب تھا۔۔۔۔!!

نند کی سسرال کے سامنے کیسی بے توقیری کی، چھٹانک بھر کے بچے نے۔۔۔!!جی چاہا رکھ کے ایک تھپڑ اسکے منہ پر لگائے۔

اور اب۔۔۔اب سوائے کھسیانے پن کے اسکے پاس کیا سوغات تھی جو دوسروں پر نچھاور کرتی۔۔۔؟؟

ایک عہد ایک تہیہ طوفان تو اس نے بھی اپنے آپ سے کیا کہ آئندہ اس کے "نہ کھانے" کو موضوع بناتے ہوئے کم از کم وہ کسی خاص چیز کا نام نہیں لے گی۔۔۔کہ عمر "یہ" نہیں کھاتا۔۔۔

کیسی رکھ کے بے عزتی کروادی۔۔۔!!

چار چھ دن میں پھر وہی۔۔۔رٹے رٹائے سنے سنائے فقرے کانوں تک منتقل ہو رہے تھے۔

ہائے عمر کھانا نہیں کھاتا۔۔۔

میں کیا کروں سارا دن اسی کو کھلانے کی تگ و دو میں گزر جاتا ہے۔

سندھ سے مامی حلیمہ آئی ہوئی تھیں۔ چند دن تو یہ تماشا دیکھتی رہیں۔۔۔'کچھ نہیں کھاتا' کی گردان سنتی رہیں۔ ایک دن سب بازار گئے ہوئے تھے وہ اسے قابو کر کے بیٹھ گئیں۔

"عادلہ بیٹے بات سنو۔۔۔ادھر میرے پاس بیٹھو۔۔۔"

عادلہ دوپٹہ سر پر جماتے لباس پر طائرانہ نظر ڈال کر بیٹھ گئی۔ بڑی رعب دبدبے والی تھی حلیمہ مسعود بیگم۔۔۔۔کمشنر کی بیوی تھیں معمولی بات نہیں تھی۔

گفتگو کا آغاز انہوں نے ہی کیا۔

"یہ تمہارا بچہ کب سے نہیں کھاتا؟؟"

"شروع سے ہی۔۔۔۔کبھی کھانے سے رغبت نہیں رہی اسے۔" عادلہ نے کہا۔

"کوئی نہ کوئی چیز تو لیتا ہو گا۔۔۔۔یا خالی ہوا، پانی پر زندہ ہے۔۔؟"

عادلہ چپ رہی۔۔۔۔"سکول آتے جاتے منہ ہل رہا ہوتا ہو گا۔۔۔جیب خرچ بھی ظاہر ہے صدقہ خیرات تو نہیں کرتا ہو گا۔۔۔ اس سے کوئی چپس بسکٹ لیتا ہی ہو گا۔۔۔" حلیمہ بی کہاں پیچھا چھوڑنے والی تھیں۔

عادلہ کی خاموشی گہری ہو گئی۔۔۔

حلیمہ بیگم نے قدرے بلند آواز میں کہا۔"دھیان رکھنا بچے کے سامنے یہ مت کہنا کہ "کھاتا نہیں۔۔۔" بچہ اسی فقرہ کی اہمیت میں سب کے سامنے نہیں کھاتا ہاں لوگ ادھر ادھر ہوں تو سب کھا لیتا ہے۔۔۔"

"نہیں مامی۔۔۔لنچ ویسے ہی واپس لے آتا ہے سکول سے۔۔۔۔"

عادلہ نے وضاحت کی۔

"ہاں تو میں نے اسے خود آج کھانے سے پہلے بسکٹ کھاتے دیکھا ہے۔۔۔خود سوچو چھوٹا سا ننھا منا معدہ بسکٹ، کیک، چپس کر کرے کا بوجھ بھی سہے اور کھانے کا بھی۔۔۔آج سے اسے یا یہی چیزیں لے کر دو یا کھانا دو۔۔۔" حلیمہ بیگم نے کہا۔

"لیکن بسکٹ، سلنٹی پر بچہ زندہ کیسے رہے گا؟" عادلہ نے پوچھا۔"اگر نہیں اندازہ ہو کہ یہ چیزیں کیسے بنتی ہیں تو تم کھانے کا اس کے سامنے نام نہیں لو گی۔۔۔جس میدے کا بنا نان اسے کھلانا چاہتی ہو اسی میدے سے بنے بسکٹ دے تو دیئے۔ جس آلو کا سالن کھلانا تھا۔ گندے، غیر معیاری تیل میں تلے چپس کھلا تو دیئے۔ اگر کوئی تمہیں کھانا کھلانے کے فوراً بعد پھر کھانے کو دے تو کیا محسوس کرو گی۔۔۔

میری بات یاد رکھنا بچے کو جتنی بھوک لگی ہو گی۔ وہ بن کہے کھائے گا۔۔۔نہ کھانے کی تکرار کرو گی۔ تو تمہارے سامنے نہیں کھائے گا۔۔۔کھائے گا تو الٹ دے گا۔۔۔۔!!

میری بات سمجھیں تم۔۔۔۔؟؟؟" عادلہ کو انہوں نے مخاطب کیا۔

"جی۔۔۔" مرے لہجے میں عادلہ نے کہا۔

"اور یاد رکھو کھانا کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے کسی قسم کی بازاری چیز بچے کو کھانے کے لئے مت دو۔۔۔۔ معدہ پر اسکا بہت بُرا اثر ہوتا ہے۔۔۔ان چیزوں سے وقتی طور پر بھوک مر جاتی ہے، کھانے کی اشتہاء نہیں رہتی۔۔۔بچے کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔۔۔۔ ہاں گھر میں دوسرے بچے جمع ہوں تو اپنے بچے کو پہلے کھانے کے لئے مت دو۔ پہلے ان بچوں کو دو۔۔۔۔بچے اور بندر میں ایک چیز تو مشابہت رکھتی ہے۔

وہی نقل کرنے والی۔۔۔"دوسروں کو کھاتا دیکھ کر خود بخود مانگے گا اور طلب کرے گا۔۔۔ کیا تم نے اس کی شیر خوارگی میں اسے بن مانگے دودھ دیا تھا؟"

عادلہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"جب اس وقت تم اسے دودھ، اس وقت تک نہیں دیتی تھیں جب تک وہ روتا نہیں تھا تو اب لٹھ لے کر ہر وقت تسبیح نہ کرتی رہا کرو۔ کھاتا نہیں۔۔۔کھاتا نہیں۔"

"اور ہاں۔۔۔ آخری بات موسم کے مطابق بچے کو چیز دیا کرو۔ گرمیوں میں ہلکی پھلکی۔۔۔سردیوں میں حلوے بادام دے دیئے اور نماز کے بعد دُعا سے مدد لینا کبھی نہ بھولنا۔۔۔چار چھ دن میں تم میری ہدایات پر عمل کرو گی تو اثرات سامنے آجائیں گے۔" حلیمہ بیگم نے آخری ہدایت دی۔

چار چھ دن تو کیا چار چھ گھنٹوں میں ان ہدایات کے اثرات عادلہ کے سامنے آئے۔۔۔اس نے سہ پہر کی غلیظ گرمی میں دودھ میں برف اور روح افزا ڈال کر نندوں، دیورانیوں، جٹھانیوں کے بچوں کو دیا۔۔۔اور سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"امی۔۔۔مجھے بھی تو دیں۔۔۔" عمر نے سب کو دودھ پیتے ہوئے دیکھا اور للچائی نظروں سے دیکھا۔

بے ساختہ حلیمہ بیگم ہنس دیں۔۔۔۔

عمر کا فقرہ سن کر ہنسی تو عادلہ بھی تھی لیکن اسکی ہنسی میں تشکر کے ساتھ ساتھ سبق بھی تھا۔۔۔

---اختتام---

ایک روز میں جمعہ پڑھنے جا رہا تھا۔ راستے میں ایک چھوٹا سا کتا تھا، وہ پلا ریہڑے کی زد میں آگیا اور اسے بہت زیادہ چوٹ آگئی۔ وہ جب گھبرا کر گھوما تو دوسری طرف سے آنے والی جیپ اس کو لگی، وہ بالکل مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ سکول کے دو بچے یونیفارم میں آ رہے تھے۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ جمعے کا وقت ہو گیا تھا۔ ان بچوں نے اس زخمی پلے کو اٹھا کر گھاس پر رکھا اور اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک بچے نے جب اس کو تھپتھپایا تو اس پلے نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ وہاں ایک فقیر تھا۔ اس نے کہا کہ واہ، واہ، واہ! وہ سارے منظر کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا، جبکہ ہم کچھ آبدیدہ اور نم دیدہ تھے۔ اس فقیر نے کہا کہ یہ اب اس سرحد کو چھوڑ کر دوسری سرحد کی طرف چلا گیا۔ وہ کہنے لگا کہ موت یہ نہیں تھی کہ اس کتے نے آنکھیں بند کر لیں اور یہ مر گیا۔ اس کی موت اس وقت واقع ہوئی تھی جب یہ زخمی ہوا تھا اور لوگ اس کے قریب سڑک کراس کر رہے تھے اور کوئی رکا نہیں تھا۔

زاویہ دوم از اشفاق احمد سے ایک اقتباس

(مرسلہ: سمارا)

بند دروازہ

تحریر: بنت احمد

خزاں اپنے جوبن پر ہے، گھر کے پچھلے حصے میں قطار سے لگے درختوں سے سب ہی پتے جھڑ چکے ہیں۔ باغ میں جابجا خشک پیلا گھاس پھیلا ہے کہیں کہیں سے خالی زمین بھی نکل آئی ہے۔ درختوں کے جھنڈ سے ایک طرف گیراج کی گہرے رنگ کی چھت پر اس کے برابر لگے اور اس سے اونچے نکلتے درخت کے سوکھے پتے ہوا سے کبھی ادھر، کبھی ادھر ہوتے رہتے ہیں۔ گیراج سے مزید دائیں جانب پتلی سی راہداری جتنے فاصلے پر باریک لوہے کی تاروں کی باڑھ ہے۔ جس کے بیچ سے بڑھتے درخت نے راہ بنائی ہے اور باڑھ توڑتا ہوا دوسری طرف ترچھا جانکلا ہے۔ درخت پر لٹکتی بیلیں ہیں، جن کی موٹی شاخیں پتوں کے بغیر موٹے رسے کی طرح جھولتی ہیں۔ اسی باڑھ میں آگے کی طرف سفید لکڑی کا پٹ دروازے کے نام پر لگا ہے۔ جو اندر کی طرف کنڈی سے بند ہے۔

یہ دروازہ واحد تبدیلی ہے جو ایک سال میں آئی ہے۔ سال پہلے جب ہم اس مکان میں اٹھ آئے تھے تو یہی خزاں کے دن تھے۔ اسی طرح ایک طرف سوکھے خالی درختوں کی قطار تھی۔ درمیان میں گیراج اور دائیں طرف دو مکانوں میں حد فاصل کرتی لوہے کے تاروں کی باڑھ تھی۔ اور باڑھ کے ساتھ ترچھا درخت بھی اسی طرح تھا۔ جس کی جڑ ہمارے حصے میں تھی مگر کچھ اوپر سے صراط مستقیم سے ہٹ کر وہ باڑھ پھاڑتا ہوا پڑوس کے مکان میں جانکلا تھا۔ اس سے لٹکتی پرانی بیل کی شاخیں موٹے رسوں کی طرح جھولتی اسی طرح تھیں۔ مگر ان سے نیچے سفید دروازے کا پٹ نہ تھا۔ بلکہ دو طرف سے ملتی باڑھ ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر ختم ہو جانے کی وجہ سے درمیان میں باڑھ سے خالی جگہ بچ رہی ہے اور دروازہ سا بن رہا تھا۔

باقی سب اس ہی طرح تھا۔ سردی بھی بالکل اب کی طرح غضب کی تھی۔۔ سو ہم گھر کے اندر بیٹھے باہر کا نظارہ کیا کرتے اور خیالی پلاؤ کی دیگ چڑھائے رکھتے تھے۔۔ نیا مکان لیا تھا۔ کرائے کے مکان سے اپنے مکان میں آئے تھے۔ مکان بھی ایسا جو من پسند تھا۔ ابا نے مکان لینے کا ارادہ کیا تو میری اور امی کی اتنی ہی شرط تھی۔ گھر میں کھلا باغ ہو، اور پچھلی طرف ہو۔ اس علاقے میں ہر گھر کے سامنے کے حصے میں باغیچہ ہوتا ہے۔ مگر سامنے کی طرف دیوار یا سر سے اونچی باڑھ نہیں لگائی جاتی۔ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے بھی محسوس ہو کہ کھلی سڑک کے کنارے بیٹھے ہیں۔

تو میں یہ بتا رہی تھی کہ ہمارا نیا مکان ہماری من مرضی کا تھا اور اس نے ہمارے پرانے ارمان جگا دیے تھے۔ سردی تھی اور شدت کی تھی۔ سو ہم گھر میں بیٹھے کھڑکی سے کھلے باغ کو دیکھتے ہوئے منصوبہ سازی کیا کرتے تھے۔ فلاں جگہ پھلوں کے درخت لگیں گے، فلاں جگہ پھولوں کی کیاریاں بنائی جائیں گی اور وغیرہ وغیرہ۔ سوچتے، تصور کی آنکھ سے دیکھتے ہم نے سردی کاٹی۔

سردی ختم ہوئی۔ سوئے درخت نیند سے جاگ اٹھے اور ہلکے ہلکے سرخ پیلے رنگوں کے روئیں سے بھر گئے۔ اور پھر جیسے ہی ان میں کونپلیں پھوٹنے لگیں ہم نے اپنے منصوبوں کو عملی شکل دینے کو کمر کس لی۔ گرمی میں سورج کا رخ بدل گیا تھا۔ پودوں کے لئے نئی جگہوں کا انتخاب ہوا، پھولوں اور موسمی سبزیوں کے لئے زمین بنائی گئی۔ پھر جب پھول پودے زمین میں بیج دیے تو ان کی دیکھ ریکھ کا سلسلہ مستقل ہوا۔ اور اس کے ساتھ انتظار تھا کہ کب ہاتھوں لگے پودوں میں پھل پھول لگیں گے۔

مگن سے دن تھے اور سرخوشی کا عالم سا تھا۔ مگر کچھ دن اور گزرے تھے کہ سارا طلسم ہی ٹوٹ گیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہمارے دائیں جانب کے پڑوسی کے لڑکے تھے۔ ان کے لڑکوں پر ہمیں اعتراض نہیں مگر ان کی دوستی جن صاحب کے لڑکوں سے تھی۔ ان کا مکان ہمارے مکان سے عقب میں ملا تھا۔ ان کی دوستی پر بھی کوئی قدغن نہیں مگر روز اکٹھا ہو کر کھیلنا ان کا معمول تھا اور روز بھی کیوں کہیے، ہر وقت کہیے، دوپہر پڑی ہے تو کھیل رہے ہیں، شام گئے اندھیرا پڑنے تک ان کا کھیل ہوتا رہے گا۔ اور چھٹی کا دن ہے تو صبح سے ہی لگے ہیں۔

کھیلنا بھی معیوب بات نہیں جبکہ وہ اپنے ہی گھر کھیلتے ہوں۔ اصل فضیحتا اس کا تھا کہ ان لڑکوں نے ایک دوسرے کے گھر آنے جانے کے لئے ہمارے باغ سے راستہ بنالیا، جیسی دائیں جانب لوہے کی تاروں کی باڑھ ہے بالکل یہی باڑھ پچھلے مکان اور ہمارے مکان کے عقب میں حد کے لئے لگی ہے۔ مگر ان لڑکوں کے لئے تو کوئی حد بندی رہی ہی نہیں تھی۔ چونکہ گلی کے سرے سے یہ مکان دور پڑتے تھے چنانچہ گھوم کر دوسری طرف پہنچنے کی بجائے انہوں نے ہمارے باغ سے شارٹ کٹ نکال لیا۔ اب جب دیکھیے ٹولہ چلا آرہا ہے۔ کبھی ادھر سے عقبی باڑھ پھلانگ کر جارہے ہیں کبھی وہاں سے باڑھ پھلانگ کر آرہے ہیں۔ البتہ دائیں جانب کی باڑھ پودوں سے ڈھکی ہونے کی وجہ سے اس کو پھلانگنا دشوار تھا مگر اس کا حل باڑھ کے بیچ بچ رہی خالی جگہ، دروازے کا سا حصہ تھا۔ اور اس پر بھی بس نہیں کہ ایک مرتبہ دن میں گزر جانے دیا جائے اور پھر اطمینان ہو۔ ہمارے پڑوسی بھی خدا نے ایک اتارے ہیں، گھر میں باغ لگانے کی بجائے پختہ فرش بنایا ہوا ہے اب وہاں کرکٹ کھیلی جاتی تھی۔ پھر ذرا وقفے کے بعد ایک لڑکا دروازے کی جگہ سے نکل کر گیند تلاش کرتا آتا پھر اس کے پیچھے دوسرا پھر پوری کرکٹ ٹیم کتنی دیر سرچ آپریشن جاری رکھتی۔ اپنے گھر میں ہونے کا کوئی معنی ہی نہیں رہ گیا یوں محسوس ہوتا تھا گویا کھلے میں بیٹھے ہوں، بارہا ڈانٹ ڈپٹ کی، گھر شکایت کی دھمکیاں بھی دیں۔ مگر ادھر اثر کس کو تھا۔

ایک وہ تھے ایک ہمارے ابا۔ کئی بار کہا 'آپ ان کی خبر لیجیے، کچھ رعب داب دکھا کر منع کیجیے۔'

مگر ان کے نزدیک یہ سنجیدگی کے متقاضی کوئی بات ہی نہ تھی۔ بہت ہوا تو چند ایک بار لڑکوں کو باڑھ پھلانگتے وقت نرمی سے ٹوک دیا کہ 'باڑھ سے پھلانگنا خطرناک ہے، باڑھ ہلکی تاروں کی ہے، گر پڑو تو زخمی ہو گے، احتیاط کرو۔'

اس ہمدردی و نصیحت کا ادھر خاک اثر ہونا تھا۔

آخر ایک دن تو جب میں بھری بیٹھی تھی، دو کو میں نے دھر لیا، ذرا کڑک کر پوچھا "کسی کے گھر گھسنا کہاں تک مناسب ہے؟"

ان میں ایک لڑکا گیارہ بارہ سال کا، اور ایک اس سے کچھ چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ گرمی اور دھوپ سے چہرے سرخی چھلکا رہے تھے، بھاگ دوڑ سے تنفس تیز ہوا تھا۔ بڑا لڑکا کہنے لگا "ہم تو پہلے بھی آئے تھے ہم کو تو کسی نے نہیں روکا۔"

لیجیے، یہ بھی اپنا ہی قصور ہوا کہ ان کے پہرے پر دن بھر بیٹھا کریں، اور جو ایک بار نظر سے بچ کر یہ نکل جائیں تو اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کھلی چھوٹ ہے۔ انہیں تو کچھ گھور کر ڈپٹ کر جانے دیا۔ مگر ابا کے سر ہو گئے، کہ اس کا کوئی سدباب کریں۔

ابا بولے "اور تو کوئی صورت نہیں ملتی سوائے اس کے کہ کوئی لکڑی کا پٹ لگا دیا جائے۔"

پھر ایک صبح چھٹی کے روز دروازہ بھی لگ گیا۔ گھر کا ایک پرانا دروازہ چوکھٹ کے ساتھ باڑھ کے ساتھ ستلی (پلاسٹک کی رسی) سے باندھ کر کھڑا کر دیا گیا۔ دروازے پر اپنی طرف ایک کنڈی بھی لگا دی گئی۔ اور یوں ہم بزعم خود ان لڑکوں کے فساد کا بندوبست کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دروازہ لگنے کے بعد کچھ دن اطمینان وسکون میں گزرے پھر یہ ہوا کہ ایک مسئلے سے پیچھا کیا چھوٹا دوسرا گلے پڑ گیا۔ لڑکوں کا وہی دستور رہا۔ عقبی باڑھ پھلانگ کر آتے اور کنڈی ہٹا کر دروازہ کھول کر پار نکل جاتے اور کھلا دروازہ، ہوا چوکھٹ سے بجاتی رہتی۔ اور اس کی ٹھکا ٹھک کوفت اور بیزاری بڑھاتی جاتی۔ اب سارا دن لڑکوں کی آمدورفت کے ساتھ دروازہ بجنے کی ٹھکا ٹھک بھی مستقل رہنے لگی۔

ایک روز خوب مینہ برس رہا تھا، گھنگھور گھٹا سے سہ پہر میں ہی شام پڑ گئی تھی۔ شام ہوتے ساتھ اندھیرا ایسا ہو گیا گویا کسی نے کالی سیاہی سارے منظر نامے پر مل دی ہو۔ رات آتے تک ہوا نے خوب زور پکڑ لیا، کوئی شور تھا، ہوا کی شائیں شائیں اور چیزوں کے لڑھکنے، آپس میں ٹکرانے کی آوازیں تھیں۔

ابا عشاء پڑھ کر لوٹے تو پوچھنے لگے "یہ ٹھک ٹھک کی آواز کیسی ہے؟"

امی نے بتایا "لکڑی کا دروازہ ہوا سے بجتا ہے۔"

"لڑکے دروازہ کھلا چھوڑ گئے ہوں گے، یہ اس طرح سے باز آنے والے نہیں ہیں۔" میں نے رائے دی۔

پھر میں اور امی اس پر بات کرتے رہے کہ ابا پر نہیں رہنا چاہیے خود ان کی گھر کی خواتین۔۔۔ ماؤں، آپاؤں سے ضرور ہی بات کرنی چاہیے، آخر کوئی کب تک نظر انداز کرے، لڑکے کسی بڑے کے کہنے سننے میں نہیں رہے۔ غرض دیر تک یہی باتیں ہوتی رہیں اور بالآخر یہ طے ہوا کہ ان لڑکوں کے گھر ضرور ہی ان کی بدسلوکی کی شکایت کی جائے گی۔

اگلی صبح فجر کے وقت تک بارش کا زور ٹوٹ گیا تھا، ہوا اب بھی تیز تھی مگر رات سے ہلکی تھی اسی قدر دروازے کی ٹھکا ٹھک میں بھی فرق آ گیا تھا۔ اب کچھ وقفے کے بعد نسبتاً ہلکی آواز سے بج رہا تھا۔

ابا نماز کے لئے نکلنے لگے تو امی نے کہا "باڑھ کے دروازے کی کنڈی چڑھاتے آیئے گا۔"

ابا نماز پڑھ کر آ بھی گئے لیکن دروازے کی ٹھک ٹھک بند نہ ہوئی، میں نے ابا کو چائے کا کپ تھما کر کہا "ابا! آپ دروازے کی کنڈی چڑھا کر نہیں آئے۔"

ابا بولے "میں گیا تھا مگر اس کی کنڈی تو پہلے ہی چڑھی تھی۔"

"ہائیں!" میرے اور امی کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

میں نے کھڑکی سے باہر نگاہ ڈالی۔ بارش سے دھلی صبح کھلی کھلی تھی۔ پودوں کا ہرا رنگ نکھر آیا تھا۔ باڑھ میں لگا دروازہ بند تھا اور اس سے کچھ پرے لکڑی کا ایک بڑا تختہ زمین پر اوندھا پڑا ہلکے ہلکے سر پٹخ رہا تھا۔ ٹھک۔۔۔ ٹھک۔۔ ٹھکا ٹھک۔۔۔ پھر ہم ناشتے کی تیاری کرنے لگے۔ ---اختتام---

فائدہ

تحریر: سحر آزاد

بارش کی موٹی موٹی بوندیں بس اسٹینڈ کے ٹن کی چادر سے بنے چھت سے ٹکرا ٹکرا کر ایک مخصوص شور پیدا کر رہی تھیں۔ چند لمحے قبل اطمینان بخش حالت نظر آنے والی سڑک پانی کے عارضی تالاب کے کہیں نیچے جا چکی تھی۔ شکر تھا کہ بس اسٹینڈ کا فرش سڑک سے کہیں اونچا تھا ورنہ اس کا اکلوتا اچھا سوٹ بھی بارش کے پانی سے خراب ہو جاتا تھا۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا مگر افسوس کے اس کے پاس ماچس نہیں تھی۔ ابھی صبح ہی تو چراغ کریانے والے نے ماچس ادھار مانگنے پر اس کی کتنی بے عزتی کر دی تھی۔ اس نے پیکٹ دوبارہ جیب میں ڈالنا چاہا تو وہ جیب سے نیچے گر گیا۔

"غریب کا تو قسمت بھی ساتھ نہیں دیتی۔" اس نے افسوس سے سگریٹ کی ڈبی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

پانی کے قطرے اس کے ہاتھ پر گرے۔ اس نے چونک کر اوپر دیکھا تو عین اس کے سر پر بارش ایک سوراخ کر چکی تھی اور اب وہاں سے پانی اس کے سر پر گر رہا تھا۔ وہ اچانک ہی بے چین ہو کر اٹھا۔ گھر کی چھت بھی تو ٹپک رہی ہو گی۔ اب تک تو سارا سامان بھیگ چکا ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"سامان' کون سا سامان" اس کی بڑبڑاہٹ کافی واضح تھی۔

ایک ایک کر کے سارے برتن تو بک چکے تھے۔ اب اس کے سنگل کمرے کے گھر میں کونسا سامان پڑا تھا سوائے اس کی بی۔ اے کی ڈگری کے۔ جس کی وقعت اسے مسلسل پانچ سال تک جوتیاں گھسانے کے بعد بہ خوبی معلوم ہو چکی تھی۔

اچانک دور سے سر پر چھتری تانے ایک پست قامت موٹے بدن کا آدمی تیزی سے چلتا ہوا آیا اس نے مقدمی انداز میں سر کو ہلایا جس کے جواب میں اس نوجوان نے بھی سر کو جنبش دی اور بس اسٹاپ کی اس بوسیدہ چھت کے نیچے خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

"یہاں کا موسم بھی بہت مصیبت ہے کبھی بھی خراب ہو جاتا ہے۔" پست قامت آدمی نے کہہ کر اس کی طرف دیکھا جیسے اس کی تائید چاہ رہا ہو۔ اس نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا کر دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ شاید وہ کم گو شخص تھا۔

پست قامت آدمی نے اپنی جیب سے ایک پلاسٹک کی تھیلی نکالی اس سے موبائل باہر نکالا اور ایک نمبر ڈائل کر کے کانوں کو لگا لیا۔

"ہیلو۔

ہاں ہاں۔ پتہ ہے لیکن یہ بدبخت موسم

ہاں یار۔ کوشش کروں گا۔ بس ایک بار یہ موسم ******(گالی) ****** سنبھل جائے۔

اچھا چلو۔ خدا حافظ بعد میں ملاقات ہو گی۔"

"یار یہ موسم کو بھی آج ہی تباہی مچانی تھی۔" اس کی بڑبڑاہٹ مدھم تھی مگر اسے آسانی سے سمجھا جا سکتا تھا۔

"کئی لوگوں کے لیے خراب موسم بھی کبھی کبھی نعمت بن جاتا ہے۔" اچانک نوجوان نے اس پست قامت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو اس کا منہ بگڑ گیا۔

"ارے چھوڑ یار' ایسا موسم کبھی کسی کا فائدہ نہیں کر سکتا۔ سوائے پکوڑوں کے جو بیگم اس موسم کے علاوہ کبھی نہیں بناتی۔" پست قامت آدمی کا قہقہہ کافی بھونڈا تھا۔

نوجوان نے ناگواری سے چہرہ پرے کر لیا۔

"ناراض مت ہو دوست۔ تم ہی بتاؤ کیا فائدہ ہو سکتا ہے ایسے خراب ****** موسم کا۔" پست قامت آدمی اس کے قریب چلا آیا تھا۔

"شاید کوئی فائدہ نہیں۔" نوجوان اس کو محسوس کرائے بغیر اس سے دور ہٹ گیا تھا۔

"ارے شاید نہیں۔ یقیناً کوئی فائدہ نہیں اس موسم کا۔ نرا نقصان ہی نقصان۔ لو بارش کا زور ٹوٹ گیا۔ سڑک سے پانی نکل چکا ہے۔ میں اب یہاں سے جا سکتا ہوں۔"

اچانک نوجوان اٹھا اور اس پست قامت آدمی کی طرف دبے قدموں بڑھنے لگا۔

سر پر چھتری تانے، ہونٹوں پر سیٹی سے ایک بے فکری سی دھن بجاتے وہ نوجوان بڑھا چلا جا رہا تھا۔ دو دن کے فاقے کے باوجود اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

سڑک کے کنارے بنی نالی میں بہنے والا پانی اب سرخ رنگت اختیار کر چکا تھا۔

---اختتام---

بلا عنوان

تحریر: رمیصہ
(ایڈیٹرز چوائس)

وہ میڈیکل سائنس کی رُو سے نارمل تھی۔۔

تو پھر؟

تو پھر یہ کہ۔۔وہ ابنارمل تھی۔اداسی نے گہرا سانس لے کر کہا۔

کیا مطلب؟ایک انسان بیک وقت نارمل اور ابنارمل کیسے ہو سکتا ہے؟

ہو سکتا ہے۔۔۔جب ناپنے کے پیمانے بدل جائیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔

میں نے سنا ہے وہ بہت ذہین تھی!!

صحیح سنا ہے۔۔اداسی نے تائید کی۔

بورڈ ٹاپ کیا تھا نا اس نے میٹرک میں؟پانچویں میں بھی اور آٹھویں میں بھی۔

صحیح کہتے ہو۔۔

تو پھر؟

تو پھر کیا؟

اسے کیا ہو گیا تھا؟وہ ابنارمل کیسے ہو گئی تھی۔۔۔؟

اس کا بھائی مر گیا تھا!!

اوہ۔۔کیسے۔۔؟

قتل ہوا تھا!!

کسی نے ذاتی رنجش کی بناء پہ کیا تھا؟

نہیں۔

کسی نے غلطی سے مارا تھا؟

نہیں۔

ڈاکوؤں کا شکار ہوا تھا؟

نہیں۔

تو پھر؟

تو پھر یہ کہ مارنے والے کو کیا کہہ کر پکارا جائے؟طے نہیں ہو پاتا۔۔

کیوں؟

وہ محافظ تھا اس کا۔۔

کیا مطلب؟۔۔اس کے محافظ نے قتل کر دیا اسے؟

ہوں۔

میرے خدا۔اس کی بہن کے لیے تو یہ بہت صدمہ ہو گا،جسے حفاظت کے لیے معمور کیا گیا ہو وہی قتل کر دے۔۔۔۔۔چ چ چ

وہ بھائی کے مرنے کے بعد ابنارمل نہیں ہوئی تھی۔۔

تو پھر؟

اس کا باپ بھی مر گیا تھا۔۔

اف اللہ!۔۔۔

کیا اسی محافظ نے مار ڈالا؟

نہیں۔۔۔۔۔۔باقی محافظوں نے۔۔۔

کک کیا مطلب؟

پتا نہیں۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟

یہ تم روزانہ دہراتے ہو۔۔۔

یقین نہیں ہوتا۔۔

اسے بھی نہیں ہوتا تھا۔۔

کیا؟

یہی کہ باپ اور بھائی کے مرنے کے بعد اسکی ماں بھی نہیں رہے گی۔۔

ماں کو کیا ہوا؟

ماں کو غم لے ڈوبا۔۔

بیٹے اور شوہر کا؟

نہیں۔۔!اخباری سرخیوں کا۔۔۔

کیا تھا ان میں؟

ان میں لکھا تھا کہ اس کا بیٹا اور شوہر دہشت گرد تھے جو پاک فوج کی فائرنگ سے ہلاک ہو گئے۔۔۔

مگر تم تو کہہ رہی تھیں کہ۔۔۔

صحیح کہہ رہی تھی۔۔۔

اوہ تو اپنی ماں،بھائی اور باپ کے مرنے سے وہ ابنارمل ہو گئی تھی۔

نہیں۔

پھر؟؟؟

پھر یہ کہ اس کے گاؤں کے باقی لوگوں کو منتقل کر دیا گیا۔۔۔

کہاں۔۔۔کسی اور گاؤں میں؟

نہیں۔۔

تو پھر؟

کیمپ میں۔۔۔۔

اور کیمپ میں یادوں نے اسے ابنارمل کر دیا ہو گا۔۔

نہیں۔۔۔۔وہ کیمپ نہیں گئی تھی۔۔۔

تو پھر۔۔؟؟

وہ اپنے گاؤں ٹھہر گئی تھی۔۔۔اس نے کہا تھا،وہ قاتلوں کے ساتھ نہیں جائے گی۔۔

تو گاؤں بیٹھے بیٹھے وہ۔۔

گاؤں بیٹھے بیٹھے وہ مر گئی۔۔۔۔اداسی نے بے رحمی سے کہا۔

مگر تم تو کہہ رہی تھیں کہ وہ ابنارمل تھی۔۔۔

لوگ کہتے ہیں کہ وہ ابنارمل تھی۔۔۔

اسی لیے نہیں گئی۔چلی جاتی تو بچ جاتی۔

اور تم اسی دن سے اس کھنڈر گاؤں میں ٹھہر گئی ہو۔۔

ہاں۔۔۔۔۔۔لیکن تم کیوں میرے ساتھ ٹھہر گئے ہو۔؟

میں بہار کا انتظار کر رہا ہوں۔۔وہ آئے گی تو میں تمہیں لے کر چلا جاؤں گا۔۔۔۔۔۔خزاں کے موسم نے جواب دیا۔

اداسی نے مسکرا کے سر ہلایا اور آنکھیں موند لیں۔۔۔۔

یہ حقیقت وہ بھی جانتی تھی کہ بہار نہیں آئے گی۔۔۔

اگر آئی بھی تو بہت ہی زخمی ہو گی۔۔۔اس کی ہر ہنسی کے پیچھے سے ایک زخم قہقہہ لگائے گا۔ہر تہوار پر اسکی آنکھوں میں آنسو ہوں گے۔۔اور وہ زخمی بہار کئی نسلوں تک زخمی رہے گی۔۔۔

۔۔۔اختتام۔۔۔

انڈین آرمی کی یونیفارم میں ملبوس ہمارے سر پہ کھڑا کوئی شخص ہمیں غلیظ گالیوں سے نواز تا۔جیت کے نشے سے سرشار اس کے سینے پر تمغے کے نشان تھے جو شاید اس نے ہمیں شکست دے کر حاصل کیے تھے۔

ہم شکست خوردہ قوم تھے۔وہ ہم سے جو بھی سلوک کرتے کم تھا۔

لیکن وہیں کھڑے کھڑے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے پاکستان کو بھی گالیاں دینا شروع کر دیں۔قطعی غیر متوقع طور پر کیمپ سے ایک آواز بلند ہوئی۔

"پاکستان" تھکے ہارے،ہزیمت خوردہ اور مایوس مجمع میں ایک ہلچل ابھری۔

"زندہ باد" چاروں اور سے اپنی طرف تنی ہوئی بندوقوں سے بے نیاز۔

(اقتباس:چراغ آخر شب از رفعت ناہید سجاد)

(مرسلہ:سمارا)

متفرق تحاریر

بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کی اہمیت

ایک امریکی ماں کی نظر سے

ترجمہ و تلخیص: سمارا

میں اپنے وقت کا زیادہ تر حصہ اسی اسکرین کے سامنے گزارتی ہوں جس کے آگے میں ابھی بھی موجود ہوں--- یہ ایک چھوٹی سی دس انچ کی ایل سی ڈی اسکرین ہے۔اس اسکرین اور میرے بچوں میں کچھ بھی مشترک نہیں ہے۔یہ میرے بچوں کی مماثلت صرف اسی وقت اختیار کرتی ہے جب میں ان کی تصویریں دیکھ رہی ہوں۔ کام کے اوقات میں بچوں کی تصویریں دیکھتے ہوئے مجھے احساس جرم ہوتا ہے کہ میں کام کی بجائے کچھ اور کر رہی ہوں۔ گویا جس وقت کی مجھے تنخواہ ملتی ہے اس وقت میں کام کی بجائے اپنے بچوں کی تصویریں دیکھنے میں مشغول ہوں۔میری نظر میں یہ اپنے کام اور ذمہ داری کے ساتھ بے ایمانی ہے۔ مجھے کام دینے والوں نے یہ سوچ کر مجھے نوکری دی ہے کہ میں بہتر طریقے سے اپنی ذمہ داری انجام دوں گی لیکن حقیقت میں، میں کام کی بجائے کمپیوٹر اسکرین پر اپنے بچوں کی تصویریں دیکھنا پسند کرتی ہوں۔

لیکن میں کام کرتی کیوں ہوں؟

میں کام اس لئے کرتی ہوں تاکہ اپنے بچوں کی بہتر پرورش اور مستقبل کے لئے رقم کما سکوں۔

یہ مسئلہ صرف میرا ہی نہیں ہے۔ بہت سارے والدین اس کا میری طرح ہی شکار ہیں۔یہ سوال کئی والدین کے سامنے ہے کہ وہ کس بات کو اہمیت دیں؟ پیسے کمانے کو؟ جس کی مدد سے بچوں کی پرورش کی جا سکے یا پھر---ان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کو؟

اپنے اگلے ہفتے کے شیڈیول پر نظر ڈالتے ہی میں دباؤ کا شکار ہو جاتی ہوں۔ پیر کو میری سب سے چھوٹی بیٹی، جو جونیر ہائی اسکول میں ہے، کے اسکول میں ایک پروگرام ہے جس میں مجھے شرکت کرنی ہے۔ عین اسی وقت دفتر میں میری ایک اہم میٹنگ ہے۔ جہاں میں رہتی ہوں وہاں کے ہوم اونرز ایسوسی ایشن کی میٹنگ بھی پیر کے روز ہی ہے۔ منگل کے دن میرے ایک پراجیکٹ کی ڈیڈلائن ہے اور اسی دن مجھے اپنی دوسری بیٹی کی اسکول میٹنگ میں شرکت کرنی ہے۔ پیر اور منگل کے اتنے مصروف شیڈیول کے بعد مجھے بالکل یاد نہیں ہے کہ میری بدھ کی کیا مصروفیات ہیں۔

اور آج---؟

آج ہمارے ہوم ٹاؤن میں ایک پریڈ ہے۔ میری سب سے بڑی بیٹی اس پریڈ میں حصہ لے رہی ہے۔ شرکاء کے والدین، رشتہ دار اور اعزاء اس کو دیکھنے آرہے ہیں اور میں---؟

میری آج پانچ ڈیڈلائنز ہیں اس لئے چاہنے کے باوجود میں پریڈ دیکھنے نہیں جاسکتی۔ مجھے مجبوراً اپنی بیٹی سے معذرت کرنی پڑی ہے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایسا پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے اور میں صرف یہ امید کرسکتی ہوں کہ میں اس سے کچھ سبق سیکھ لوں۔

جب میں ایک ناول نگار تھی تب میں لکھتے ہوئے خود کو اپنے دفتر میں بند کرلیتی تھی تاکہ مکمل سکون اور توجہ کے ساتھ لکھ سکوں اور اپنا مکمل وقت ناول کو ہی دوں۔ میں کئی کئی دن اپنے دفتر سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ لیکن مجھے بہت بعد میں احساس ہوا کہ ایسا کرنے سے میرے بچوں نے یہ سوچا کہ میں نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ میرے بچے اب بڑے ہو چکے ہیں اور اپنی راہیں بنا چکے ہیں۔ لیکن میری ایک بیٹی اب بھی چھوٹی ہے اور اسے ابھی بھی ماں کی ضرورت ہے۔ یہ سوچ لینا آسان ہے کہ ماں کی انہیں ضرورت نہیں ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔

بچوں کے ساتھ وقت گزارنا ان کے لئے کتنا اہم ہوتا ہے یہ ان کے چہروں پہ لکھا نظر آجاتا ہے جب وہ ہماری طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ یہ اہمیت اس معصوم اور نرم لمس میں ہوتی ہے جس کو ہم صرف تب ہی محسوس کرسکتے ہیں جب ہم ان کے نزدیک ہوں۔ یہ ان کی ہنسی میں ہوتا ہے جب وہ لڈو یا کوئی اور کھیل کھیل رہے ہوتے ہیں۔ یا اس جپھی میں ہوتا ہے جب وہ دور سے دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آتے ہیں اور آتے ساتھ گلے لگ جاتے ہیں۔ اور اس خوشی اور جوش میں ہوتا ہے جس سے وہ اپنے پورے دن کی روئداد سناتے ہیں۔

اس سب کے بدلے ہمیں ان کو صرف کچھ وقت دینا ہوتا ہے۔ زندگی گزارنے کے لئے کام کرنا اچھی بات ہے لیکن کام کے لئے زندہ رہنا نقصان دہ، غیر صحتمندانہ اور غیر مفید ہے جن رشتوں کے ساتھ ہم نے عمر بھر رہنا ہوتا ہے وہ ہماری توجہ اور وقت کے حقدار ہیں۔ جب میں اپنے آپ کو کام، لکھنے اور اپنے بچوں کی باتوں کے درمیاں سینڈوچ بنا پاتی ہوں، تب مجھے یہ جملہ یاد آتا ہے جو میں نے کبھی سنا تھا، "کاش میں نے اپنے دفتر میں زیادہ وقت گزارا ہوتا' کبھی کسی نے اپنی قبر کے کتبے پہ نہیں لکھوایا۔"

چنانچہ پیر والے دن میرے لئے بیک وقت دو جگہ موجود ہونا ناممکن ہے اس لئے میں اپنی بیٹی کے اسکول پروگرام میں شرکت کروں گی اور دفتر کی میٹنگ کے شرکاء کو یہ سوچنے دوں گی کہ میں غائب ہو گئی ہوں؟۔

میں وہاں ہوں گی جہاں مجھے ہونا چاہئے۔

****

اس مضمون کی مصنفہ Tennille Webster ہیں۔ جو ایک ریسٹورنٹ مینیجر ہیں۔اس کے علاوہ آپ ناولز بھی لکھتی ہیں۔ مختلف انٹرنیٹ سائٹس پر آپ کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔

Tennille Webster اپنی بیٹی کے ساتھ

---اختتام---

امریکی مزاح نگار رول راجرز نے کہا ہے کہ صرف ایک چیز فلم انڈسٹری کو مار سکتی ہے اور وہ ہے تعلیم۔اس لیے ہمیں تسلی ہے کہ پوری دنیا کی فلم انڈسٹری مر بھی گئی تو ہماری پھر بھی زندہ رہے گی۔
(ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب افراتفریح سے ایک اقتباس)
مرسلہ: عبداللہ

ہم نے "ان" کو خط لکھا

مزاحیہ تحاریر

تحریر: محمد اجمل انجم

پیارے میاں جانی اور اس سبک سر کے سر تاج!

چاہتوں اور محبتوں بھرا اسلام!

یہ کیا کہ جاتے ہی آپ نے مجھے ڈرافٹ بھیج دیا، ایسا نہ کیا کریں، پیسہ اپنے پاس جمع رکھا کریں، بعد میں کام آئے گا۔ آپ مجھے ڈرافٹ بھیجتے ہیں تو سبھی کو ہرا ہرا سوجھنے لگتا ہے۔ آپ کی آپا ادھار مانگنے آجاتی ہیں اور بھائی فوری ضرورت کا بورڈ اٹھا لیتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ مجھے خرچ کے لیے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس کے لیے آپ میری امی کے ایڈریس پر ڈرافٹ بھیجا کریں اور اس کا بھی کسی سے تذکرہ بھی نہ کیا کریں۔

آپ جانے سے پہلے جو پلاٹ میرے نام سے خرید کر گئے تھے وہ میں نے بیچ دیا ہے، وہ میرے بھائی کی شادی ہو رہی ہے ناں، تو سونے کے سیٹ خریدنے پر گھر میں جھگڑا ہو رہا تھا تو میں نے کہا چلو چھوڑو، میں خرید کر دے دیتی ہوں، پلاٹ کا ہم نے کرنا بھی کیا ہے۔ وہ تو ویسے بھی آپ کی آپا کے پڑوس میں تھا ناں۔ بعد میں خواہ مخواہ اُلجھن اور مصیبت ہوتی۔۔۔۔۔۔

کل میں اپنی بھانجی کی سالگرہ میں جاؤں گی، چار سوٹ اور سونے کی انگوٹھی دے رہی ہوں آخر کو وہ میری سب سے پیاری بھانجی ہے اور آپ کو تو پتہ ہے کتنے پیار سے مجھے پیاری خالہ کہتی ہے۔ آپ کی جانب سے تحفہ ادھار رہا، جو جی چاہے گا دے دیجیے گا۔

اس سال جب آپ چھٹیوں میں گھر آئیں تو سوچ کر آئیے گا کہ اسلام آباد رہنے کی بجائے اب ہم جہلم شفٹ ہو جائیں گے۔ کراچی سے جتنے بھی آپ کے رشتہ دار گرمیوں میں گھومنے کے لیے مری جاتے ہیں ان کا پہلا سٹاپ اسلام آباد میں ہمارا گھر ہوتا ہے۔ جس کی شادی ہوتی ہے وہ ہنی مون منانے مری کی سڑک پر بعد میں قدم رکھتا ہے پہلے وہ ہمارے گھر آتا ہے۔ گھر کا بجٹ کتنا ڈسٹرب رہتا ہے اس کا تو آپ کو کبھی اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ نے جا کر جو ڈرافٹ مجھے بھیجا ہے اسے دیکھ کر تو میں کھول ہی گئی تھی۔ اتنے خرچے پر یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ اپنے پاس ہی رکھیں۔

گزشتہ ہفتے آپ کے ماموں بمعہ فیملی پندرہ دن کے لیے آئے تھے، ان کا کہنا تھا کہ سال میں ایک مرتبہ گھر سے باہر جانے میں "چینج" آجاتا ہے۔ ان میں چینج آیا ہو یا نہیں یہ تو وہ جانیں مگر مجھ میں چینج ضرور آ گیا ہے۔

کچن میں کام کرتے کرتے ہاتھ شل اور کمر میں درد رہنے لگا ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ ان کی چھوٹی بیٹی توڑ گئی ہے، گاڑی کا دروازہ پہلے ہی لاغر تھا، وہ جاتا رہا ہے۔ آپ کی چار شرٹس آپ کے کزن کو پسند آ گئی تھیں وہ لے کر چلتا بنا ہے۔ اور بھی گھر کی چھوٹی موٹی چیزیں گھر سے غائب ہیں وہ یا تو ماسی لے گئی ہے یا پھر مہمان بھولے سے اپنے بیگز میں رکھ کر لے گئے ہیں۔

مجھے سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، جب آپ گھر میں نہیں ہوتے تو آپ کے رشتے دار میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ اب آپ آئیں تو سب کو بتا دیں کہ ہم اسلام آباد سے شفٹ کر رہے ہیں، ہاں جہلم کا فون نمبر تک کسی کو مت دیجیے گا ورنہ بائی روڈ آنے والے مہمان ہمارے گھر کو ہوٹل سمجھ کر جہلم میں ٹھہرنے لگیں گے۔

میں سچ کہہ رہی ہوں کہ اگر پہلے مجھے پتہ ہوتا کہ آپ کا خاندان ایسا سیاحوں کا خاندان ہے جو دوسروں پر بوجھ ڈال کر سیاحت کرتا ہے تو کبھی آپ سے شادی نہ کرتی۔ ہاں! یاد آیا۔۔۔ وہ ابو کی گاڑی چند دنوں سے مکینک کے پاس ہے تو میں نے آپ کی کرولا انہیں دے رکھی ہے تا کہ انہیں کوئی دقت نہ ہو۔

چھوٹے ماموں کینیڈا جا رہے ہیں۔ آپ کا نیا سوٹ کیس انہیں دے دیا ہے۔ آپ کے کپڑے فی الحال ایک بڑی سی چادر میں باندھ کر حفاظت سے سٹور میں رکھ دیئے ہیں۔ آپ نے کونسا ابھی استعمال کرنے ہیں۔

آپ کہہ رہے تھے کہ اگر آپ اس سال گھر کا چکر نہ لگائیں تو میرے لیے ڈائمنڈ کے بڑے والے ٹاپس لا سکتے ہیں۔ سنیئے۔۔۔ اگر آپ دو سال نہ آئیں تو پورا سیٹ ہی آجائے گا ناں!

دیکھیں میں کیسی قربانی دینے والی بیوی ہوں۔

شدت سے ڈائمنڈ سیٹ اور آپ کی منتظر۔۔۔۔ آپ کی شریکِ حیات،

شفیقہ حیات

اسلام آباد۔

ضروری اعلان:

ہم بقائمی ہوش و حواس یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ خط مکمل طور پر فرضی ہے۔ اور وطن عزیز میں مقیم کسی بھی محترمہ یا دیارِ غیر میں مقیم محترم کے حالات و واقعات سے مشابہت محض اتفاقیہ ہو گی جس کے لیے ہم ہر گز بھی ذمہ دار نہیں ہیں۔

ختم شد۔

محاوراتی دنیا۔۔۔

فرضی داستاں

بغل میں بچہ شہر میں ڈھنڈورا

تحریر: کشتاج

شیخ چلّی سے شجرہ نصب جڑے ہونا اتنا اہمیت نہیں رکھتا جتنا کہ شیخ چلی کی سوچ کا بھی کسی شخص میں منتقل ہو جانا معنی رکھتا ہے۔ تو ایسے ہی ایک شخص جن پر شیخ چلیّت کا پہاڑ ٹوٹا تھا، کے ایک واقعے نے دنیا کو ایک چھوٹے سے جملے کو دوسرے الفاظ یا یوں کہیے محاورے کے طور پر بیان کرنا سکھا دیا۔

"چیز تو پاس ہے مگر دنیا بھر میں تلاش کرنا" یا پھر "چیز اتنی قریب اور شہر بھر میں تلاش کرنا" جیسے جملے کو ایک خوبصورت سے محاورے میں بدل کر رکھ دینے والا قصہ کچھ یوں ہوا کہ کسی زمانے میں ایک چھوٹے سے شہر میں شیخ صاحب اور انکا دس سالہ بیٹا رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے، شیخ صاحب ایک چھوٹا سا سفید رنگ کا بکری کا بچہ خرید کر لائے۔ یاد رہے وہ اُن کے لئے بہت زیادہ قیمتی تھا کیوں کہ انہوں نے اس کی خریداری پر جو پیسے خرچ کیے وہ کافی جوڑ توڑ کا نتیجہ تھے۔ ویسے بھی شیخوں کی تو ہر چیز ہی قیمتی ہوا کرتی ہے کیوں کہ ہر چیز پر کچھ نہ کچھ قیمت تو ادا کرنا ہی پڑتی ہے۔ ہاں تو۔۔۔ جب شیخ صاحب بکری کا بچہ گھر لے آئے تو سب سے پہلے اسے باندھنے کا مسئلہ پیش آیا۔ وہ بہت دیر تک بکری کے بچے کا کان پکڑے صحن میں ہی پریشان بیٹھے رہے۔ پریشانی کی وجہ یہ نہیں تھی کہ کہاں باندھیں بلکہ یہ تھی کہ بکرے کے کون سے حصّے سے رسّی باندھیں، گلے میں رسّی باندھنے سے تو انہوں نے کان پکڑ کر توبہ کر لی تھی کیوں کہ ایک سال پہلے ہی انہوں نے اپنے پیارے طوطے پر یہ "کامیاب" تجربہ کیا تھا۔ اور وہ اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔ غالباً اس سے بھی کوئی بڑا فائدہ متوقع ہو گا تبھی تو اس کے انتقال پر شیخ صاحب بستر سے لگ گئے تھے لیکن دوا دارو کے اخراجات کے خوف سے جلد ہی خود کو سنبھال کر صحت یاب ہونا پڑا اور پھر پیسے جمع کر کے اب بکری کا بچہ خرید لائے۔ بہت دیر تک سوچ بچار کے بعد آخر کار اُسکی ٹانگوں میں رسّی ڈال کر اسے صحن کی ایک کھونٹی سے

کھونٹی سے باندھ آئے۔

کچھ دیر بعد شیخ صاحب صحن میں پڑے پلنگ پر نیم دراز بکری کے بچے کو دیکھ رہے تھے اور پھر جیسے ہی اس نے قریب پڑے پیپل کے پتوں کو منہ لگایا شیخ صاحب کی خاندانی سوچ کا دھارا بہہ نکلا۔

"کل کو جب یہ بچہ تندرست اور بڑا ہو جائے گا تو میں اس کا دودھ بیچنا شروع کر دوں گا، آہستہ آہستہ میرے یہاں دودھ کا کاروبار پھیلنا شروع ہو گا۔۔۔۔ لیکن دودھ کس چیز پر رکھ کر بیچوں گا۔۔۔؟" انہوں نے خود ہی سے سوال کیا۔

" بکرے ہی پر رکھ لوں گا۔ جب گدھے پر اتنا سارا بوجھ لادا جا سکتا ہے تو بکرے پر کیوں نہیں، ویسے بھی قربانی کے جانور پر بوجھ لادنا منع ہے، اس کو کونسا قربان کرنا ہے جو منع ہو گا۔ ایسے تو میں اس سے سواری کا کام بھی بہ آسانی لیا کروں گا۔ پھر جب کوئی کہے گا کہ "واہ شیخ صاحب آپ کے یہاں سے اچھا دودھ تو کسی گوالے کے پاس بھی نہیں" تو میں دودھ کی قیمت میں اضافہ کر دوں گا۔ پھر جب ایک بکرا خریدنے کی استطاعت ہو جائے گی تو ایک اور بکرا خرید لاؤں گا تاکہ وہ آتے ہی دودھ دینا شروع کر دے اسے اس کی طرح پالنا پوسنا نہ پڑے ۔۔۔۔ مگر۔۔۔ آخر میں نے یہ اتنا چھوٹا بکرا لیا ہی کیوں، اسے تو بڑا ہونے میں بہت سارا وقت لگے گا اور کھانے پینے کا خرچہ الگ۔" وہ پھر سوچتے سوچتے رُک گئے۔

اور پھر دوبارہ سوچ کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے۔ "نہیں نہیں اسے تو میں ابھی بیچ آؤں گا۔ اور جو اتنے سارے پیسے دودھ بیچ بیچ کر جمع کیے ہیں اس سے پورا بڑا بکرا ہی لے آؤں گا۔۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ جب تک یہ دودھ نہیں دے گا تو پورا بکرا خریدنے کے پیسے کیسے جمع ہونگے (واہ شیخ صاحب بڑی اہم بات سوچ لی)۔۔۔۔ اور اگر ابھی اس کو بیچ دیا تو یہ بکری کا بچہ دودھ کیسے دے گا۔۔۔۔۔"

آخری جملہ اتنی پریشانی اور جھلاہٹ میں سوچا تھا کہ منہ سے بھی پھسل گیا۔ قریب ہی ان کے پرانے یار نواب صاحب ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ یک دم چونک پڑے۔ "شیخ صاحب اگر اس کو نہیں بھی بیچا تو یہ تب بھی دودھ نہیں دے گا یہ بکری نہیں بکرا ہے۔" وہ بکری کے بچہ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے بولے۔

"کیا۔۔۔۔" شیخ صاحب کو ادراک نفس نفیس جو ہوا تو جیسے اُن کا دل حلق میں آکے اٹک گیا۔ اور ایسا اٹکا کہ وہ اگلے ایک گھنٹے تک اوندھے لیٹے اپنے دل کو سینے میں اتارنے کے لئے غلطاں و پیچاں رہے۔ جب نواب صاحب کے پانی پلانے، پانی چھڑکنے حتٰی کے پانی کی پوری بالٹی انڈیل دینے پر بھی شیخ صاحب کی حالت بہتر نہ ہوئی تو گھبراہٹ میں نواب صاحب نے بکری کے بچے کو رسیوں سے آزاد کر کے ان کے اوپر لا پٹخا تب کہیں جا کر شیخ صاحب کو ہوش آیا۔ پھر جیسے ہی اٹھ کر بیٹھے معصوم اور ننھا سا بکری کا بچہ پھسلتا اور لڑھکتا ہوا گرا وہیں شیخ جی کی بغل میں دُبک کر بیٹھ گیا۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ نواب صاحب تو بکری کے بچے کو شیخ صاحب کی پیٹھ پر بٹھا کر کسی معالج کو بلانے کے لئے جا چکے تھے لیکن شیخ صاحب۔۔۔۔ وہ اب یہ سوچ سوچ کر پریشان تھے کہ "یہ تو بڑا ہو کر بھی دودھ نہ دے گا اور پھر میں دودھ کا کاروبار کئے بغیر بڑا بکرا کیسے لاؤں گا۔" یکایک کھونٹی پر نظر پڑی تو بکری کے بچے کی گمشدگی کے خیال نے اُن کے رہے سہے حواس بھی گم کر دیئے۔

نواب صاحب جب واپس لوٹے تو شیخ صاحب دل پکڑے بیٹھے تھے، آنکھیں پتھرا سی گئی تھیں۔ حالت ایسی ہی تھی کہ معالج نے جلدی سے تنفس کا معائنہ کیا اور مطمئن ہو کر شیخ صاحب سے پوچھنے لگے کہ ایسا کیوں کر ہوا۔ معالج اور نواب صاحب کے بہت استفسار کے بعد بمشکل اتنا ہی کہہ سکے۔ "بچہ گُم ہو گیا ہے۔" اس پر تو نواب صاحب بھی گھبرا گئے کہ ایک تو پہلے ہی طبیعت خراب تھی اب فرزند ارجمند کے غم سے دنیا سے کوچ ہی نہ کر جائیں۔

جلدی جلدی محلے کے بہت سے آدمی جمع کیے اور شیخ صاحب کے بچے کو ڈھونڈنے کے لئے ان سے حلیہ اور نام وغیرہ پوچھنے لگے۔

شیخ صاحب دل پر ہاتھ رکھے روتے روتے بتا رہے تھے "ابھی تو بہت چھوٹا سا تھا، ابھی تو اس کا نام بھی نہیں رکھا تھا۔ چھوٹا سا سفید رنگ کا تھا۔ پیٹھ بھی بہت ملائم سی تھی۔ کھاتا ایسے تھا جیسے پورا بکرا ہو لیکن مستقبل میں دودھ دینے کا کوئی امکان نہیں تھا۔۔۔ ہائے ے کاروبار بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔ کھوٹا سکّہ تھا بدبخت لیکن واپس تو بیچا جا سکتا تھا نا۔۔۔۔"

کچھ لوگوں کو اُنکی دماغی صحت پر شبہہ بھی ہوا لیکن صدمے کا اثر سمجھ کر بھگتتے رہے۔ قریب ہی کھڑے محلے کی مسجد کے مؤذن صاحب نے آہ بھرتے ہوئے کہا کہ "واقعی اولاد کا غم بہت گہرا ہوتا ہے۔ اور مسجد میں جا کر جیسے تیسے اعلان کر دیا۔ نہ صرف اپنے محلے کی مسجد بلکہ دور دراز کی مساجد میں بھی اعلان کروا دیا۔ الغرض ساری رات مساجد، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ پر شیخ صاحب کے بچے کو ڈھونڈا جاتا رہا۔ حتٰی کہ خود رات کی تاریکی میں شیخ صاحب نکل کھڑے ہوئے دربدر بھٹکتے رہے اور بچے کی گمشدگی کا ڈھنڈورا سارے شہر میں پیٹتے رہے۔ اور فجر سے پہلے اپنے پلنگ پر جا کر سو گئے۔

صبح جب آنکھ کھلی تو بکری کا بچہ دکھائی دیا جو ساری رات یہیں بیٹھا کسی سفید بچے کی گمشدگی کا اعلان سنتا رہا تھا۔ شیخ صاحب کی تو خوشی کی انتہا ہی نہ رہی اتنے میں نواب صاحب بھی وہاں خیر خبر لینے پہنچے اور شیخ صاحب کو اتنا خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے دیکھا اور ساتھ ہی بکری کے بچے کو بھی دیکھا۔ تو پوچھ بیٹھے کہ کیا ہوا شیخ صاحب بچہ مل گیا کیا۔

"نواب جی۔۔۔ دیکھیے تو۔۔۔۔ بغل میں بچہ اور شہر میں ڈھنڈورا" یہ یہیں تھا میرے پاس ساری رات۔۔۔۔ اور میں ساری رات ادھر ادھر۔۔۔۔۔" شیخ صاحب بکری کے بچے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جواب دے رہے تھے لیکن بات ادھوری رہ گئی اور اُن کا کیا حشر ہوا یہ تو نہیں معلوم لیکن اتنا پتا ہے کہ اس دن کے بعد سے جب بھی کسی کی کوئی چیز "سارے جہاں" بھر میں ڈھونڈنے کے بعد قریب ہی کہیں رکھی مل جاتی ہے تو شیخ جی کا یہی "آخری جملہ" بطور محاورہ کہہ دیا جاتا ہے۔

---اختتام---

چٹکلے

* "کیا آپ نے اپنی بیگم کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جو چاہے کرے؟"
"نہیں! وہ میری اجازت کے بغیر ہی جو چاہے کرتی ہے۔"

* میرے میاں تو میرے دیوانے ہیں۔ وہ تو نیند میں بھی میرے ہی بارے میں پیار بھری باتیں کرتے ہیں۔ بس شاید نیند میں ہونے کی وجہ سے میرا نام غلط لیتے ہیں۔

* میں اپنے دوست کو شادی کے موقع پر ایک پینٹنگ تحفے میں دینا چاہتا ہوں۔ آپ کے خیال میں کون سی پینٹنگ اچھی رہے گی۔؟"
"یہ دیکھیے۔ میرے خیال میں اس سے مناسب پینٹنگ آپ کو نہیں ملے گی۔ اس کا عنوان ہے۔ "طوفان کی آمد۔""

* تمھارے خیال میں اس مرد کو کیا سزا ملنی چاہیے ہے جو کسی عورت سے شادی کا وعدہ کرے اور پھر مکر جائے۔"
"اس کی شادی زبردستی اسی عورت سے کروا دینی چاہیے۔"

مرسلہ: عبداللہ

کتاب میلہ پنجاب یونیورسٹی 2011

مکتوب پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

تحریر: عامر جہاں

کہتے ہیں کہ کتاب انسان کی تنہائی کی بہترین ساتھی ہے اور کتاب سے انسان کا رشتہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ۔ پنجاب یونیورسٹی جس کا شمار ایشیا کے چند بڑے تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے، ہمیشہ سے ہی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ گذشتہ ماہ ۱۲ مئی 2011 پنجاب یونیورسٹی کے نیو کیمپس میں 26واں سالانہ کتب میلہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس کا انعقاد یونیورسٹی انتظامیہ اور یونیورسٹی کی طلبہ تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ نے مل کر کیا۔ کتب میلہ تین روز جاری رہا جس میں 200 سے زائد پبلیشرز نے سٹال لگائے۔ کتب میلہ میں جہاں نصابی کتب کم قیمت پر دستیاب تھیں وہاں طلبہ کی علمی و ادبی پیاس بجھانے کے لیے مذہبی، سائنسی، ناولز اور لٹریچر پر بہت بڑی تعداد میں کتب کا ذخیرہ موجود تھا۔ کتب میلہ میں نہ صرف پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات نے دلچسپی لی بلکہ لاہور کے دیگر تعلیمی اداروں کے طلبہ و طالبات سمیت روز مرہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد، سیاسی و سماجی شخصیات نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اب بات کرتے ہیں کچھ انتظامات کے حوالے سے۔ پنجاب یونیورسٹی انتظامیہ کا کہنا تھا کہ یونیورسٹی انتظامیہ نے بہترین انتظامات کیے ہیں اور اس مرتبہ کتب میلہ کامیاب رہا اور کسی طلبہ تنظیم کو کتب میلہ سمیت کسی بھی غیر نصابی سرگرمیاں منعقد کروانے کی اجازت نہیں۔ جبکہ اسلامی جمعیت طلبہ کے ناظم نے بتایا کہ پنجاب یونیورسٹی سمیت ملک بھر کی جامعات میں کتب میلہ اسلامی جمعیت طلبہ کی روایت ہے اور انتہائی صحت مند سرگرمی ہے اور خاص کر پنجاب یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبہ کے زیر اہتمام ہونے والا کتب میلہ کا شمار پاکستان کے سب سے بڑے کتب میلہ میں ہوتا تھا جسے اب یونیورسٹی انتظامیہ نے نہیں ہونے دیا۔ اسلامی جمعیت طلبہ کتاب میلہ کے علاوہ جو سرگرمیاں منعقد کرواتی رہی ہے ان میں کرکٹ میچز، مقابلہ حسن قرأت، محفل نعت، مشاعرہ، ایوارڈ گالا، نئے سال کے موقع پر داخلہ اسٹالز اور اس طرح کی کئی سرگرمیاں شامل ہیں۔

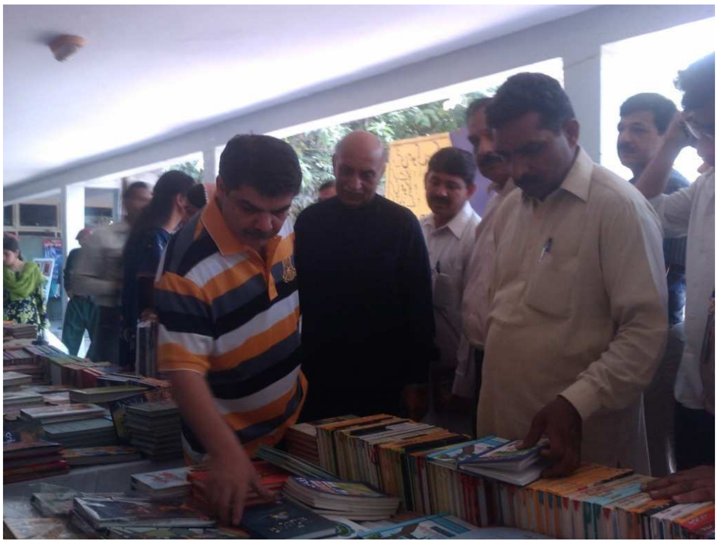

مشہور ٹی وی اینکر مبشر لقمان ایک سٹال کا دورہ کرتے ہوئے

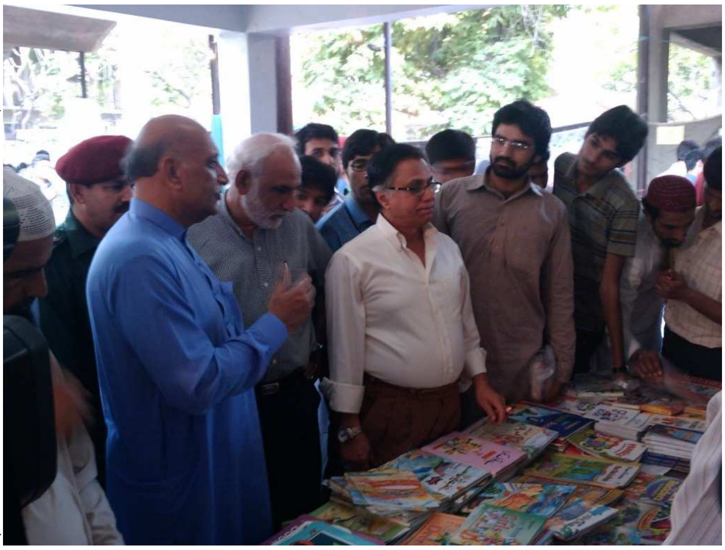

معروف کالم نگار حسن نثار ایک سٹال پر

اس کے برعکس سٹال مالکان نے انتظامات کے بارے میں کچھ مختلف معلومات مہیا کیں۔ اسٹالز مالکان نے بتایا کہ طلبہ تنظیم کے زیر اہتمام کتب میلہ میں زیادہ جوش وخروش پایا جاتا تھا اور انتظامات کہیں بہتر ہوتے تھے۔ جب سے کتب میلہ یونیورسٹی انتظامیہ نے کروانا شروع کیا ہے پہلے جیسی بات نہیں رہی۔ دوسری طرف طلبہ و طالبات سمیت روز مرہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے کہا کہ کتابوں کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں اور وہ چاہتے ہوئے بھی بہت سی کتابیں نہیں خرید سکتے۔ انتظامات کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ جیسے جیسے انتظامات یونیورسٹی انتظامیہ کے ہاتھ آرہے ہیں انہیں شدید دشواری کا سامنا ہے۔ طلبہ و یونیورسٹی انتظامیہ کو مل بیٹھ کر انتظامات کے معاملات حل کرنے چاہئیں۔

انتظامات کے حوالے سے جب اسٹالز مالکان سے مزید استفسار کیا گیا تو بعض اسٹالز مالکان تو باقاعدہ پھٹ پڑے۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں شروع دن سے ہی عجیب وغریب صورتحال اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ میلہ شروع ہونے سے ایک دن پہلے جب ہم لوگ اپنا سامان یہاں لے کر آئے تو اندر داخل ہونے کے لیے انہیں کافی انتظار کرنا پڑا اور کوئی گارڈ بھی تعاون کرنے کو تیار نہیں تھا۔ پہلے جمعیت والے محض ایک یا دو ہزار روپے ایڈوانس لے کر اسٹال کی بکنگ کر لیتے تھے اور باقی کی رقم میلہ کے پہلے دن کے اختتام پر وصول کر لی جاتی، مگر یونیورسٹی انتظامیہ نے سارے پیسے ایڈوانس ہی وصول کیے۔ اور اس سے پچھلی مرتبہ کرایہ بھی مناسب ہوتا تھا اور اس مرتبہ زاید کرایہ چارج کیا گیا۔ پہلے سات ہزار روپے میں ایک اسٹال بک ہوا کرتا تھا اور اس مرتبہ دس ہزار روپے چارج کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بک فیئر کا وقت پہلے رات آٹھ یا نو بجے تک ہوا کرتا تھا اور اس مرتبہ پہلے دن شام ساڑھے چھ بجے کے بعد نئے کسٹمرز کو اندر داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ پہلے کتاب میلہ کی باقاعدہ تشہیر کی جاتی تھی اور جگہ جگہ شہر میں بینرز لگائے جاتے تھے۔ مگر اس مرتبہ ایسا کچھ دیکھنے میں نہیں آیا۔ انہوں نے مزید بتاتے ہوئے کہا کہ اس مرتبہ سیکیورٹی ایشوز بھی نامناسب تھے۔ اتنے سالوں میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان کا سامان اسٹالز بند ہونے کے بعد ادھر سے ادھر ہوا ہو۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے کتب باقاعدہ چیک کی جاتی تھیں اور بل پر اسٹیمپ لگائی جاتی تھی مگر اس

مرتبہ اس بات کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ اسٹالز کا سائز کم رکھا گیا اور اعلانات کروانے کا سلسلہ بھی نہیں کیا گیا۔ پہلے جمعیت کافی سارے مہمانوں کو بلوایا کرتی تھی جن میں ملک کے معروف ادیب، شعراء اور سیاسی شخصیات شامل ہوتی تھیں۔ مگر اس مرتبہ بہت کم لوگوں کو بلوایا گیا۔ پہلے مختلف کالجز اور اسکولوں سے بھی طلبہ کو گروپس کی شکل میں بلوایا جاتا تھا لیکن اس مرتبہ ایسا کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا۔ سارے اسٹالز کا کرایہ یکساں رکھا گیا مگر ان سب کی لوکیشن یکساں ہرگز نہیں تھی۔ جن پبلشرز کے اسٹالز مین کوریڈور میں واقع تھے ان کی سیل تو مناسب رہی مگر جن پبلشرز کے اسٹالز مین کوریڈور سے ہٹ کر اندر برآمدے میں تھے ان کی سیل کافی مایوس کن رہی۔ ایک بزرگ تو اتنے مایوس تھے کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ ان کی صورتحال کیسی رہی تو انہوں نے انتہائی مایوس کن انداز میں بتایا کہ دو دنوں میں صرف تین ہزار روپے سیل ہوئی ان کی۔ اسٹالز کی الاٹمنٹ والے دن جب قرعہ اندازی کے ذریعے اسٹالز بانٹے گئے تو میلہ کے تینوں دن کچھ مالکان نے اپنے اسٹالز انتظامیہ سے ساز باز کر کے تبدیل کروائے جس سے باقی اسٹالز مالکان کافی برہم ہوئے۔ ان کے علاوہ بھی کئی طرح کے مسائل دیکھنے میں آئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یونیورسٹی انتظامیہ اگلی مرتبہ ان شکایات اور تجاویز پر غور کر کے کوئی مناسب انتظامات کرتی ہے یا نہیں۔

آج کل کے دور میں جہاں انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا عروج پر ہے وہاں ابھی بھی کتاب افراد کی کمی نہیں اور نہ ہی کتاب کی اہمیت کم ہوئی ہے۔ اگر ایسی صحت مند سرگرمیوں کا انعقاد کیا جاتا رہا تو نہ صرف کتابوں کو فروغ ملے گا بلکہ ایک صحت مند معاشرہ بھی جنم لے گا۔

---اختتام---

برآمدے میں لگائے گئے اسٹالز کا ایک منظر

مین کوریڈور میں شام کا ایک منظر

پاکیزہ سیرت لوگ

جس مقام پر اب منگلہ ڈیم واقع ہے وہاں پر پہلے میرپور کا پرانا شہر آباد تھا۔ جنگ کے دوران اس شہر کا بیشتر حصہ ملبے کا ڈھیر بنا ہوا تھا۔ ایک روز میں ایک مقامی افسر کو اپنی جیپ میں بٹھا کر اس کے گردونواح گھوم رہا تھا۔ راستے میں ایک مفلوک الحال بوڑھا اور اس کی بیوی ایک گدھے کو ہانکتے ہوئے سڑک پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ دونوں کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے تھے، دونوں کے جوتے بھی ٹوٹے پھوٹے تھے۔ انھوں نے اشارے سے ہماری جیپ کو روک کر دریافت کیا "بیت المال کس طرف ہے؟" آزاد کشمیر میں خزانے کو بیت المال ہی کہا جاتا ہے۔

میں نے پوچھا "بیت المال میں تمہارا کیا کام؟"

بوڑھے نے سادگی سے جواب دیا۔ "میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر میرپور شہر کے مل ملبے کو کرید کرید کر سونے اور چاندی کے زیورات کی دو بوریاں جمع کی ہیں، اب انہیں اس کھوتی پر لاد کر ہم بیت المال میں جمع کروانے جا رہے ہیں۔"

ہم نے ان کا گدھا ایک پولیس کانسٹیبل کی حفاظت میں چھوڑا اور بوریوں کو جیپ میں رکھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تاکہ انہیں بیت المال لے جائیں۔

آج بھی وہ نحیف و نزار اور مفلوک الحال جوڑا مجھے یاد آتا ہے تو میرا سر شرمندگی اور ندامت سے جھک جاتا ہے کہ جیپ کے اندر میں ان دونوں کے برابر کیوں بیٹھا رہا۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ میں ان کے گرد آلود پاؤں اپنی آنکھوں اور سر پر رکھ کر بیٹھتا۔۔۔ ایسے پاکیزہ سیرت لوگ پھر کہاں ملتے ہیں۔

شہاب نامہ سے ایک اقتباس۔

(مرسلہ: سارا)

امریکی پارک

مکتوب ورجینیا، امریکہ

امریکا ایک کلک کی دوری پر

تحریر: نورالعین ساحرہ

جیسا کہ آپ جانتے ہیں آپکو کبھی کبھی ایک کلک کے فاصلے سے امریکا کے کسی نہ کسی گوشے سے متعارف کروانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اس بار ہم نے اپنی سٹیٹ کے "پارک" چنے ہیں۔

پاکستان میں پارک کا نام لیتے ہی ذہن میں خوبصورت ترین پھول پودے درختوں روشنیوں اور فوّاروں سے سجے باغ جناح، ریس کورس، نواز شریف پارک اور گلشن اقبال کا تصوّر ذہن میں آتا ہے۔

ہمارا خیال تھا امریکا کے پارک تو اس سے بھی زیادہ خاص اور خوبصورت ہوتے ہوں گے۔۔۔۔۔ تصور کرنے کی کبھی زحمت ہی نہ کی تھی کیونکہ نام ہی کافی تھا۔

جب ہمیں پہلی بار کسی پارک میں جانا تھا تو بہت بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گھر سے جانے سے پہلے خوب تیاری کی گئی۔ بیڈ شیٹس، تکیے، فٹ بال، پڑھنے کے لئے کتابیں فشنگ کا سامان اور آف کورس کھانا پینا کیسے بھول سکتے ہیں۔ سو سب کچھ لے کر جب وین میں بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد ایک ویران سے جنگل کی بیابان پارکنگ جا کر رکے تو عجیب مایوسی کا غلبہ ہوا بلکہ پہلی نظر میں تو یہی سمجھا کہ شاید ٹائیر پنکچر ہوا ہے اور اسکو بدلنے کی خاطر یہاں ویرانے میں وین روکنی پڑی ہو گی۔

جب معلوم ہوا یہی پارک ہے، تو ایک بار پھر حیرت اور مایوسی ہوئی۔ وین کی سیٹ پر کھڑے ہو کر اچک اچک کر تا حد نظر کچھ فوّارے پھول، نقلی چشمے وغیرہ وغیرہ ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر سوائے ویرانی جھیل اور مزید جنگل کے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔

یہاں پر ابھی تک تین قسم کے پارک نظر سے گزرے ہیں۔

تھیم پارک

جیسے ڈزنی ورلڈ اور ڈزنی لینڈ وغیرہ یا انکی طرز پر بنے ہوئے کچھ اور پارک۔ ان کے بارے میں کیا تفصیل بتائی جائے بس یوں سمجھ لیں کہ سائنس، فکشن، فطرت اور ماضی اور حال کا خوبصورت خیال ساتھ ساتھ دکھائے ہیں وہ بھی بہت مشہور و معروف ڈزنی کرداروں کے ساتھ جن سے پوری دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے۔

واٹر پارک

یہ گرمیوں کے فیورٹ اور ہاٹ ترین پارک ہوتے ہیں جن میں سوئمنگ پول کے علاوہ ہر طرح کی رائیڈز وغیرہ پانی کے اندر یا پانی کے ساتھ بنی ہوتی ہیں تا کہ آپ بیچ اور پارک کا مزہ ایک ساتھ لے سکیں۔

عام پارک

یہ والے پارک ہر گلی محلے میں عام ہیں ان کے انگریڈیئنٹس میں سب سے اہم جنگل اور ایک عدد جھیل ہونا لازمی ہے اور ان دونوں چیزوں کی ورجینیا میں کوئی کمی نہیں ہے اس لئے جہاں کہیں بھی ان دونوں کا سنگم ہوتا ہے وہیں ایک لمبی سی ڈوک بنا کر دو چار کشتیاں کھڑی کر دیتے ہیں ایک عدد بچوں کا جھولا اور دو تین باربی کیو والے ٹینٹ لگا کر پارک مکمل ہو جاتا ہے۔ ابھی تک جتنے بھی پارک دیکھنے کا اتفاق ہوا سب کے سب اسی ٹائپ کے نکلے۔ پارکوں میں جنگلی پھول اُگے ہوں تو ہوں مگر گورنمنٹ خود سے ایک پودا بھی پھول والا لگانے کی روادار نہیں، البتہ سڑکوں کے کنارے خوب پھول کھلائے جاتے ہیں۔۔

یہ جو تصویر آپ دیکھ رہے ہیں یہ والا پارک ہمارے گھر کی بیک سائیڈ پر ہے گو کہ یہ پاکستان کی طرح خوبصورت نہیں مگر پھر بھی اس میں جا کر بہت سکون ملتا ہے خوشی اطمینان اور فطرت کو بہت قریب سے دیکھنے اور محسوس کرنے کا موقع بھی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں خاموشی بھی باتیں کرتی ہے۔ کسی کونے والے تنہا بنچ پر چپ چاپ بیٹھ کر کوئی کتاب پڑھنے کا اپنا ہی ایک الگ مزہ ہے۔

آپ بھی تصویریں دیکھ کر انجوائے کریں۔

---اختتام---

جن کو ہم زیست کا ایمان بنا لیتے ہیں

جن کو ہم زیست کا ایمان بنا لیتے ہیں
وقت آنے پہ وہی لوگ دغا دیتے ہیں

ایسے حالات کا ہم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا
دوش کوئی نہیں اور لوگ سزا دیتے ہیں

کس طرح عمر بیتاتے ہیں، بتائیں کیسے؟
اپنے ہر خواب کو اشکوں میں ملا دیتے ہیں

اُس کا شیوہ ہے کہ ہر موڑ پہ دیتا ہے دغا
اور ایک ہم ہیں کہ بدلے میں وفا دیتے ہیں

جن کے دل میں نہ قدر دولتِ اخلاص کی ہو
سارے رشتوں کو وہ پل بھر میں بُھلا دیتے ہیں

جن پہ ہم کو یہ بھروسہ تھا، ملے گی چھاؤں
ہاں! وہی پتے ہمیں گرم ہوا دیتے ہیں

درد سے، غم سے شناسائی اگر ہو جائے
تلخ حالات بھی پھر دل کو مزا دیتے ہیں

شاعرہ: ندا سلیمان

دل میں اندوہِ نہاں، دیکھیے کب تک رہے

دل میں اندوہ نہاں، دیکھیے کب تک رہے
درد و غم کی داستاں، دیکھیے کب تک رہے

ہر ستم ہم نے سہا، بے رُخی ہم نے سہی
ضبط کا یہ امتحاں، دیکھیے کب تک رہے

بدگماں ہیں ہر گھڑی، لاتعلق ہر گھڑی
یہ تغافل کا جہاں، دیکھیے کب تک رہے

قہقہے جانے کہاں، اور خوشی جانے کہاں
روز کی آہ و فغاں، دیکھیے کب تک رہے

نفرتیں ہی نفرتیں، ہیں یہاں چاروں طرف
مہرباں نامہرباں، دیکھیے کب تک رہے

شاعرہ: ندا سلیمان

میرے لفظوں سے اسے نکھرا دیکھو

میرے لفظوں سے اسے نکھرا دیکھو
جیسے چاند کو دھرتی پر اترا دیکھو

ویرانے میں بہار کس طرح سے آتی ہے
ایک بار اسے دل سے ہنستا دیکھو

سوچ میں گم تنہائیوں میں بیٹھا ہو
لمحوں کی طوالت، وقت کو تھمتا دیکھو

کانٹا چبھنے سے چند بوند لہو نکلا تھا
میری الماری میں دوپٹے کا وہ ٹکڑا دیکھو

سر محفل جو بچھڑنے کا قصہ چھیڑو
ہاتھ میرے دل پر رکھو، اسے مرتا دیکھو

تیری آزادیوں کا قاتل ہے سحر پھر بھی
مر جاؤ گے جو اسے ڈر سے سہا دیکھو

شاعر: سحر آزاد

بہت سے ویران گھر بسائیں گے، سوچتے تھے سفر سے پہلے

بہت سے ویران گھر بسائیں گے، سوچتے تھے سفر سے پہلے
کہاں خبر تھی کہ کٹ کے رہ جائیں گے ہم اپنے ہی گھر سے پہلے

ہجومِ عیش و نشاط میں تم انہیں بھی اپنی نگہ میں رکھنا
گذارے اسلاف نے جو دن تھے تمہارے اِس فال و فر سے پہلے

عقاب کی ضد میں تم چلے ہو اڑان بھرنے، ہے خوب لیکن
کہاں تلک ساتھ دے سکیں گے یہ پوچھ لو بال و پر سے پہلے

رہے جو محرومِ فیضِ ساقی تو اب یہ رنج و ملال کیسا؟
تھی اِک صلائے عموم لیکن تمہیں رہے بے خبر سے پہلے

کسی کے حسنِ نظر نے مجھ کو کہاں سے لا کر کہاں بٹھایا
کہاں مری قدر و منزلت تھی کسی کے حسنِ نظر سے پہلے

ہوئی ہے تب جا کے بعد مدت عروسِ منزل کی رونمائی
رہِ طلب میں گذر گیا جب ہر اِک رہِ پُر خطر سے پہلے

تھا عزم تشکیلِ نَو کریں گے دلوں کی، لیکن کہاں خبر تھی
اٹھیں گے شعلے مخالفت کے خود اپنے دل کے نگر سے پہلے

وسائلِ عیش سب مہیا کئے ہیں علم و ہنر نے لیکن
سکون اُس سے بھی کم ہے جتنا کہ تھا کمالِ ہنر سے پہلے

وطن کی مٹی میں کیا نہیں ہے؟ وطن کی دھرتی پکارتی ہے
یہاں کی دولت عظیم تر ہے چلے تو آؤ "قطر" سے پہلے

پھر اِس پہ تم رام راج کرنا، جو کر سکو تو یہ کر دکھاؤ
ہمارے آثار تک مٹا دو یہاں ہر اِک بام و در سے پہلے

نہ جانے کیسا غضب کا سودا ہر ایک سر میں وہ بھر گیا ہے
نہ ایسا بے باک شخص دیکھا فریدِ بالغ نظر سے پہلے

شاعر: فرید ندوی

زندگی میں پہلی بار یہ دل میرا یوں دھڑکا ہے

زندگی میں پہلی بار یہ دل میرا یوں دھڑکا ہے
آنکھوں میں بس گیا ہے جو، اک اجنبی سا چہرہ ہے

چار دن کے ساتھ میں ہر پل ہے میرا ہمسفر
کیسا حسیں سفر ہے یہ، کیا پیار کا نشہ ہے!

گیت کے مدھر سُر بنے، تیکھے نقوش اس کے
میری غزل کے لفظ میں وہی حسیں سراپا ہے

اٹھلاتی ہوئیں نازنیں، وہ ماہ رُخیں، وہ ماہ جبیں
ہم کو غرض نہیں کوئی، دل بس اسی پہ آیا ہے

مجھ کو کرے وہ پیار یا نفرت کا ہو اظہار
شام و سحر، ہر لمحے پہ اُسی کا نام لکھا ہے

شاعر: اعجاز احمد لودھی

غزل

حسن آتش (چاپدانی، کلکتہ)

وقتِ رخصت نقاب تھی باقی
حسرتِ دید رہ گئی باقی

چاند باقی نہ چاندنی باقی
تم سے محفل میں روشنی باقی"

جب تلک تیری بے رخی باقی
میرے دل کی ہے بے کلی باقی

ایک ساعت کو درد ابھرا تھا
مدتوں رہ گئی نمی باقی

روز ہوتا ہے سامنائے اجل
روز رہتی ہے زندگی باقی

اشکِ سوئی بشر پہ لازم ہے!
ہاں یہ احساس تھا کبھی باقی

شب تھی، ہم تھے وعہد وپیماں تھے
صبح تک بات نہ رہی باقی

تشنگی خاک میری بجھ پاتی
مئے تھی ساقی نپی تلی باقی

کتنے دریا پھلانگ آیا ہوں
اور شکوہ ہے کہ ندی باقی

طفلِ مکتب سخن میں ہو آتش
کتنے اسباق ہیں ابھی باقی

سرما کا چاند

شاعرہ: کائنات بشیر

ٹھنڈی یخ رات ہے
ہُو کا عالم
خاموشی کا ساتھ ہے
کچھ زرد زرد
کچھ مدہم مدہم
سرما کا چاند ہے
چاندنی سج سج کر
تاروں کا آنچل
اوڑھ کر
اتر رہی ہے
اک متانت ہے
ٹھہراؤ ہے
اور
اندر کمرے میں
بھی اک رات ہے
گرم بستر،
اک چائے کا کپ ہے
انسٹرومنٹل موسیقی،
اک کتاب ہے
اور
میں ہوں

میں ایک جھوٹ جیتی ہوں

میں ہوا کے کان میں اپنے خواب کہتی ہوں
ریت پر تصویریں نقش کرتی ہوں
پانی کے ورق پر اپنے راز لکھتی ہوں

میں تم سے کچھ نہیں کہتی
تم کب اس کو سمجھو گے-----

میں ان تصویروں، خوابوں اور لفظوں کو کوئی صورت نہیں دیتی
کہ ان میں ایسی کچھ روشنی کی لہریں ہیں
جو سب کچھ راکھ کر ڈالیں
یہ سب پھر کون جانے گا-----
یہ سب پھر کون سمجھے گا-----

میں لیکن اس جلتی لو کی کچھ لہریں
اندھیری گھاٹیوں کو بھیجتی ہوں
ہر گزرتے دن
میں فروزاں رکھتی ہوں خیالوں کا اندھیرا پن

مگر میں جو نہیں کہتی
وہ سارا سچ------
وہ سچ پھر میں نہیں جیتی
میں ایک جھوٹ جیتی ہوں

شاعرہ: رافعہ خان

یہ تُو نہیں ہے

تجھ کو تیرا نام آقا میں نے دیا ہے
کہ شاید میرا سر قلم ہے
یا میری آنکھیں راکھ کی تہہ میں بجھی ہیں
میرے لب تیرے پیروں کی مٹی کو چومتے ہیں
یہ میرا دل ہے
صدیوں سے بے بسی کی مالا پہنے
جھکا ہوا ہے
(سر اٹھانے کا سلیقہ مجھے نہ آیا!!)

ہاں یہ میں ہوں کہ تیری بندگی کو نیا زمانے
بندہ پروری کو اعجاز مانے
بے رنگ و بُو ہوا ہوں
صدا تیرے راستوں میں چاہتوں کے پھول رولتا ہوں
وارتا ہوں جان اپنی
یہ تُو نہیں ہے
میں ہوں
کہ خود سے بے نیاز ہو چکا ہوں

شاعرہ: رافعہ خان

آج اور کل

جو گل تھا اب وہ سادہ ہو گیا
حوصلہ کانٹوں کا اور زیادہ ہو گیا

جو کل تک تھا اس فورم پہ بچہ!
وہ اب دس پوتوں کا دادا ہو گیا

ہیں آج کے فورم کی حیرت انگیزیاں
خواندہ تھا جو، ناخواندہ ہو گیا

تھے کل تک محترم مولانا صاحب
وہ اب "مولانا" سے "مُلا" ہو گیا

تھی سیخ سلائی جو شادی سے پہلے
وہ پھول پھول کر غبارہ ہو گیا!!

سمجھ میں بات نہ آئی کہ ناصح کیوں
گلی میں ان کی جانے کو آمادہ ہو گیا

ہیں شر انگیزیاں یہ نئی صدی کی
لبادہ تھا جو پورا، اب وہ آدھا ہو گیا

سلو اس شہر میں ٹھہرو گے کیسے!
جہاں زلفیں بڑھا کر راجہ، "رادھا" ہو گیا

شاعر: سلمان سلو

میاں، بیوی سے لڑ کر جائے تو جائے کہاں یارو

میاں، بیوی سے لڑ کر جائے تو جائے کہاں یارو
نہیں ہوتا ہے مردوں کا کوئی دار الاماں یارو

اب ایسی ٹنڈلے کر بر سرِ بازار مت آنا
ہمارے ہاتھ میں ہونے لگیں گی کھجلیاں یارو

بجٹ تقریر سُن کر کچھ پتہ چلتا نہیں ہم کو
زمیں ہے آسماں پر یاز میں پر آسماں یارو

پھر ایسے میں ہمارے عشق کا کونڈا تو ہونا تھا
اُسی کے باپ کو کرنے چلے تھے رازداں یارو

مری بیوی بھی لگتا ہے کہ پانی پت کی پیدا ہے
وہی تیر و کماں یارو، وہی تیغ و سناں یارو

یوں اُس کو دعوتِ مرغِ مسلم کا تو چسکہ ہے
مگر کھیسے پہ بات آئے تو دے اُٹھے دھواں یارو

چلو آؤ! سُنیں ہم غیبتیں سارے محلے کی
پڑوسن بھی ہے، بیگم کی زباں بھی ہے رواں یارو

پتہ لگ جائے گا جب ازدواجی معرکے ہوں گے
محبت میں ظفر مندی بھی ہے کارِ زیاں یارو

غزل سُن کر نکل پڑتی ہیں سب کی ندیاں کیونکر
کہ کامیڈی تو ہو سکتی نہیں آہ و فغاں یارو

شاعر: نوید ظفر کیانی

ٹی وی کمرشلز

یہ ٹی وی کمرشلز والے بھی غلط لوگ ہیں ان کے کہے پر کوئی عمل تو نہیں کرتا لیکن اگر کرنے بیٹھ جائے تو پھر دنیا میں اور کوئی کام نہ کرے۔ صرف ایک سگریٹ پینے کے لیے اس کی ساری عمر بیت جائے۔ سگریٹ کمرشل میں یہی تو دکھایا جاتا ہے کہ ایک نوجوان کسی دوشیزہ کے ساتھ لندن، پیرس، میونخ، ایمسٹرڈیم اور نیویارک وغیرہ میں قابل دید مقامات کی خاک چھانتا نظر آتا ہے اور ہر جگہ اشتہاری کمپنی کے مطلوبہ سگریٹ کا ایک کش لے کر آگے کوچ کر جاتا ہے۔ اسی طرح اگر نہانے کے لیے صابن کی ایک کمپنی کے مشورے پر عمل کیا جائے تو الفلاح بلڈنگ کی چھت کی منڈیر پر غسل کرنا ہو گا اور اس صورت میں یہ غسل ''آخری غسل'' بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک آر سی کولا پینے کے لیے دس پندرہ لڑکے لڑکیوں کو اکٹھا کرنا ہو گا اور خاصی دھاچوکڑی کے بعد یہ مشروب نوش جاں کرنے کی نوبت آسکے گی۔ سو یار لوگ یہ جھنجھٹ نہیں پالتے آرام سے بازار جاتے ہیں، ٹی وی پر دیکھے ہوئے اشتہار کے مطابق خریداری کرتے ہیں۔ اور پھر ان اشیاء کو سیدھے سادے انداز میں استعمال کر ڈالتے ہیں۔ اگر استعمال کے دوران ان چیزوں میں وہ تاثیر نظر نہیں آتی، جس کا دعویٰ اشتہار میں کیا گیا تھا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ''پرچہ ترکیب استعمال'' پر پوری طرح عمل نہیں کرتے۔

عطاالحق قاسمی کی کتاب۔۔۔۔روزن دیوار سے۔۔۔

(مرسلہ: سمارا)

نٹ کھٹ شاعری

شاعر: احمد علوی

مستقبل کا لیڈر

جو کہتا ہے نہیں کرتا جو کرتا ہے نہیں کہتا
نکما ہے، فریبی ہے، یہ جھوٹوں کا سکندر ہے
ہیں ساری خوبیاں اس میں سیاسی رہنماؤں کی
مجھے لگتا ہے یہ بچہ تو مستقبل کا لیڈر ہے

کتے کی دم

سیاست سے نہ رکھ امید کوئی
یہ بد عنوانیوں میں ایسے گم ہے
رکھو بارہ برس نلکی میں چاہے
نہ ہو سیدھی یہ وہ کتے کی دم ہے

لیڈر کا پتہ

پی کر لہو عوام کا ہوتے ہیں سرخ رو
بے جان ساری قوم ہے لیڈر میں جان ہے
آساں ہے پتہ رہبران ملک و قوم کا
بستی میں صرف ایک ہی پختہ مکان ہے

بے حسی

رہبران قوم کو بکرے کی بریانی عزیز
لیڈران ملک و ملت کھائیں تندوری چکن
کھا رہے ہیں ہوٹلوں میں کانٹی نینٹل ڈنر
بھاڑ میں جائیں عوام اور بھاڑ میں جائے وطن

شعراء کو مشورہ

شعر کہنے سے کچھ نہیں ہوگا
کچھ سیاسی مقام پیدا کر
چاہتا ہے وزیر بننا اگر
غنڈہ گردی میں نام پیدا کر

بڑے لیڈر

نہ بیویوں سے نہ یہ بیلنوں سے ڈرتے ہیں
مشین گن سے نہ ایٹم بموں سے ڈرتے ہیں
عدالتوں سے بھی خائف نہیں کئی لیڈر
مگر چھپے ہوئے کچھ کیمروں سے ڈرتے ہیں

اشتہار

روز دھوتی ہے لکس سے چہرہ
دن میں دس مرتبہ مری بیوی
حسن پھر بھی نہ مادھوری کا ملا
کتنا جھوٹا ہے دوستو ٹی وی

مختصر مصیبت

ہم بیاہ کر لائے ہیں ٹھگنی دلہن
ہم نے کی یار و حماقت مختصر
لمبی چوڑی کی بہ نسبت دوستو
اچھی ہوتی ہے مصیبت مختصر

نیکیاں

کھا رہا ہوں اس لیئے بیگم تمہاری گالیاں
ایک نیکی کی ملا کرتی ہے ستر نیکیاں
ماہِ رمضان میں تمہارا کر دیا صدقہ اگر
کون جھیلے گا تمہارے جیسی ستر بیویاں

درخواست

اپنی آنکھوں کے دمکتے ہوئے بلڈوزر سے
اس طرح تم مرے ارمانوں کا چورا نہ کرو
چاہے تنہائی میں تم مرغ بنالو مجھ کو
سامنے سب کے تو میڈم مجھے گھورا نہ کرو

نزہت عباسی

اس ماہ کی شاعرہ

غزل نمبر ۱

وہ کون سی شے ہے جو تقسیم نہ ہو پائے
اب کون سے جذبے میں ترمیم نہ ہو پائے

مجرم بھی وہی ہیں، جو مُنصف ہیں بنے بیٹھے
اُن جیسے خُداؤں کی تعظیم نہ ہو پائے

سوچوں میں تراشے ہیں لفظوں کے کئی پیکر !
کیوں جانے مگراُن کی تجسِیم نہ ہو پائے

مُبہم سے ہوئے آخر رشتوں کے معانی بھی
آسان سی باتوں کی تفہیم نہ ہو پائے

بے سُود نظریے ہیں، بے سُود نتیجے ہیں
اغیار کے مکتب میں تعلیم نہ ہو پائے

غزل نمبر ۲

جب ہم کو اپنے قتل کے دعوے قبُول تھے
پھر قاتلوں کے کس لیے چہرے ملوٗل تھے

تھا جھوٹ بھی تو جن کے لیے مصلحت کا نام
اُن کی منافقت کے بھی اپنے اصُول تھے

چلتی ہوا کے ساتھ کہیں ہو گئے تھے گُم
جو راہ میں ملے تھے، وہ راہوں کی دُھول تھے

جن کو شمار کرتے رہے مدتوں سے ہم
وہ سارے لمحے، وقت کی جیسے کہ دُھول تھے

کل تک جو خود بہار کا موسم بنے رہے
دامن میں ان کے آج نہ کانٹے نہ پھُول تھے

غزل نمبر ۳

"ہمارے عہد کی سچائیاں بھی جُھوٹی ہیں"
خیال و فکر کی دانائیاں بھی جُھوٹی ہیں

وجود و ذات کی بحثیں اُٹھا رکھیں اے دل
ابھی تو وقت کی آگاہیاں بھی جُھوٹی ہیں

گلوں میں رنگ، نہ ہے بادِ نو بہار کا رقص
کہ اب چمن کی یہ رعنائیاں بھی جُھوٹی ہیں

اکیلے ہو کے بھی ہر دم ہجُوم رہتا ہے
تمہاری یاد کی تنہائیاں بھی جُھوٹی ہیں

مجھے بھی اپنی نگاہوں پہ کوئی شک سا ہے
تمہارے درد کی پرچھائیاں بھی جُھوٹی ہیں

جہاں میں حُسن کی صورت نہیں رہی ویسی
تمہارے عشق کی سچائیاں بھی جُھوٹی ہیں

ہے اب خیال کو کچھ اور وسعتوں کی طلب
مرے شعور کی پہنائیاں بھی جُھوٹی ہیں

سائنس و آئی ٹی سیکشن

ٹپس اینڈ ٹرکس

-(ابن توقیر)-

۱۔ماؤس سے لفظ یا پیراگراف سلیکٹ کرنا

اگر آپ کسی پیر گراف میں ایک لفظ کو سلیکٹ کرنا چاہتے ہیں تو کرسر کو اس پر رکھ کر ماؤس سے ڈبل کلک کریں۔ آپ کا مطلوبہ لفظ سلیکٹ ہو جائے گا۔ اگر آپ پورے پیراگراف کو سلیکٹ کرنا چاہتے ہیں تو مطلوبہ پیراگراف کے کسی بھی لفظ پر کرسر رکھ کر ماؤس سے ٹربل کلک کریں۔ لیجیے پورا پیر گراف سلیکٹ ہو گیا۔

۲۔گوگل فائل ٹائپ کی ورڈ

اگر آپ گوگل سے کوئی خاص فائل سرچ کرنا چاہتے ہیں تو سرچ میں فائل ٹائپ کا اضافہ کرنے سے گوگل صرف آپ کی مطلوبہ فارمیٹ میں ہی فائل نکالے گا۔ مثلاً اگر آپ صرف پی ڈی ایف فائلز تلاش کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح لکھیئے۔

Keywords:- "example" filetype:pdf

لفظ example کی جگہ آپ جس موضوع پر فائل تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ لکھ سکتے ہیں جبکہ فائل ٹاپک کے بعد لکھے گئے pdf کی جگہ آپ اپنی مطلوبہ فائل ٹائپ لکھ سکتے ہیں۔ جیسے اگر آپ ppt کی فائلز تلاش کرنا چاہتے ہیں تو pdf کی جگہ ppt لکھ دیجیے۔

۳۔غلطی سے کلوزڈ ٹیب کو ان ڈو کرنا

اوہ۔ یہ کیا! غلطی سے براؤزنگ ٹیب بند ہو گئی؟ تو کوئی مسئلہ نہیں جی۔ اس کے لیے بھی ایک آسان شارٹ کٹ حاضر ہے۔ آپ اگر ویب سائیٹس چیک کر رہے ہیں اور غلطی سے کوئی ویب سائیٹ ٹیب بند ہو گئی ہے تو اسے فوراً ان ڈو کرنے کے لیے یہ شورٹ کٹ استعمال کریں۔

Ctrl+Shift+T

یہ ٹپ تمام میجر براؤزرز جیسے آئی ای، فائر فوکس اور اوپیرا وغیرہ میں کام کرتی ہے۔

۴۔کیسے فائلز ریسائیکل بن میں نہ جائیں؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ جو فائل یا فائلز ڈیلیٹ کریں وہ ریسائیکل بن میں نہ جائے تو اس کے لیے دو آسان پراسس یہ ہیں۔

(۱) پہلا طریقہ کافی آسان ہے۔ اس کے لیے آپ نے کسی بھی فائل کو ڈیلیٹ کرتے وقت سپہلی شفٹ کی پریس کر لینی ہے۔ شفٹ پلس ڈیلیٹ کرنے سے آپ کی فائل ریسائیکل بن میں نہیں جائے گی۔

(۲) نیچے دیا گیا دوسرا طریقہ فائلز کو ریسائیکل بن میں ٹرانسفر کرنے کے آپشن کو ڈس ایبل کر دے گا۔

آپ ڈیسک ٹاپ پر موجود ریسائیکل بن کے icon پر رائیٹ کلک کیجیے

-

یہاں آپ Properties پر کلک کیجیے۔

پراپرٹیز میں آپ درج ذیل لائن کو سلیٹ کر دیجیے۔

Do not move files to the Recycle Bin. " Remove files immediately when deleted"

or

"Do not move items to recycling bin once deleted."

اور OK کر دیجیے۔

۵۔کی بورڈ سے ایڈریس بار ایکس کرنا

اگر آپ ویب براؤزرز میں جلدی سے کی بورڈ کے ذریعے ایڈریس بار کو ایکسس کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آسان سی شورٹ کٹ کی حاضر ہے۔

Ctrl+L

درج بالا کی تمام میجر براؤزرز میں استعمال کی جا سکتی ہے۔

نوٹ: اوپیرا براؤزر کے لیے F8 کی شورٹ کٹ کی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

اگر آپ Computer کے فولڈر یا کسی ڈرائیو میں رہ کر ٹائٹل بار ایسس کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے F4 کی شورٹ کٹ کی استعمال کریں۔

۶۔میڈیا فائر کی فائل کی ورڈ کے ذریعے سرچ کرنا

اگر آپ گوگل میں صرف میڈیا فائر کی ڈائریکٹ ڈاؤن لوڈ ایبل فائل سرچ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کی ورڈ کچھ یہ ہے۔

site:mediafire.com your text

اس میں یور ٹیکسٹ کی جگہ آپ کوئی بھی فائل جو آپ تلاش کرنا چاہتے ہیں اس کا نام لکھ سکتے ہیں۔

ٹیکنالوجی کے میدان سے

انتخاب: ابن توقیر-ادارہ

انٹل: جدید مائیکروپراسیسرز کی رونمائی

بائیس نینو میٹر ٹیکنالوجی مائیکروپروسیسرز کی دنیا میں ارتقاء کی نئی منزل ہے۔

انٹل نے اپنے جدید ترین مائیکروپروسیسر متعارف کروا دیے ہیں جنہیں 'آئیوی برج' کا نام دیا گیا ہے۔

ان مائیکروچپس میں پہلی مرتبہ بائیس نینو میٹر مینوفیکچرنگ پراسیس استعمال کیا گیا ہے جس کے تحت موجودہ بتیس نینو میٹر پراسیس کے مقابلے میں زیادہ ٹرانسسٹر لگائے جا سکتے ہیں۔

انٹل کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ ان پراسیسرز میں ٹرائی گیٹ تھری ڈی ٹرانسسٹر استعمال کرے گا جنہیں کم طاقت درکار ہوتی ہے۔

ان نئے پروسیسرز کی تیاری کے اعلان کو پروسیسرز کی تجارتی دنیا میں ایک اہم قدم قرار دیا جا رہا ہے جہاں پر سیلیکون چپس پر ٹرانسسٹرز کی تیاری پر زور دیا جا رہا ہے۔انٹل کی کاروباری حریف کمپنیاں آئی بی ایم اور اے ایم ڈی بھی اسی قسم کے پراسیسرز پر کام کر رہی ہیں۔

یہ بات ایک عرصے سے مانی جاتی ہے کہ بائیس نینو میٹر ٹیکنالوجی مائیکرو پروسیسرز کی دنیا میں ارتقاء کی نئی منزل ہے۔اس وقت بہترین مائیکرو چپ ٹیکنالوجی بتیس نینو میٹر کی ہے جبکہ انٹل کا یہ نیا پراسیسر اس سے بھی دس نینو میٹر پتلا ہے۔

خیال رہے کہ ایک انسانی بال ساٹھ ہزار نینو میٹر چوڑا ہوتا ہے۔

امید کی جا رہی ہے کہ انٹل ان نئے مائیکروپروسیسرز کی پیداوار اس سال ہی شروع کر دے گی۔

اس منصوبے کے مینیجر کیزاد مستری کا کہنا ہے کہ ٹرائی گیٹ ٹرانسسٹرز سے صارفین کے لیے تیار کی جانے والی چیزوں میں بہت فرق پڑے گا۔ان کے مطابق ان ٹرانسسٹرز کی مدد سے بجلی کی بچت ہوگی اور بیٹری کی عمر میں بھی اضافہ ہوگا۔

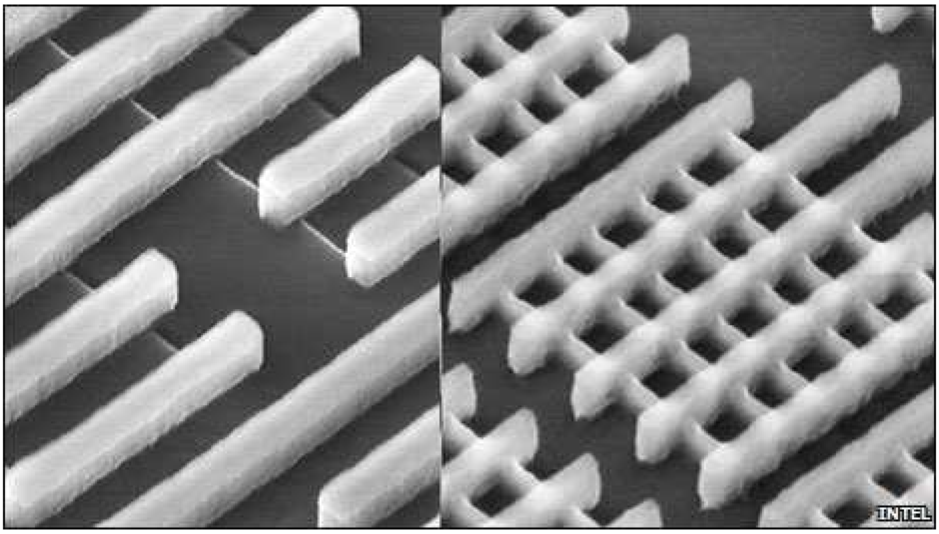

اس وقت دنیا میں فروخت ہونے والے مائیکروپروسیسرز میں سے اسّی فیصد انٹل کے ہوتے ہیں جبکہ اس کے قریبی تجارتی حریف اے ایم ڈی کا بازار میں حصہ انیس فیصد کا ہے۔اگرچہ دنیا میں پہلی بائیس نینو میٹر چپ اے ایم ڈی نے سنہ 2008 میں تیار کی تھی لیکن کمپنی نے اب تک اس چپ کی تجارتی بنیادوں پر تیاری کا اعلان نہیں کیا ہے۔

مائیکروسافٹ سکائیپ کی 'نئی مالک'۔

سکائیپ ایک شاندار سروس ہے جس کے دنیا بھر میں کروڑوں مداح ہیں

مائیکروسافٹ نے تصدیق کر دی ہے کہ وہ انٹرنیٹ ٹیلی فون سروس فراہم کرنے والی کمپنی سکائیپ خرید رہی ہے۔

مائیکروسافٹ سکائیپ کے لیے ساڑھے آٹھ ارب ڈالر ادا کرے گی اور یہ اب تک مائیکروسافٹ کی جانب سے کیا جانے والا سب سے مہنگا سودا ہے۔

لگزمبرگ کی کمپنی سکائیپ کی سروس سنہ 2003 میں شروع ہوئی تھی اور اس وقت دنیا بھر میں اس کے تقریباً چھیاسٹھ کروڑ صارفین ہیں۔

گزشتہ سال اگست کے مہینے میں سکائیپ نے اپنے حصص بازار میں پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

انٹرنیٹ پر نیلامی کی ویب سائیٹ ای بے نے سن دو ہزار چھ میں سکائیپ کو دو اعشاریہ چھ ارب ڈالر میں خریدا تھا۔ای بے نے دو ہزار نو میں سکائیپ کا ستر فیصد حصہ دو ارب ڈالر میں فروخت کر دیا تھا۔

سکائیپ اس وقت اکویٹی فرم سلور لیک اور اور آندریسن ہورووِٹز اور دیگر سرمایہ کاروں کے ایک گروپ کی ملکیت ہے۔

مائیکروسافٹ کے چیف ایگزیکٹو سٹیو بالمر کا کہنا ہے کہ 'سکائیپ ایک شاندار سروس ہے جس کے دنیا بھر میں کروڑوں مداح ہیں'۔

انہوں نے کہا کہ' ہم مل کر ریئل ٹائم رابطوں کا مستقبل بنا سکتے ہیں تاکہ لوگ دنیا میں کہیں بھی اپنے اہلِ خانہ، دوستوں، گاہکوں اور ساتھیوں سے رابطے میں رہ سکیں'۔

سٹیو بالمر نے بتایا کہ اب سکائیپ مائیکروسافٹ میں ایک نئے ڈویژن کی شکل اختیار کر لے گا اور اس کے چیف ایگزیکٹو ٹونی بیٹس پہلے کی طرح اس کے روزمرہ امور کے نگران ہوں گے۔

مضر صحت اجزا کا کھوج لگانے والا روبوٹ

امریکی حکومت نے حال ہی میں ایک نیا روبوٹ متعارف کرایا ہے جس میں ہر ہفتے انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہزاروں کیمیکلز کی نشان دہی کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس روبوٹ کے ذریعے نہ صرف لیبارٹریوں کی کارکردگی بڑھانے میں مدد ملے گی بلکہ مختلف چیزوں میں موجود مضر اجزا کی جانچ کے لیے انہیں جانوروں پر آزمانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ماحولیاتی تحفظ کے امریکی ادارے کے ڈائریکٹر رابرٹ کابلیک کا کہنا ہے کہ اس وقت ایک سائنس دان سال بھر میں دس یا 20 کیمیائی مرکبات پر کام کر سکتا ہے لیکن نیا روبوٹ ہر ہفتے ایک ہزار ٹیسٹ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تیزی سے ٹیسٹنگ کی سہولت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ روبوٹ میں ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کسی وقفے کے بغیر مسلسل کام کر سکتا ہے۔ اسے چھٹی کی ضرورت ہے اور نہ ہی آرام کے لیے وقت درکار ہے۔

اس سے قبل بعض تجربات جانداروں پر کیے جا رہے تھے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اب یہ کام بھی روبوٹ ہی سنبھال لے گا۔ آجکل انسان کے زیر استعمال بہت سے کیمیائی مرکبات کے تحفظ کے بارے میں معلومات موجود نہیں ہیں۔ ہر سال تقریباً 15 سو نئے کیمیکلز مارکیٹ میں متعارف کرائے جاتے ہیں۔ نیا روبوٹ سائنس دانوں کو نئے کیمیکلز کی ایک واضح تصویر پیش کرے گا جس سے انہیں مضر صحت اجزا سے پاک کرنے میں مدد ملے گی۔

قدرتی انداز میں کام کرنے والے مصنوعی اعضاء

سائنس دان ایسے مصنوعی اعضاء بنانے کے قابل ہو گئے ہیں جنہیں انسانی دماغ اپنے اعصاب کے ذریعے حرکت دے سکے گا اور چھونے اور محسوس کرنے کی حس کام میں لا سکے گا۔ ڈاکٹر کیوکن نے مصنوعی بازو کے کام کرنے کے طریقے کے بارے میں بتایا کہ اسے ان نسوں کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے جو ہاتھ کھولنے اور بند کرنے کے عمل میں کام کرتی ہیں۔ ان نسوں کو سینے یا جسم کے کسی دوسرے حصے کے پٹھوں کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مصنوعی بازو لگنے کے بعد گلین جب یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی انگلیاں بند کریں تو ان کا دماغ اعصاب کے ذریعے یہ حکم مصنوعی بازو کو دیتا ہے اور وہ اپنے الیکٹرانک سرکٹ کے ذریعے اس حکم پر عمل درآمد کرتا ہے۔

مصنوعی بازو سے منسلک اعصاب پر برقی پلیٹیں لگائی گئی ہیں۔ وہ دماغ سے آنے والا پیغام موصول کر کے اس پر عمل کراتی ہیں۔ اور مصنوعی بازو حرکت کرنے لگتا ہے۔ مریض اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کی نوک میں بھی اعصاب لگوا سکتے ہیں، جس سے وہ چھو کر محسوس کرنے کی صلاحیت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور کسی چیز کے گرم یا سرد ہونے کے بارے میں بھی بتا سکتے ہیں۔

۔[بشکریہ بی بی سی، وائس آف امریکہ انتخاب]۔

چیونٹیوں کی اجتماعی جدوجہد

ادارہ

سائنسدانوں کی ایک تازہ تحقیق کے مطابق 'فائرانٹس' کے نام سے جانی جانے والی چیونٹیاں سیلابی پانی میں اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے آپس میں مل کر ایک تیرتے ہوئے بیڑے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

اس تحقیق کے نتائج امریکہ کے 'پروسیڈنگز آف دی نیشنل اکیڈمی آف سائنس' (PNAS) نامی تحقیقی جریدے میں شائع ہوئے ہیں۔

تحقیق کے دوران جنوبی امریکہ میں جہاں اکثر و بیشتر سیلاب آتے رہتے ہیں، فائرانٹس کے بارے میں جامع مشاہدات کیے گئے۔ ان مخصوص چیونٹیوں کو سائنسی اصطلاح میں 'سولینوپسس انویکٹا' (Solenopsis invicta) کہا جاتا ہے۔

چیونٹیاں گروپ کی شکل میں مجموعی ذہانت کے حوالے سے مشہور ہیں۔ یہی وہ مجموعی ذہانت ہے جو سیلاب کی صورت میں اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے ایک تیرتے بیڑے کی شکل اختیار کرنے کے پیچھے کارفرما ہے۔ امریکی شہر اٹلانٹا کے جارجیا انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے منسلک محقق 'ڈیوڈ ہو' David Hu کے مطابق ایسی صورت میں یہ چیونٹیاں اپنے جبڑوں اور پنجوں کے ذریعے ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑ لیتی ہیں اور سب مل کر ایک جتھے یا بیڑے کی سی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ چیونٹیوں کے اس طرح کے تیرتے جتھوں کا مشاہدہ اکثر کیا جاتا رہا ہے، تاہم اس سے قبل اس بارے میں جاننے کے لیے زیادہ تردد نہیں کیا گیا۔

محققین نے مشاہدہ کرنے کے لیے 500 سے آٹھ ہزار تک کی تعداد میں چیونٹیوں کو بیک وقت پانی میں ڈالا، جو جلد ہی ایک ہی جگہ جمع ہو گئیں اور انہوں نے چند منٹ میں ہی ایک گول روٹی کی سی شکل اختیار کر لی۔ محققین کے مطابق ان میں سے آدھی کے قریب چیونٹیاں پانی کی سطح سے نیچے تھیں، تاکہ باقی ماندہ کو تیرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جا سکے۔ محققین کے مطابق اس طریقے سے ہزاروں سے لے کر لاکھوں کی تعداد میں چیونٹیاں پانی کی سطح پر اس طرح سفر کر سکتی ہیں کہ ان میں سے ایک بھی پانی میں ڈوب کر ہلاک نہ ہو۔

اس تیرتے ہوئے بیڑے کی سطح کے نیچے ہوا بھی موجود ہوتی ہے، جس سے نہ صرف اس بیڑے کو سطح پر رہنے میں مدد ملتی ہے بلکہ اس فارمیشن سے جڑی پانی کے اندر موجود چیونٹیاں زندہ بھی رہتی ہیں۔

محققین کے مطابق کسی دوسری مناسب جگہ پر رہائش اختیار کرنے سے قبل 'فائرانٹس' اس شکل میں ایک لمبے عرصے تک پانی کی سطح پر تیر سکتی ہیں۔

محققین کے مطابق گول روٹی کی شکل میں جڑی ان چیونٹیوں میں سے جب کسی ایک چیونٹی کو نکال لیا جائے تو اس کے قریب کی چیونٹی اپنی قریب ترین ساتھی کے ساتھ جُڑ جاتی ہے، تاکہ بیڑے کی مضبوطی قائم رہے۔ سائنسدان اور مکینیکل انجینئرز چیونٹیوں کی اس صلاحیت کے بارے میں تفصیلی معلومات اکٹھی کر کے اسے روبوٹس میں استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بشکریہ ڈوئچے ویلے (Deutsche Welle)

خواتین سیکشن

ترکش فیٹائر پائی

ترکیب: وجیہہ

گرمیوں میں بس ہلکی پھلکی چیزیں کھانے کے دل چاہتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک پائی جو جلدی بن جاتی ہے اور آسان بھی ہے۔

اشیاء:

میدہ----- دو کپ

زیتون کا تیل----- دو چمچ

نمک----- ایک چائے کا چمچ

ایسٹ یا خمیر----- ایک چائے کا چمچ

دہی----- ایک کھانے کا چمچ

پارسلے (باریک کٹا ہوا)----- دو کھانے کے چمچ

سفید تل----- ایک کھانے کا چمچ

نیم گرم پانی، پائی کا آٹا گوندھنے کے لئے--

پکا ہوا بھنا ہوا قیمہ، نمک اور کالی مرچ کے ساتھ--- ایک کپ یہ فلنگ ہے۔

طریقہ:

ساری چیزیں سوائے قیمے کے ملا کر پیزہ کے آٹے کی طرح گوندھ لیں، پھر تیس منٹ کے لئے اسکورائز کرنے کے لئے گرم جگہ رکھ دیں۔

جب اچھا رائز ہو جائے یا اوپر آجائے تو اسکے پانچ عدد پیڑے بنا لیں، بس اب پیڑے کو فلیٹ کریں ہاتھ سے ہی، اسکے اوپر پکا ہوا قیمہ ڈال دیں، چاہیں تو تھوری سی کشمش اور بادام بھی ڈال دیں، بس پری ہیٹ اوون میں 10 منٹ کے لئے 180 ڈگری پر بیک کریں۔ آپ اسکو گرم گرم دہی کے ساتھ پیش کریں..

ویجیٹیبل ٹمپورا

ترکیب: نورالعین ساحرہ

آج آپکے لئے بہت ہی آسان اور مزے دار ریسیپی حاضر ہے۔ جس کو بنانا بے حد آسان ہے اور بہت کم وقت میں تیار ہو جاتی ہے۔

اپنی پسند کی کوئی بھی سبزیاں

پھول گوبھی

شملہ مرچ

گاجریں

ایکسٹرا فرم ٹوفو

بروکلی

انڈے----- چار عدد

میدہ----- دو ٹیبل اسپون

کارن اسٹارچ----- دو ٹیبل اسپون

بریڈ کرمبز----- دو ٹیبل اسپون

کالی مرچ----- ایک ٹی اسپون

نمک----- آدھا ٹی اسپون

اجینو موتو----- آدھا ٹی اسپون

چلی ساس----- ایک ٹیبل اسپون

سویا سوس----- ایک ٹی اسپون

سب کو ملا کر گاڑھا سا پیسٹ بنا لیں اور ساری من پسند سبزیوں کو اس آمیزے میں ڈپ کر کر کے ہلکی آنچ پر ایک دو منٹ کے لئے ڈیپ فرائی کرتے جائیں۔

نیپکن پر رکھ کر آئل جذب کرنے کے بعد گرما گرم پیش کریں۔

گرمیوں کی ٹپس

تحریر: وجیہہ

السلام علیکم

گرمیاں جہاں آتی ہیں، اپنے ساتھ آم، جامن، فالسوں کی بہار لاتی ہیں، وہیں سخت گرمی کی وجہ سے حالتیں بھی خراب ہو جاتی ہیں۔ تو ایسے میں دیکھ بھال کیسے کریں؟

صبح ناشتے میں حلوہ پوری یا پراٹھے انڈے، چائے کے بجائے ٹھنڈا ٹھنڈا دہی، جو کا دلیہ، ساگودانہ یا ٹھنڈا ٹھنڈا دلیہ کھایا جائے، ایک تو یہ آپ کی طبیعت میں بھاری پن نہیں کرے گا اور گرمی کی وجہ سے جو پسینہ آتا ہے اور منرلز نمکیات کی کمی ہو جاتی ہے، اسکو توازن میں رکھتا ہے۔

پانی کا بہت استعمال کیا جائے، لسی، تربوز کا شربت، آلو بخارے کا شربت، کیری کا شربت، فالسے کا شربت اور لیموں کا شربت بنا کر پیا جائے۔ اللہ تعالٰی نے گرمی کا خود انتظام کیا ہوا ہے کہ گرمیوں میں اتنے اچھے اچھے پھل آتے ہیں۔ یہ شربت لو لگ جانے کو بھی ختم کرتے ہیں۔

باہر جائیں یا آفس جائیں تو، سن گلاسز ٹوپی پہنیں اور چھتری اپنے ساتھ رکھیں۔

اگر آپ گھر میں ہوں یا باہر جائیں تو کھیرا، ٹماٹر، گاجر ضرور رکھیں اور اپنے لنچ کے ساتھ یہ کھائیں۔

کوشش کریں کہ گرمیوں میں تیل یا گھی اور چینی کا استعمال کم کر دیں۔

صبح ہی صبح سارے کام نمٹانے کی کوشش کریں۔ گرمیوں کی صبح تو ویسے بھی جلدی ہوتی ہے تو اس ٹائم آپ فریش ہونگے، اور زیادہ کام کر سکیں گے بہ نسبت دن چڑھے یا دوپہر کو کام کرنے کے۔

کھانے میں کچی سبزیاں، یا سبزیاں پکا کر کھائی جائیں۔

سبزیوں کی افادیت

تحریر: ہما جاوید

ہمارے جسمانی صحت کے لیے سبزیاں، گوشت، پھل اور پانی ایک لازمی جزو ہیں۔ ان سب کا متوازن استعمال ہی ہمیں صحت مند رکھ سکتا ہے۔ آج کل موسم گرما کی آمد ہے بلکہ آغاز ہو چکا ہے۔ تو اس موسم کی مناسبت سے اس بار موسم گرما کی دو سبزیوں کی افادیت بتاؤں گی۔

لوکی یا کدو:

یہ ایک بہترین غذا ہے۔ یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی پسند تھی۔ اس لیے یقیناً اس کے بے پناہ فوائد ہوں گے۔ اس کے دیگر ناموں میں سفید کدو، ترکاری اور انگلش میں گورڈ کہتے ہیں۔

فوائد:

اس میں چھیانوے فی صد پانی ہے۔

بہت زود ہضم ہے۔

جن کو معدہ کی جلن کی شکایت ہو ان کے لیے مفید ہے۔

موٹاپے سے بچاتی ہے۔

جسم میں چربی کے اضافے سے بچاتی ہے۔

جگر کے لیے بہت مفید ہے۔

بلڈ پریشر اور شوگر کے مریضوں کے لیے بھی بہت مفید ہے۔

ہاضمے کے مسائل میں لاجواب ہے۔

اگر اسے صرف ابال کر یا اسٹیم میں پکائیں بغیر تیل، گھی وغیرہ کے تو بہت تیزی سے وزن کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

اس سبزی کا کوئی سائیڈ ایفیکٹ نہیں ہے۔ فائدے ہی فائدے ہیں۔

کریلا:

ایک بہترین سبزی ہے جو کہ وٹامنز اور معدنیات کا خزانہ ہے۔ مگر اعتدال میں استعمال کرنا چاہیے کہ قبض کشا ہونے کی وجہ سے ایک ہی وقت میں بہت کھانے سے پیٹ خراب بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کیونکہ اس میں شوگر لیول کم کرنے کی صلاحیت ہے تو بہت استعمال سے شوگر لیول بہت کم ہونے کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔

فوائد:

خون صاف کرتا ہے۔

پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔

قبض کشا ہے۔

ذیابیطس میں اس کا استعمال بہت مفید ہے۔

جلدی بیماریوں میں بھی نافع ہے۔

کینسر سے بھی بچانے میں معاون ہے۔

وزن کم کرنے میں بھی مفید پایا جاتا ہے۔ اس کو سکھا کر سفوف بنا کر ایک یا آدھا چائے کا چمچ پانی کے ساتھ روز کھانا مفید بتایا جاتا ہے۔ مگر لو بلڈ پریشر والے احتیاط کریں۔

ختم شد

انٹرٹینمنٹ سیکشن

جھرنا

دلپسند سیال

1960ء سے 1980ء تک کا عرصہ پاکستان فلم انڈسٹری کا سنہرا دور کہلاتا ہے۔اس عرصے میں لازوال تخلیقی کام ہوا۔ بہترین موسیقی اور گانے تخلیق ہوئے ۔ سپرہٹ فلمیں بنی۔اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ اس وقت فلم انڈسٹری سے وابستہ سبھی لوگ اپنے ہنر میں یکتا فن میں ماہر تھے انہیں اپنے کام سے لگن اور شوق تھا۔اگر اس دور کے فنکاروں پر نظر دوڑائی جائے تو بہت بڑے بڑے نام سامنے آتے ہیں۔ہدائیتکار، موسیقار، گلوکار، اداکار سب ایک سے بڑھ ایک تھے ۔ان تیس برس کے سنہری دور میں بننے والی اکثر فلموں کی کہانی اور موسیقی انڈیا والوں نے چرالی۔انڈیا والوں نے بڑے دھڑلے سے کچھ فلموں کی پوری کہانی ہی اڑالی تو کچھ گانوں کی ہو بہو طرز اور شاعری بھی چرالی چربہ کا تڑکا لگا کے ۔ اگر 90ء کی دہائی میں بننے والی انڈین فلموں کو دیکھا جائے تو ان میں اکثریت پاکستانی فلموں کا چربہ ہیں اور موسیقی بھی۔ امیتابھ بچن اور ہیمامالنی کی مشہور سپرہٹ فلم " باغبان " پاکستانی فلم " انسانیت " کا چربہ ہے فلم " انسانیت " میں امیتابھ والا کردار مشہور اداکار آغا طالش نے ادا کیا تھا۔

پاکستان فلم انڈسٹری میں بنگالی فنکاروں نے بھی نمایاں مقام حاصل کیا ۔ہدائیتکاروں میں احتشام ، مستفیظ، نذرالاسلام ، موسیقی میں روبن گھوش اور اداکاراؤں میں ندیم، رحمان، شبنم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

1962ء میں ریلیز ہونے والی بنگالی ہدائیتکار احتشام کی اردو فلم " چندا " نے پاکستان فلم انڈسٹری کو ایک نئی اداکارہ دی۔ جس نے اگلے تیس برسوں تک فلم انڈسٹری پر راج کیا۔اور یہ اداکارہ تھی " جھرنا" جو کہ تقریباً بیس مرتبہ نگار ایوارڈ کے لیے منتخب ہوئی جن میں تیرہ مرتبہ ایوارڈ کی حقدار ٹھہری۔ بڑی بڑی کالی سیاہ آنکھوں والی اور خوبصورت نقش و نین والی سانولی سالونی بنگالی حسینہ جس نے شبنم کے فلمی نام سے فلم انڈسٹری میں قدم رکھا۔

اداکارہ شبنم کا اصل اور پورا نام جھرنا باشک تھا۔وہ بنگلہ دیش کے شہر ڈھاکہ میں 17 اگست 1940ء کو ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد نانی باشک ڈھاکہ کے ایک اسکول میں اسکاؤٹ ماسٹر اور فٹ بال کے ریفری تھے ۔

اداکارہ شبنم کو شروع سے ہی اداکاری کا شوق تھا۔انہوں نے پہلے پہل بنگالی فلموں میں کام کیا ان کی پہلی بنگالی فلم "ای دیش تمارامر " تھی جو کہ فلاپ فلم تھی جبکہ ان کی دوسری بنگالی فلم " کوخونو اشنی " تھی ۔یہ فلم بھی اوسط درجے کی تھی۔

1961ء میں ریلیز ہونے والی بنگالی فلم "ہارانو دن " شبنم کی سپرہٹ فلم تھی اور اسی فلم کی وجہ سے وہ فلم انڈسٹری میں قدم جمانے میں کامیاب ہوئیں۔ان تینوں فلموں میں انہوں نے اپنے اصلی نام" جھرنا" کے نام سے کام کیا۔

فلم " ہارانودن" کی کامیابی سے اداکارہ شبنم اس وقت کے مشہور بنگالی ہدائیتکار احتشام کی نظروں میں آگئیں۔ہدائیتکار احتشام نے انہیں اپنی پہلی اردو فلم" چندا" میں کام کرنے کی پیشکش کی اور اس کا نام تبدیل کر کے شبنم رکھ دیا۔اور پھر یہی نام ہی ان کی پہچان بنا۔

1962ء میں ریلیز ہونے والی ہدائیتکار احتشام کی فلم " چندا" جو کہ نشاط سینما کراچی میں ریلیز ہوئی۔ سپرہٹ ثابت ہوئی یہ شبنم کی خوش نصیبی تھی کہ ان کی پہلی ہی فلم سپرہٹ ثابت ہوئی بلکہ فلم میں سائٹ رول ہونے کے باوجود بھی نگار ایوارڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں

فلم "چندا" کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس فلم کے ہیرو شاہد ہیروئن سلطانی زمانی اور شبنم کی یہ پہلی فلم تھی۔

فلم چندا کی کامیابی کے بعد ہدائیتکار احتشام کے بھائی ہدائیتکار مستفیظ نے اپنی فلم " تلاش" میں شبنم کو بطور ہیروئن کاسٹ کر لیا۔

1963ء میں ریلیز ہونے والی فلم " تلاش" ایک کامیاب فلم تھی ۔اس فلم میں شبنم کے مدمقابل اداکار رحمان نے ہیرو کا کردار ادا کیا جبکہ اس فلم کی موسیقی مشہور بنگالی موسیقار روبن گھوش نے دی ۔ روبن گھوش شبنم کے شوہر نامدار بھی ہیں۔

اداکارہ شبنم نے ہدائیتکار احتشام کی بعد میں آنے والی فلم "پیاسے " اور ہدائیتکار مستفیظ کی فلم" ساگر" میں بطور ہیروئن کام کیا۔ان دونوں فلموں میں ان کے مدمقابل ہیرو اداکار عظیم تھے۔ اداکار عظیم اداکاری میں کامیاب نہ ہوسکے کچھ عرصے بعد ہی وہ گمنامی کے اندھیروں کھو گئے
۔

اداکارہ شبنم کی ابتدائی فلمیں ۔ پربت نہ جانے ریت، کاجل، آخری اسٹیشن، کیسے کہوں، تم میرے ہو، درشن اور کارواں قابل ذکر ہیں۔

فلم "کارواں" پاکستان کی پہلی فلم تھی جس کی ساری شوٹنگ ملک سے باہر نیپال میں ہوئی تھی۔

اسی عرصے میں اداکارہ شبنم بنگالی فلموں میں بھی کام کرتی رہی جو کہ صرف بنگال تک ہی محدود رہیں۔

کافی ساری اردو فلموں میں کام کرنے اور فلمیں ہٹ ہونے سے شبنم کے قدم جم گئے اس وقت مشہور ہدائیتکار الیاس رشدی نے اداکارہ شبنم اور اس کے شوہر موسیقار روبن گھوش سے درخواست کی کہ وہ ڈھاکہ سے کراچی شفٹ ہوجائیں تاکہ شبنم اردو فلموں کو زیادہ وقت دے سکے۔

کراچی شفٹ ہونے کے بعد داکارہ شبنم کی کراچی میں پہلی فلم اداکار وحید مراد کی پرڈیوس کردا فلم" سمندر" تھی۔

1968ء میں ریلیز ہونے والی فلم " سمندر" کے ہدائیتکار رفیق رضوی تھے جبکہ ہیرو وحید مراد تھے ۔ کراچی میں بننے والی داکارہ شبنم کی دوسری فلم" شریک حیات" تھی۔

1968ء میں ریلیز ہونے والی ہدائیتکار ایس سلیمان کی فلم " شریک حیات " ایک کامیاب فلم تھی ۔ نمایاں اداکاروں میں شبنم ، کمال ،صابرہ سلطانہ اور اقبال یوسف تھے۔

فلموں کا مرکز لاہور تھا جہاں پنجابی، اردو پشتو وغیرہ فلمی بن رہی تھیں اور اس لیے شبنم بھی کراچی سے لاہور شفٹ ہوگئیں۔اور پھر اگلے تیس سال تک اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتی رہیں۔

اپنی منفرد اداکاری سے شبنم نے بہت جلد اپنا مقام بنالیا اور صف اوّل کی داکاراؤں میں شامل ہوگئیں ۔ شبنم نے اپنے پورے فلمی کیریئر میں 200 سے بھی کم فلموں میں کام کیا اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ ہمیشہ اپنے رول کا خیال رکھتی تھیں اور صرف منتخب فلموں میں کام کیا ان کی زیادہ تر فلمیں سپرہٹ ثابت ہوئیں جن میں کچھ گولڈن جوبلی تھیں تو کچھ سلور جوبلی۔انہوں نے اپنے دور کے اردو فلموں کے تقریباً سبھی ہدائیتکاروں کی فلموں میں کام کیا اور اپنے دور کے تقریباً سبھی ہیروز کے ساتھ کام کیا۔ان کی اداکار ندیم کے ساتھ فلمی جوڑی نوجوان نسل میں بہت مقبول ہوئی اسی لیے زیادہ تر ہدائیتکاروں نے انہیں اداکار ندیم کے ساتھ کاسٹ کیا۔

اداکارہ شبنم کو شروع میں زبان کا بہت مسئلہ درپیش تھا۔ کیونکہ وہ اردو سے بالکل نابلد تھیں انہیں بنگالی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں آتی تھی۔ شروع میں تو ڈپلیکیٹ کی آواز سے کام چلایا گیا۔اور زیادہ تر شبنم کی ڈپلیکیٹ کا کردار "نشیلی" نام کی ایک ایکسٹرا نے ادا کیا۔کچھ عرصے بعد اداکارہ شبنم کو ڈائیلاگ بنگالی میں لکھ کر دیئے جاتے یہاں جب تک کہ وہ اردو بولنا سیکھ گئیں۔

اداکارہ شبنم نے اپنے فلمی کیریئر میں ہر قسم کے کردار ادا کیے۔ فلم " دوستی " میں گاؤں کی الھڑ مٹھیار کا کردار ادا کیا اور پہاڑوں پر اچھلتی کودتی ہوئی یہ گانا گاتی ہوئی دکھائی دی۔(یہ وادیاں پربتوں کی شہزادیاں ،پوچھتی ہیں کب بنے گی توں دلہن۔۔ میں کہوں جب آئیں گے میرے سجن) تو ہدائیتکارہ شمیم آرا کی فلم " لیڈی کمانڈو " میں تختوں کے پشتے لگاتی نظر آتی ہیں۔ کسی فلم میں سوسائٹی گرل بنی تو کسی فلم میں ڈانسر کا کردار ادار کیا۔ فلم " نہیں ابھی نہیں " میں اپنے سے کم عمر ہیرو کے ساتھ کیا اس فلم میں فیصل رحمان نے ان کے مد مقابل ہیرو کا کردار ادا کیا تھا۔ اداکار فیصل رحمان اور اداکار ایاز کی یہ پہلی فلم تھی۔ اور اسی طرح فلم " لوان نیپال " میں بھی ان کے ہیرو کم عمر اداکار اسمائیل شاہ تھے۔

ہدائیتکار جاوید فاضل کی فلم " آہٹ " ایک متنازعہ فلم ثابت ہوئی تھی۔ جاوید فاضل صاحب نئے تجربات کرنے کے عادی تھے۔ ان کی فلم " آہٹ " کی کہانی عام ڈگر سے ذرہ ہٹ کر تھی اور اس وقت کے ماحول سے لگا نہیں کھاتی تھی جس کی وجہ سے کافی حلقوں میں اس فلم پر تنقید ہوئی۔ ہمارا معاشرہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ ایک بیوی اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے کسی اور سے رومانس کرے۔

فلم " آہٹ " کی کہانی کچھ یوں تھی کہ اداکار ندیم اور شبنم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ روزی روٹی کی خاطر ندیم شبنم سے دور چلا جاتا ہے پیچھے شبنم کی شادی اداکار وحید مراد سے ہو جاتی ہے جو کہ ایک ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ جب ندیم واپس آتا ہے اور اسے شبنم کی شادی کی خبر ملتی ہے تو وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور اس پہاڑ پر پہنچ جاتا ہے جہاں شبنم کے ساتھ اس کے عہد و پیماں ہوئے تھے۔ اس پہاڑ سے کھود کر خود کشی کی کوشش کرتا اور ہسپتال پہنچ جاتا ہے۔ اس کا علاج وحید مراد کرتے ہیں اور صحت یاب ہونے کے بعد انہیں اپنے گھر لے آتے ہیں یہاں سے کہانی نیا ٹرن لیتی ہے۔ آخر کار ندیم پھر اسی پہاڑ سے کھو کر خود کشی کر لیتے ہیں۔ انہیں بچانے کے لیے شبنم دوڑتی ہوئی پہاڑ پر پہنچتی ہے اور روتے ہوئے ندیم کا سر اپنی گود میں رکھ لیتی ہے اور یہ منظر وحید مراد دیکھ لیتا ہے۔ ویسے مجموعی طور پر یہ فلم بہت اچھی تھی۔

اداکارہ شبنم کی اداکاری کی ایک خاص بات یہ ہے ان کی اداکاری میں ایک قسم کا رکھ رکھاؤ ، شرافت ، تہذیب اور سادگی نظر آتی ہے ۔ مکالموں کی ادائیگی اور چہرے کے تعثرات ایسے ہوتے تھے کہ وہ اداکاری نہیں حقیقت کا گمان ہوتا تھا۔

اداکارہ شبنم نے کچھ پنجابی فلموں میں بھی کام کیا تھا جن میں کالو، ملکہ اور رانی بیٹی راج کرے گی قابل ذکر ہیں۔

اداکارہ شبنم 90ء کی دہائی میں اپنے شوہر روبن گھوش کے ساتھ ہمیشہ کے لیے بنگلہ دیش شفٹ ہو گئیں۔ ایک انٹرویو میں جب ان سے سوال پوچھا گیا کہ پاکستان میں اپنے لاکھوں پرستاروں کو چھوڑ کر بنگلہ دیش شفٹ کیوں ہوئیں تو شبنم نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان میں ان کے لیے ہمیشہ زبان کا مسئلہ رہا تھا۔ دوسرا ان کے ماں باپ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور پاکستان شفٹ نہیں ہونا چاہتے تھے۔ بوڑھاپے میں انہیں میری سخت ضرورت تھی۔ اس لیے ان کی خدمت کرنے کی خاطر بنگلہ دیش شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا۔

جب ان سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ پاکستان اور پاکستانی پرستاروں کو یاد کرتی ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ان کی دو مائیں ہیں پاکستان ان کی دوسری ماں ہے اور وہ پاکستان کو کبھی بھی بھلا نہیں سکتی کیونکہ آج وہ جو کچھ ہیں پاکستان کی وجہ سے ہیں پاکستان نے ہی اسے عزت، شہرت اور دولت سے نوازا اور پاکستانی عوام نے اسے سر آنکھوں پر بٹھایا۔

ان سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ اب بھی اپنی پرانی فلمیں دیکھتی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ڈش انٹینا پر پاکستانی فلمی چینل " فلمیزیا " پر پرانی فلمی دیکھتی رہتی ہیں۔

اداکارہ شبنم کی آخری فلم " اماں جان " جو کہ بنگالی زبان میں تھی ۔ پورے بنگلہ دیش میں سپر ہٹ ثابت ہوئی۔

اداکارہ شبنم کی صرف ایک ہی اولاد ہے اور وہ ہے ان کا بیٹا " رونی " شبنم اب بنگلہ دیش میں مکمل ہاؤس وائف کا کردار بخوبی ادا کر رہی ہیں۔ پچھلے عرصے سے وہ کافی علیل ہیں کچھ عرصہ ہسپتال بھی داخل رہیں۔

ایک دن اچانک پاکستان کے ایک نجی ٹی وی چینل نے ایک خبر جاری کی کہ ماضی کی مقبول اداکارہ شبنم کا ڈھاکہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ اور یہ خبر بغیر کسی تصدیق کے جاری کر دی گئی تھی ۔ دوسرے ہی دن روبن گھوش کی طرف سے تردید آ گئی انہوں نے کہا کہ شبنم بالکل خیریت سے ہیں اور اب ہسپتال سے گھر شفٹ ہو گئی ہیں۔

تاحال تو شبنم زندہ ہیں مگر زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ ایک دن سب کو لوٹ کے جانا ہے۔

اداکارہ شبنم کے ایوارڈ۔

1۔ نگار ایوارڈ بیسٹ معاون اداکارہ فلم " چندا" 1962ء
2۔ نگار ایوارڈ بیسٹ معاون اداکارہ فلم " آخری اسٹیشن " 1965ء
3۔ نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم "دوستی" 1971ء
4- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم "انمول" 1973ء
5- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم " دل لگی" 1974ء
6- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" زینت" 1975ء
7- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" آئینہ" 1977ء
8- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" پاکیزہ" 1979ء
9- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" ہم دونوں" 1980ء
10- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" قربانی" 1981ء
11- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" کبھی الوداع نہ کہنا" 1983ء
12- نگار ایوارڈ بیسٹ اداکارہ فلم" ناراض" 1985ء

اداکارہ شبنم کی مشہور فلمیں۔

چندا، تلاش، ساگر، پیاسے، پریت نہ جانے ریت، آخری اسٹیشن، کاجل ، کیسے کہوں، تم میرے ہو، درشن، کارواں، سمندر، شریک حیات، چلو مان گئے، چاہت، دوساتھی، احساس، شرافت، آئینہ، بندش، نہیں ابھی نہیں، آنکھوں آنکھوں میں، چلتے چلتے، پہچان، تلاش (یہ ہدائیتکار پرویز ملک کی فلم تھی) سچائی، پاکیزہ، ہم دونوں، رشتہ، قربانی، گمنام، جہاں تم وہاں ہم، انتخاب، میرے ہمسفر، چراغ کہاں روشنی کہاں، فرض اور ماتما، امنگ، نزرانہ، گھرانہ، بانو رانی، ننھا فرشتہ، انوکھی، بے نظیر قربانی، نیا انداز، سوسائٹی، انتظار، میس بیبی، بھول، زینت، اناڑی، زنجیر، آج اور کل، موم کی گڑیا، طلاق، افف یہ بیویاں، میرے حضور، ابھی تو میں جوان ہوں، نظر کرم، آئینہ، بشال، شمع محبت، انمول محبت، آسرا، ملن، نصیب، شمع اور پروانہ، روٹھا نہ کرو، میں بنی دلہن، دو آنسو، ناز، دوستی، جھومر چور، لوان نیپال، سہارا، لیڈی کمانڈو، نیا راستہ، قسمت، آواز، آزمائش، فیصلہ، دیوانگی، شادی مگر آدھی، تیرے گھر کے سامنے، ساس میری سہیلی، دامن کی آگ، بدلتے موسم، خوبصورت، ذرہ سی بات، کبھی الوداع نہ کہنا، کالو، ملکہ، رانی بیٹی راج کرے گی، آہٹ۔ وغیرہ قابل ذکر ہیں

سپورٹس سیکشن

پاکستان ہاکی۔اعدادوشمار

تحریر وترتیب: ابن توقیر (ٹرومین)

ہاکی پاکستان کا قومی کھیل ہے۔ایک وقت تھا جب پاکستان، ہاکی کا بے تاج بادشاہ تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے پاکستان ہاکی زوال کا شکار نظر آئی جس کی مثال ۲۰۱۰ کے عالمی کپ میں پاکستان کی بارھویں پوزیشن رہی۔ اسی سال کامن ویلتھ گیمز مقابلوں میں بھی پاکستان ٹیم اپنی دھاک بٹھانے اور اپنے اوپر لگے زوال کے داغ کو مٹانے میں ناکام رہی۔ لیکن پھر حالت نے پلٹنا شروع کیا۔ سال ۲۰۱۰ ہی پاکستان کے لیے خوش قسمت بنا جب ۱۹۹۰ء کے بعد پاکستان نے پہلی بار ایشین گیمز گولڈ میڈل جیت لیا۔ یہ گولڈ میڈل پاکستان نے ملائیشیا کو ہرا کر حاصل کیا۔

پاکستان ہاکی نے دنیا کو قابل ذکر پلیئر دیے۔ چند نام یہ ہیں۔ وسیم احمد، شہباز احمد سینئر، سہیل عباس، سمیع اللہ خان، منظور حسین، شاہد علی خان، منصور احمد، شہباز احمد جونیئر وغیرہ

سہیل عباس دنیائے ہاکی میں تین سو سے زائد گول کرکے سرفہرست ہیں۔

پاکستان ہاکی کے کارناموں کی فہرست درج ذیل ہے۔

اولمپکس

پاکستان نے اب تک تین مرتبہ اولمپکس مقابلوں میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے پاس تین سلور اور دو برونزے میڈلز بھی ہیں۔ پہلا گولڈ میڈل پاکستان نے سن ۱۹۶۰ء میں، دوسرا سن ۱۹۶۸ء میں اور تیسرا سن ۱۹۸۴ء میں حاصل کیا۔ ۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۲ء میں پاکستان چوتھے نمبر پر رہا۔ ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۴ء اور 1972ء میں پاکستان کی پوزیشن دوسری رہی۔ 1976ء اور 1992ء میں پاکستان نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

ورلڈ کپ

دنیائے ہاکی میں اب تک ہونے والے 12 ورلڈ کپ مقابلوں میں پاکستان کی ٹیم چار مرتبہ عالمی چیمپئن رہنے کا منفرد ریکارڈ حاصل کیے ہوئے ہے۔ پاکستان نے پہلا ورلڈ کپ 1971ء میں جیتا جو اس کھیل کا پہلا عالمی کپ تھا۔ دوسرا عالمی کپ پاکستان نے 1978ء میں تیسرا 1982ء میں اور چوتھا 1994ء میں جیت۔ 1973ء کے عالمی کپ میں پاکستان کی چوتھی پوزیشن رہی۔ 1975ء اور 1990ء میں پاکستان نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔

چیمپئنز ٹرافی

پاکستان اب تک تین مرتبہ چیمپئنز ٹرافی ٹائٹل جیت چکا ہے۔ اس ایونٹ میں چھ مرتبہ پاکستان کی دوسری پوزیشن اور چھ ہی مرتبہ پاکستان کی تیسری پوزیشن رہی۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ یہ ٹائٹل 1978ء میں کرائے گئے چیمپئنز ٹرافی کے پہلے ایونٹ میں جیتا۔ دوسرا مقابلہ پاکستان نے 1980ء اور تیسرا مقابلہ 1994ء میں جیتا۔ 1983ء، 1984ء، 1988ء، 1991ء، 1996ء اور 1998ء میں پاکستان نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ 1986ء، 1992ء، 1995ء، 2002ء، 2003ء اور 2004ء میں پاکستان کی تیسری پوزیشن رہی۔

ایشین گیمز

اب تک ایشین گیمز کے ہوئے چودہ مقابلوں میں پاکستان آٹھ گولڈ میڈل کے ساتھ سرفہرست ہے۔ جبکہ پاکستان کے پاس دو سلور اور تین برونزے میڈل بھی ہیں۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ 1958ء میں منعقد کرائی گئیں ایشین گیمز ہاکی میں ہی گولڈ میڈل حاصل کیا۔ گرین شرٹس نے 1962ء، 1970ء، 1974ء، 1978ء، 1982ء، 1990ء اور 2010ء میں بھی پہلی پوزیشن حاصل کی۔ 1966ء اور 1986ء کے مقابلوں میں پاکستان کی پوزیشن دوسری رہی۔ 1994ء، 1998ء اور 2006ء میں پاکستان کی پوزیشن تیسری رہی۔ جبکہ 2002ء کے مقابلوں میں پاکستان کی چوتھی پوزیشن رہی۔

ایشیا کپ

اب تک کرائے گئے آٹھ ایشیا کپ مقابلوں میں پاکستان نے تین مرتبہ پہلی پوزیشن، تین مرتبہ دوسری پوزیشن اور ایک مرتبہ تیسری پوزیشن حاصل کی۔ 1982ء میں پہلے ایشیا کپ میں پاکستان کی پہلی پوزیشن رہی۔ 1985ء اور 1989ء میں بھی پاکستان کی پہلی پوزیشن رہی۔ 1999ء، 2003ء اور 2009ء میں پاکستان کی دوسری پوزیشن رہی۔ 1993ء میں پاکستان کی تیسری پوزیشن رہی۔

کامن ویلتھ گیمز

کامن ویلتھ مقابلوں میں پاکستان ایک مرتبہ رنزاپ رہا جب کہ ایک مرتبہ تیسری پوزیشن پر آیا۔ دوسری پوزیشن پر پاکستان 2006ء میں جب کہ تیسری پوزیشن پر 2002ء میں رہا۔

سلطان اذلان شاہ کپ

اذلان شاہ کپ مقابلوں کے اب تک ہوئے انیس مقابلوں میں پاکستان نے تین مرتبہ پہلی پوزیشن، چھ مرتبہ دوسری پوزیشن، دو مرتبہ تیسری پوزیشن اور تین مرتبہ چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ 1983ء میں منعقد کرائے گئے اذلان شاہ کپ کے پہلے مقابلوں میں پاکستان نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد 1999ء، 2000ء اور 2003ء کے مقابلوں میں پاکستان نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ 1987ء، 1991ء، 1994ء، 2004ء اور 2011ء میں ایک بار پھر پاکستان کے حصے میں دوسری پوزیشن آئی۔ 1985ء اور 2005ء میں پاکستان نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ 2001ء، 2008ء، اور 2009ء میں پاکستان کی چوتھی پوزیشن رہی۔

۔[ریفرنس: پی ایچ ایف، پاکستان ہاکی، وکی پیڈیا]۔

یاز غل

یوں تو ہر کھیل میں کچھ کھلاڑی ایسے ہوتے ہیں جن کو اس کھیل کا سپر سٹار کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کچھ کھلاڑی ایسے بھی ہوتے ہیں جو سپر سٹار سے بھی کئی درجے اوپر کا مقام پا لیتے ہیں۔ انہی ناموں میں سے ایک نام دنیائے فٹ بال کے مشہور ترین کھلاڑی ڈیگو میراڈونا کا بھی ہے۔

ڈیگو میراڈونا کو فٹ بال کی تاریخ کا عظیم ترین کھلاڑی بھی قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن میراڈونا کی کہانی صرف فٹ بال کے میدان میں کارکردگی تک ہی محدود نہیں ہے۔ بہت سے مشہور اور بڑے لوگوں کی طرح میراڈونا کی زندگی بھی بہت سے منفی اور متنازعہ معاملات کا شکار رہی۔ کبھی اس پہ منشیات کے استعمال کا الزام لگا تو کہیں میچ کے دوران فاؤل پلے کا۔ کہیں اس کے مالی معاملات شکوک وشبہات کا نشانہ بنے تو کہیں اس کا میڈیا سے غیر مہذب برتاؤ تنقید کا نشانہ بنا۔ لیکن اس سب کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ ڈیگو میراڈونا کا نام فٹ بال کی تاریخ کے ایک روشن ترین ستارے کے طور پہ ہمیشہ چمکتا دمکتا رہے گا۔

ابتدائی زندگی:

ڈیگو میراڈونا ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۰ کو ارجنٹائن کے دارالحکومت بیونس آئرس کے ایک نواحی قصبے میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، تو اسی طرح میراڈونا کی فٹ بال کی غیر معمولی صلاحیت کا اندازہ دس سال کی عمر میں ہی لگایا جا سکتا تھا جب وہ لوکل کلبز اور سکول ٹیم کی جانب سے فٹ بال میچز میں شرکت کرنا شروع ہوا۔ بارہ سال کی عمر میں میراڈونا بڑے لیول کے کلب میچز میں وقفے کے دوران شائقین کو فٹ بال کے کرتب دکھا کر اپنی غیر معمولی صلاحیت سے حیران کیا کرتا تھا۔

انٹرنیشنل کیریئر:

میراڈونا نے ارجنٹائن کی جانب سے پہلا انٹرنیشنل میچ ہنگری کے خلاف صرف سولہ سال کی عمر میں کھیلا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں میراڈونا نے ورلڈ یوتھ ٹورنامنٹ میں ارجنٹائن کو شاندار فتح دلوائی اور فائنل میچ میں غیر معمولی ذاتی کارکردگی سے ارجنٹائن کو تین ایک سے فتح دلوائی۔

۱۹۸۲ میں ہونے والا ورلڈ کپ میراڈونا کے کیریئر کا پہلا ورلڈ کپ تھا۔ اس میں میراڈونا نے ارجنٹائن کے تمام پانچ میچوں میں شرکت کی، تاہم ارجنٹائن کی ٹیم زیادہ آگے نہ جا سکی اور دوسرے راؤنڈ میں برازیل اور اٹلی سے ہار کر ٹورنامنٹ سے باہر ہو گئی۔ اس کے چار سال بعد یعنی ۱۹۸۶ میں اگلا ورلڈ کپ ٹورنامنٹ کھیلا گیا اور اس ورلڈ کپ میں میراڈونا نے اوجِ کمال کی بلندیوں کو چھوا اور ایسی حیران کن کارکردگی دکھائی جو کہ فٹ بال کی تاریخ کا ایک روشن باب بن کے ہمیشہ یادگار رہے گی۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ اس ورلڈ کپ میں میراڈونا کی کارکردگی کو عظیم فٹ بالر پیلے کے کیریئر کے کسی بھی مرحلے سے کافی اوپر شمار کیا جا سکتا ہے۔

اس ٹورنامنٹ میں میراڈونا نے پانچ گول سکور کئے اور پانچ گول اپنی پاسنگ سے ممکن بنائے۔ اس ٹورنامنٹ کا ایک یادگار میچ ارجنٹائن اور انگلینڈ کے درمیان کھیلا جانے والا کوارٹر فائنل تھا۔ اس میچ کو بہت زیادہ جذباتی حیثیت بھی یوں حاصل ہو گئی تھی کہ کچھ ہی عرصہ پہلے ارجنٹائن اور انگلینڈ کے درمیان فاک لینڈ کی جنگ لڑی جا چکی تھی۔ یہ میچ ارجنٹائن نے دو ایک سے جیتا اور دونوں گول میراڈونا نے کئے۔ ان دونوں گولوں کو فٹ بال کی تاریخ کا یادگار ترین گول قرار دیا جاتا ہے۔ پہلے گول میں میراڈونا نے گول پوسٹ کے سامنے فٹ بال کو اس انداز میں ہیڈ کیا کہ اس کا ہاتھ بھی فٹ بال کو چھو رہا تھا۔ لیکن اس گول کا زاویہ ایسا تھا کہ ریفری کسی بھی طرح سے ہینڈ بال کا اندازہ نہ کر سکا۔ بعد میں ہونے والے تجزیے نے ثابت کیا کہ اگر میراڈونا کے ہاتھ کی معمولی سی مدد شامل نہ ہوتی تو گیند گول پوسٹ سے تھوڑا سا باہر جا رہی تھی۔ میراڈونا کے اس انداز کو "ہینڈ آف دی گاڈ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی میچ کے دوران میراڈونا کا دوسرا گول صدی کا بہترین گول قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں میراڈونا نے اپنی گول پوسٹ سے کچھ آگے سے گیند کے ساتھ موو کرنا شروع کیا اور کم از کم چھ انگلش کھلاڑیوں کو ڈاج کرنے کے بعد گول پوسٹ کے سامنے آیا اور گول کیپر کو بھی ڈاج کرتے ہوئے گول کر دیا۔

اس یادگار میچ کے فورا" بعد سیمی فائنل میں بھی میراڈونا نے بیلجیئم کے خلاف دو گول سکور کئے۔ فائنل میچ میں ارجنٹائن کا مقابلہ جرمنی سے ہوا۔ مخالف ٹیم میراڈونا کے طلسماتی کھیل سے اس حد تک خائف تھی کہ اس نے پورے میچ کے دوران میراڈونا کو ڈبل مارک کئے رکھا یعنی دو کھلاڑیوں کو میراڈونا سے ساتھ چمٹائے رکھا، لیکن اس کے باوجود بھی وہ میراڈونا کو فیصلہ کن گول کے لئے اپنے فارورڈ کھلاڑی کو پاس دینے سے نہ روک پائے اور اسی گول کی بدولت ارجنٹائن نے فائنل میچ تین دو سے جیت لیا۔

۱۹۹۰ کے ورلڈ کپ میں ایک بار پھر ارجنٹائن کی ٹیم کی قیادت میراڈونا کے ہاتھ میں تھی۔ اس ٹورنامنٹ کے دوران میراڈونا مکمل طور پہ فٹ نہیں تھا، اور اس کے کھیل میں وہ چابک دستی اور دم خم نہ رہا تھا جو کہ گزشتہ ورلڈ کپ میں تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس عظیم کھلاڑی نے اپنے ذاتی کھیل سے زیادہ تجربے کی مدد سے اپنی ٹیم کو کھلایا اور فائنل میچ تک پہنچایا۔ فائنل میچ بھی بغیر کسی گول کے برابر ہی جا رہا تھا اور اس بات کے بھرپور امکانات تھے کہ اگر میچ کا فیصلہ پنلٹی ککس پہ ہونا ہوا تو ارجنٹائن کا تجربہ کار گول کیپر اپنے ملک کو ایک اور ورلڈ کپ جتوا دے گا۔ لیکن کھیل ختم ہونے سے نو منٹ پہلے ریفری نے ارجنٹائن کے خلاف پنلٹی کک کا فیصلہ دیا جس پہ جرمنی نے گول کر دیا۔ ریفری کے اس فیصلے کو بہت سے ناقدین نے متنازعہ قرار دیا اور پوری دنیا میں میراڈونا کے مداحوں نے ریفری کے اس فیصلے کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے۔

۱۹۹۴ کے ورلڈ کپ میں بھی میراڈونا نے شرکت تو کی، لیکن ابھی دو ہی میچز میں حصہ لیا تھا کہ ڈوپ ٹیسٹ پازیٹو آنے کی وجہ سے اس کو ورلڈ کپ کے باقی میچز کے لئے نااہل قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد میراڈونا ارجنٹائن کی جانب سے مزید کوئی انٹرنیشنل میچ نہ کھیل سکا، لیکن مزید دو تین سال تک بوکا جونیئر کی جانب سے کلب فٹ بال میں شرکت کرتا رہا۔ ۱۹۹۷ میں یہ عظیم پلیئر کلب فٹ بال سے بھی ریٹائر ہو گیا۔ اس کے بعد میراڈونا کا فٹ بال سے رشتہ مختلف کلبز کی مینجمینٹ کی شکل میں جاری رہا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی میراڈونا گاہے بگاہے خبروں اور تنازعات کا موضوع بنتا رہا۔ کوکین کے استعمال کی وجہ سے اس کی صحت بھی بہت تیزی سے گرتی چلی گئی اور وہ ہیپاٹائٹس اور دل کے عارضے میں مبتلا ہو گیا۔ جب بھی اس کی بیماری کی خبر میڈیا پہ آتی تو ہزاروں کی تعداد میں اس کے مداح اب بھی ہسپتال کے باہر جمع ہو کر اپنے ہیرو کی صحت یابی کے لئے دعائیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس وقت میراڈونا کی عمر پچاس سال سے کچھ ماہ اوپر ہے اور اس پچاس سال کے عرصے میں اس کرشمہ ساز کھلاڑی نے بے تحاشا عروج و زوال دیکھ لیا ہے۔ بحیثیتِ کھلاڑی اس نے وہ نام و مقام پایا ہے کہ جس کی کوئی بھی انسان صرف تمنا ہی کر سکتا ہے۔ اس دنیا میں میراڈونا کے مداحوں کی تعداد ہزاروں یا لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کی ذاتی زندگی میں بے شمار متنازعہ پہلو بھی سامنے آتے رہے ہیں۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فٹ بال کی تاریخ میں میراڈونا جیسا عظیم کھلاڑی شاید ہی کبھی پیدا ہو۔

ماہِ اگست کے شمارے کی جھلکیاں

☆عید کی رنگارنگ تحاریر۔

☆جشنِ آزادی کی خصوصی تحاریر۔

☆اس کے علاوہ شمارے میں شامل ہوں گی رمضان کے مبارک مہینے کی ڈیزائنڈ احادیثِ نبوی ﷺ اور آیاتِ مبارکہ۔

☆اگست کے شمارے کے لیے آپ بھی اپنی تحاریر پی ایم کے ذریعے ارسال کیجیے۔

☆اگر آپ ون اردو کے میمبر نہیں تو ون اردو میگزین ٹیم سے اس ای میل ایڈریس پر رابطہ کیجیے:

OneUrduMag@yahoo.com